30/ کتابچوں پر مشتمل

اصلاح معاشرہ سیٹ
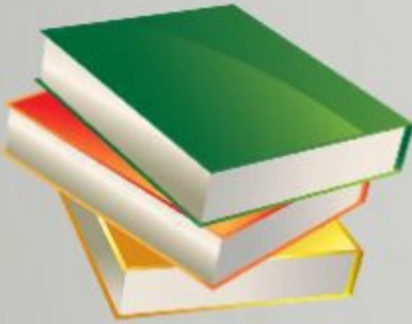
شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی، دارالعلوم دیوبند

2021

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱

اصلاح معاشرہ

اہمیت، ضرورت اور بنیادی رہنما اصول

ماخوذ

از "خطبات فدائے ملت رح"

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند

ترتیب

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم

معاون مہتمم، استاذ حدیث و سرپرست اصلاح معاشرہ کمیٹی دار العلوم دیوبند

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دار العلوم دیوبند

اصلاحِ معاشرہ کی ضرورت

حاضرینِ کرام!

مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دورِ عروج کے بعد پچھلی تین صدیوں سے مغربی افکار و خیالات پوری دنیا کے لیے معیار اور سند کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں یا حاصل کرتے جا رہے ہیں اِدھر نصف صدی سے اہلِ یورپ کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ وہ دوسری اقوام اور معاشروں کو جسمانی طور پر اپنا غلام بنانے کے بجائے اپنی اقدار و افکار، تہذیب و تمدن اور طرزِ معاشرت اس طرح ان پر مسلّط کر دے کہ وہ انھیں اپنی ہی تہذیب معاشرت دکھائی دے۔ مغرب اپنے سیاسی و مادی عروج کی بناء پر اس اسکیم میں بڑی حد تک کامیاب ہو گیا۔ آج جس طرف بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھئے مغربی تہذیب و تمدن کے اثرات نمایاں طور پر نظر آئیں گے اس تہذیبی و معاشرتی بے راہ روی کے اصلاح کی فکر نہ کی گئی تو یہ معاشرتی گمراہی کا سیلاب عقائد و اعمال اور اخلاق و روایات سب کو بہالے جائے گا۔

دنیا کے تمام مصلحین، مجددین اور انبیاء علیہم السلام نے معاشرہ کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھارنے ہی کے لیے اپنے اپنے دور میں اصلاحی خدمات انجام دیں اور نوع انسانی کی بقاء اور اصلاح و فلاح کے لیے اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ بالخصوص سیّد المرسلین خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اور دعوت و اصلاح میں آپ کی ہمہ گیر اور جامع کوششیں سب سے بڑھی ہوئی ہیں۔ ایک جاہل و ناخواندہ قوم تہذیب و تمدن کے نام سے جس کے کان ناآشنا تھے۔ قتل و غارت گری جس کا شیوہ تھا بچیوں کو زندہ درگور کر دینا جس کے لیے ایک معمولی بات تھی۔ تیئس سال کی قلیل مدّت میں اس نے ایسا صالح معاشرتی انقلاب برپا کر دیا کہ انتشار و انارکی کی فضا میں بے اطمینانی کا سانس لینے والے انتظام و انصرام اور قوت و استحکام میں ایسے آگے بڑھے کہ دارائی و جہانبانی میں تاریخ ان کا ثانی پیش کرنے سے

عاجز ہے۔ قتل وخون ریزی اور ڈاکہ زنی وغارت گری کے خوگر، اخوت ومحبت، صلح وآشتی، خیر خواہی وجاں نثاری کے ایسے نمونے پیش کیے جن کے تذکرہ سے آج بھی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو قرار حاصل ہوتا ہے اور آپ کی اصلاح وتربیت سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آ گیا کہ آپ کے صحبت نشیں حق وصداقت کے اس مقام بلند پر پہنچ گئے کہ آج ان کی ذات حق و باطل کی معرفت کا معیار اور کسوٹی سمجھی جاتی ہے۔

اس مثالی معاشرہ کے خدوخال پوری طرح واضح اور تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ اسی مثالی معاشرہ کے اصول وجزئیات کو دلیل راہ بنا کر ہم اصلاح معاشرہ کے لیے آگے بڑھیں اور مسلمانوں میں:

(۱) توحید، رسالت، آخرت وغیرہ بنیادی عقائد کو عام کریں۔ بقدر ضرورت دینی تعلیم سے ایک ایک فرد مسلم کو آراستہ کرنے کی سعی وکوشش کریں۔ شریعت کا پوری طرح عامل اور عادی بنائیں۔

(۲) اس بات کی کوشش کی جائے کہ مسلمان اپنے تمام معاملات، رہن سہن، لین دین، خرید فروخت اور تقریبات وغیرہ کو شریعت کے مطابق انجام دیں۔

(۳) جوئے، سٹہ، لاٹری وغیرہ کی معاشی واقتصادی تباہ کاریوں اور شرعی حرمت سے ایک ایک مسلمان کو باخبر کرنے کی کوشش کی جائے اور انھیں ان حرام چیزوں سے بچایا جائے۔

(۴) شادی، ولیمہ، عقیقہ وغیرہ تقریبات میں شرعی سادگی کو رواج دیا جائے۔ نوجوان اور ان کے والدین کو سمجھایا جائے کہ شادی میں جہیز پر نظر رکھنا شریعت اور اعلیٰ انسانی قدروں کے خلاف ہے۔ جہیز معاشرہ کی ایک ایسی لعنت ہے جس کی وجہ سے نہ جانے کتنی دوشیزائیں اب تک ہلاک ہوچکی ہیں اس کے علاوہ دیگر بہت سی بدکاریاں اس لعنت جہیز کی وجہ سے جنم لیتی ہیں اس مروجہ جہیز کی شریعت اسلامی میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں اس لیے مسلم معاشرہ اس لعنت سے جس قدر جلدی چھٹکارا حاصل کرلے اس کے لیے اتنا ہی زیادہ اجر وثواب ہوگا۔

(۵) یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرائی جائے کہ بلاوجہ یا معمولی باتوں پر طلاق دینا شرعاً گناہ ہے اور مجبور کن حالات میں صرف ایک طلاق رجعی دے کر اصلاح حال یا تفریق کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہی طلاق کا بہتر طریقہ ہے اور ایک وقت میں تین طلاق دینا مذموم اور خلافِ سنت ہے۔ ایک وقت کی تین طلاق بھی اگر چہ قانوناً نافذ ہو جاتی ہے لیکن ایسا کرنا تقاضائے شریعت اور تقاضائے انسانیت کے خلاف ہے۔

(۶) مسلمان عورتوں کو ان کی گھریلو ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے اور انھیں شرعی پردہ کی تاکید کی جائے۔ شرم وحیاء عورت کی فطرت اور عفت وعصمت اس کا وقار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ عورت جس کی پرورش و پرداخت فطری ماحول میں ہوئی ہو وہ کسی بھی غیر شخص کو دیکھ کر بے ساختہ خود کو چھپانے کی کوشش کرتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خود کو چھپانا اور پردہ میں رہنا عورت کی اصل فطرت ہے۔ اور اس کی بے حیائی، خودنمائی اور عریانیت غیر فطری اور بگڑے معاشرے کی دین ہے۔ چونکہ اسلام ایک دین فطرت ہے اس لیے اسلام میں عورت کے فطری جذبے کے پیش نظر اسے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ اس کا فطری وقار برقرار رہے۔

مغرب جس نے عورت کی فطرت وطبیعت کے خلاف "مساوات مرد وزن اور آزادی نسواں" جیسے دلفریب اور پُرکشش عنوانوں سے اسے گھر کی چہاردیواری سے نکال کر بازاروں اور گلیوں میں پہنچا دیا۔ آج خود اپنی غلطی کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ مساوات مرد وزن کے اس تصور سے خاندان کا کوئی سربراہ نہ رہا لہٰذا سرے سے خاندان کا تصور ہی ماند پڑ گیا اور خاندان کے وسیع تر تصور کے بجائے اب وہاں محض نیوکلیئر فیملی کا تصور باقی بچا ہے یعنی ماں باپ اور ان کے ایک دو بچے یہ نیوکلیئر فیملی بھی ہر چند کہیں کہ ہیں نہیں ہے کا مصداق بن کر رہ گئی ہے۔ چچا، ماموں، وغیرہ رشتوں کا تو کوئی تصور ہی نہیں رہا۔ بہن بھائی کا رشتہ بھی ایک خاص عمر کے بعد بے معنی ہو جاتا ہے۔ عام طور پر پندرہ سولہ سال تک بچے اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں اس کے بعد وہ اپنے گھر چھوڑ کر ہاسٹل یا گروپ کی شکل میں رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ چند برسوں کے اندر ان کا تعلق اپنے والدین سے تقریباً مکمل طور پر کٹ جاتا ہے۔

مغربی معاشرے میں ہر فرد اکیلا ہے تنہا ہے اسے اپنے سارے دکھ اکیلے ہی اُٹھانے پڑتے ہیں بیوی کا رشتہ ایک کچے دھاگے کے مانند ہو کر رہ گیا ہے۔ اکثر لوگ اب شادی کے جھنجھٹ میں پڑتے ہی نہیں بسا اوقات لوگ نکاح کے بغیر ہی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ جب جی چاہا اپنا سامان اُٹھا کر علاحدہ ہو گئے۔ شادی شدہ جوڑوں کی بھی ایک بڑی تعداد چند سال کے اندر ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیتی ہے۔ علیحدہ ہونے والے جوڑوں میں سے کوئی بھی بچوں کو اپنے سر نہیں لینا چاہتا نتیجتاً انھیں ریاستی، حکومتی اداروں کے حوالے کرنا پڑتا ہے اس وقت مغرب میں پندرہ بیس فیصد خاندان بن باپ والے خاندان ہیں۔

مساوات مرد و زن کا یہ نتیجہ بد ہے جس سے آج مغربی دنیا دو چار ہے۔ عورت کو گھر سے باہر لا کر مردوں کی صف میں کھڑا کر دینے سے مغربی معاشرہ کیسی کیسی قبیح اور گھناؤنی معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہے۔ یہ داستان بڑی طویل، درد انگیز اور عبرت خیز ہے۔ فطرت کے خلاف جو کام بھی کیا جائے گا اس کا یہی انجام ہوگا۔

بے حیائی، بدکاری، فواحش اور زنا دنیا کی ان مہلک برائیوں میں سے ہے جن کے مہلک، اثرات صرف اشخاص و افراد ہی کو نہیں بلکہ خاندان و معاشرہ اور بعض اوقات بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اسی لیے آدم علیہ السلام سے لے کر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کی شریعتوں میں فواحش، بدکاری حرام ہیں۔ البتہ انبیاء سابقین کی شرائع میں گناہ کے اسباب و ذرائع کو مطلقاً حرام نہیں کہا گیا تھا۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چونکہ قیامت تک رہنے والی شریعت تھی اس لیے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ خاص اہتمام یہ کیا گیا کہ جرائم و معاصی تو حرام تھے ہی ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا گیا جو اکثر و بیشتر بطور عادت ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں مثلاً شراب کو حرام کیا گیا تو اسی کے ساتھ شراب بنانے، بیچنے، خریدنے، کسی کو دینے وغیرہ کو بھی حرام کر دیا گیا۔ سود کو حرام کرنا تھا تو اس سے ملتے جلتے معاملات کو بھی ناجائز کر دیا گیا۔ اسی طرح جب شریعت نے بدکاری اور زنا کو حرام قرار دیا تو اس کے تمام ذرائع و اسباب قریبہ کو بھی حرام قرار دے دیا، چنانچہ حدیث پاک میں اجنبی عورت پر شہوت کے ساتھ نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا، شہوت سے اس کی بات سننے کو

کانوں کا زنا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا زنا، اس کی طلب میں چلنے کو پیروں کا زنا فرمایا گیا۔
انھیں جرائم سے بچانے کے لیے پردہ کے احکام نازل ہوئے چنانچہ قرآن کریم کی سات آیتوں، اور تقریباً ستر احادیث میں عورتوں کے پردہ کے احکام بتلائے گئے ہیں جن کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک اصل مطلوب حجاب اشخاص ہے یعنی عورتوں کا وجود اوران کی نقل و حرکت مردوں کی نظر سے مستور ہو جو گھروں کی چہار دیواری، خیموں، معلق پردوں وغیرہ کے ذریعہ ہوسکتا ہے جس کا حاصل یہی ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں۔
لیکن شریعت اسلامی میں انسانی اہم ضروریات کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنی ناگزیر ہیں کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں اس لیے پردہ کا دوسرا درجہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت سر سے پاؤں تک برقعے یا لمبی چادر میں پورے بدن کا چھپا کر نکلیں راستہ دیکھنے کے لیے صرف ایک آنکھ کھولیں۔ پردہ کا یہ درجہ بھی پہلے درجہ کی طرح سب علماء وفقہا کے درمیان متفق علیہ ہے۔

پردہ کا ایک تیسرا درجہ بھی بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے جس میں صحابہ وتابعین اور فقہائے امت کی رائیں مختلف ہیں۔ وہ یہ کہ عورتیں جب بضرورت گھروں سے نکلیں تو وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی رکھ سکتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کا کھلا رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ فقہائے اربعہ میں سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے کہ عورتوں کے لیے گھر سے باہر چہرے اور ہاتھوں کا کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک بھی یہ جواز اس وقت ہے جبکہ ان اعضاء کے کھلے رکھنے میں فتنہ کا خوف نہ ہو اگر فتنہ کا خوف ہو تو ان کے نزدیک بھی گھر سے باہر ان کا کھلا رکھنا جائز نہ ہوگا۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذا اخرجت المراۃ استشرفھا الشیطان (قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غری'' یعنی عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے۔

(یعنی اس کو لوگوں میں برائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے) صحیح ابن خزیمہ وابن حبان میں اس حدیث میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں و اقرب ماتکون من رحمۃ ربھا وھی فی قعر بیتھا یعنی عورت اپنے ربّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں مستور رہتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے اصل یہی ہے کہ وہ گھروں سے بلاضرورت باہر نہ نکلیں۔

ایک حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ (رواہ الطبرانی) یعنی عورتوں کا باہر نکلنے کے لیے کوئی حصہ نہیں البتہ اگر کوئی مجبوری پیش آجائے تو الگ بات ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپؐ نے صحابہ سے پوچھا "ای شئی خیر للمراۃ" عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے صحابہ کرام خاموش رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا پھر جب میں گھر گیا اور فاطمہؓ سے میں نے یہی سوال کیا تو انھوں نے فرمایا "لایرین الرجال ولا یرونھن" یعنی عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد انھیں دیکھیں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا یہ جواب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا تو آپؐ نے فرمایا صدقت انھا بَضعۃ منی" فاطمہؓ نے صحیح کہا بے شک وہ میرا ایک جز ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شرعی پردہ یہی ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں اور بوقت ضرورت باہر نکلیں تو پورے جسم کو چھپا کر نکلیں۔

پردہ کے معاملہ میں چونکہ بعض لوگوں کی جانب سے غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں اس لیے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو شرعی پردہ کا عادی بنائیں بے پردگی سے معاشرے میں کس قدر برائیاں پھیلتی ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ہر ذی فہم صاحب ہوش اسے اچھی طرح سمجھتا ہے۔

(۷) شراب اور دیگر منشیات اسلام میں قطعی حرام ہیں۔ شراب کو قرآن نے گندی چیز اور شیطانی عمل بتایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام برائیوں کی جڑ فرمایا ہے۔ شراب کی تباہ کاریوں سے کون واقف نہیں ہے۔ شراب کے علاوہ آج کل نئی نئی منشیات ایجاد

کرلی گئیں ہیں جیسے ڈرگس، ہیروئن وغیرہ۔ منشیات صحت کے لیے کس قدر مضر ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے اس کا عادی قوت مردانگی سے محروم ہو جاتا ہے اور سال دو سال کے استعمال سے خود زندگی ہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ دنیا کی اس تباہی و بربادی کے علاوہ آخرت کی تباہی اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من شرب الخمر فی الدنیا فمات هوید منها لم یتب لم یشربها فی الاخرة. (رواہ مسلم)

جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا اور شراب پینے کی اسی عادت کے ساتھ مر گیا اور توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں جنت یا جنت کی شراب سے محروم ہوگا۔

ایک اور حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **ان علی اللہ عهدا لمن اشرب المسکر ان یسقیه من طینة الخِبل.** (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے منشیات کے استعمال کرنے والوں کے لیے عہد کر رکھا ہے کہ انھیں جہنمیوں کا پسینہ اور ایک روایت کے اعتبار سے جہنمیوں کی پیپ پلائے گا۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب کا عادی جنت میں نہیں جائے گا۔ اور مسند احمد ہی کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شراب کا عادی قیامت کے دن اللہ کے حضور بت کے پجاری کی طرح پیش ہوگا غرضیکہ احادیث میں شراب نوشی کے سلسلے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ مسلم معاشرہ کو اس ام الخبائث اور گندی و ناپاک چیز سے پاک وصاف رکھنے کی بھرپور کوشش کرے۔ آج کل شراب نوشی وبائی امراض کی طرح پھیل گئی ہے اور ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بھی اس گندی عادت میں مبتلا ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ انھیں اس بری و مہلک عادت سے توبہ کی توفیق دے۔

موجودہ ذرائع ابلاغ مثلاً ٹی وی، وی، سی، آر ڈش انٹینا وغیرہ فحاشی، بے حیائی، جھوٹ فریب وغیرہ جرائم کی نشر و اشاعت اور ترغیب کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ ان کا استعمال بری سے بری صحبت سے زیادہ مضر اور نقصان دِہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے

ناچ باجا کے مٹانے کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہم آپ کے امتی اور آپ کی محبت کے مدعی ہو کر اپنی گاڑھی کمائی خرچ کر کے ان ناچ باجوں کو (اسباب کو) اپنے گھر میں لاتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں ذرا خیال فرمایئے ہمارا یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت سے کس قدر مخالف ہے۔ جس گھر میں تصویر اور گانے باجے کے آلات ہوتے ہیں ان میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ آج ہر طرف معاشی تنگی اور زبوں حالی کا رونا ہے مگر ہم جب خود اپنے گھروں سے رحمت کو دُور رکھنے کے اسباب فراہم کر رہے ہیں تو پھر یہ رونا دھونا کس بات کا ہے۔ مسلمانو! سوچو ذرا سی لذت چشم و گوش کے لیے ہم اپنی دنیا و آخرت کو کس طرح تباہ کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہمارا مسلم معاشرہ اس طرح کی دُنیا و آخرت کو تباہ کرنے والی چیزوں سے کلی طور پر پاک و صاف ہو۔

معزز سامعین!

اصلاح معاشرہ اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اس موقع پر ساری چیزوں کا ذکر نہیں کیا جا سکتا جمعیۃ علماء ہند مسلم معاشرہ کو ایک صالح معاشرہ بنانے کے لیے ایک عرصہ سے کوشاں ہے اور جنوری ۱۹۹۱ء سے اسی مقصد کے لیے اصلاح معاشرہ کے نام سے باقاعدہ ایک مستقل شعبہ کے تحت منظم طور پر خدمت انجام دے رہی ہے ظاہر ہے کہ اس طویل الذیل کام کا حق ادا نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ ملت کے دردمند اصحاب آگے نہ بڑھیں اور اپنے اپنے علاقوں میں اصلاح معاشرہ کی کوشش نہ کریں اگر ہمارے نوجوان اس کام میں دلچسپی لینے لگیں تو انشاء اللہ تھوڑی مدت میں کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے کی معلومات کے لیے شعبۂ اصلاح معاشرہ جمعیۃ علماء ہند سے رجوع اور اس کا تعاون ضروری ہے۔

(خطبات فدائے ملت، ص۲۹۰ تا ۲۹۸ خطبہ صدارت ۳۵واں اجلاس عام جمعیۃ علماء ہند، بمبئی)

حضرات علمائے کرام سے دردمندانہ خطاب

علمائے کرام: آپ پر ضروری ہے کہ سب سے پہلے مسلم معاشرہ کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ دیں۔ مادیت کا بڑھتا ہوا طوفان اور مغربی تہذیب کا روز افزوں سیلاب اسلامی روایات و اقدار پر اپنی گرفت مضبوط کرتا جا رہا ہے۔ جس کی بنا پر مسلم معاشرہ اسلامی تہذیب سے

بے گانہ ہورہا ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بے حیائی کے درجے تک پہنچ رہی ہے۔ جوا، سٹہ اور مسکرات کا استعمال ہمارے نوجوانوں میں رواج پذیر ہے۔ شادی اور نکاح کے موقع پر اسلامی رسوم کی جگہ مغربی طور وطریقہ اپنانے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ سودی کاروبار کی قباحت دلوں سے کم ہوتی جارہی ہے۔ اس لیے میری دردمندانہ گذارش ہے کہ آپ آنے والے خطرہ کا احساس کریں اور اپنی منتشر قوت کو اکٹھا کرکے پوری قوت کے ساتھ اس طوفان کا مقابلہ کریں، مسلم معاشرہ میں مذہبی احکام کی تعمیل کا جذبہ پیدا کریں اور ان تمام مہلک اور تباہ کن رسوم کی اصلاح کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور معاشی حالت کو تباہ کررکھا ہے نیز مسلمانوں کو تباہی وبربادی اور افلاس وہلاکت کے گڈھے میں دھکیل رہی ہیں۔

(۱) شادیوں میں دعوتوں کی حدود متعین کردی جائیں اور ان حدود سے کوئی تجاوز نہ کرے۔ اس طرح غمی کی رسوم میں مذہبی احکام کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔

(۲) شادی وغمی کی رسوم کی ادائیگی کے لیے سودی وغیر سودی قرضہ لینے کا سلسلہ قطعاً بند کردیا جائے۔

(۳) وہ تمام فضول اور لایعنی رسمیں جو محض ننگ وعار کے خیال یا صرف نام ونمود کی نمائش کے لیے انجام دی جاتی ہیں انھیں بالکلیہ ترک کردیا جائے۔

(۴) ناجائز اور غیر مشروع لہو ولعب مثلاً سینما ویڈیو، ٹیلی ویژن اور ناچ گانوں کی مجلسوں سے قطعی طور پر اجتناب کیا جائے۔

(۵) عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسنِ معاشرت کا معاملہ کیا جائے۔ ان کے شرعی حقوق سے غفلت نہ برتی جائے اور بلاوجہ انھیں اذیت پہنچانے بالخصوص بلا شدید شرعی ضرورت کے اور غیر مشروع طور پر طلاق دینے سے پرہیز کیا جائے۔

(۶) اور ہر قسم کی بداعمالیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف منظم طور پر جدوجہد کی جائے۔ ان تمام امور کی انجام دہی، نگرانی اور نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے اصلاح معاشرہ وغیرہ نام سے قومی انجمنیں قائم کی جائیں اور علماء کرام ان میں شامل ہوکر قوم کی رہنمائی کریں۔

(خطباتِ فدائے ملت، ص ۱۸۱ تا ۱۸۲ خطبہ صدارت تحفظ شریعت کانفرنس، دہلی)

مسلم معاشرہ کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کیلئے رہنما اصول

(۱) توحید، رسالت، آخرت وغیرہ بنیادی عقائد مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کیے جائیں قرآن وسنت کے تعلق سے عام مسلمانوں میں یہ یقین کامل پیدا کیا جائے کہ قرآن مقدس خدا کی آخری کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف وترمیم سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ یہ کتاب محفوظ ساری دنیا کے لیے ہدایت نامہ ہے ہر وہ عقیدہ ونظریہ اور عمل جو قرآن کے مخالف ہو وہ مردود و نامعتبر ہے۔

(۲) حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کی تفسیر وتشریح ہے اور اس کے احکام بھی قرآن کی طرح واجب العمل ہیں۔

(۳) مسلمانوں کو بتایا جائے کہ شریعت پر عمل کرنا عبادت ہے۔ حلال کھانا حلال روزی بھی کمانا عبادت ہے۔ اسی طرح ہر وہ اچھا کام جو خدا کی رضا کے لیے کیا جائے عبادت ہے لیکن اصطلاحی طور پر عبادت کا لفظ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، تلاوت قرآن پاک اور ذکر واذکار وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی عبادتوں کا پابند رہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کا پابند بنانے کو سعی کرے۔

(۴) مسلمانوں کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ بالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ کریں اور اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے غفلت اور سستی معاشرہ کو اخلاقی انارکی کی طرف لے جاتی ہے۔

(۵) مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے کہ شادی وغیرہ کی تقریبات میں سادگی کے پہلو کو بہر حال ترجیح دیں مسلمانوں کی معاشی واقتصادی بدحالی میں اسراف اور فضول خرچیوں کا نمایاں دخل ہے۔

(۶) عام مسلمانوں میں یہ یقین پیدا کیا جائے کہ جہیز کا مطالبہ خواہ زبانی ہو یا عرفی ناجائز ہے۔ اسلامی شریعت میں مطالبۂ جہیز کی قطعاً گنجائش نہیں جس کی پابندی ہر امیر و

غریب مسلمان پر لازم ہے۔ خاص طور پر حضرات علماء اور مسلم سماج میں سربرآوردہ لوگوں کو اس رسم بد کے خلاف عملی جدوجہد میں پہل کرنی چاہیے۔

(۷) مسلمانوں کو بتایا جائے بغیر کسی وجہ شرعی کے طلاق دینا فعل حرام ہے طلاق اسی وقت دینی چاہیے جب ازدواجی زندگی دوبھر ہو جائے اور طلاق نہ دینے کی صورت میں فتنہ کا اندیشہ ہو، پھر انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں اگرچہ ازروئے قرآن وحدیث فقہ اسلامی تینوں نافذ ہو جاتی ہیں لیکن طلاق کا یہ طریقہ شریعت کی نگاہ میں مذموم اور قابلِ سرزنش ہے لہٰذا اس سے احتراز کیا جائے۔

(۸) اسلامی پردہ کی جانب خواتین اسلام کو خصوصی طور پر متوجہ کیا جائے۔

(۹) مسلمانوں کو بتایا جائے کہ وہ آپسی تعلقات اور لین دین اور خرید وفروخت کے جو معاملات شریعت کے دائرے میں رہ کر انجام دیتے ہیں وہ بھی عبادت ہیں اور نماز روزہ وغیرہ عبادتوں کی طرح ان پر بھی ثواب ملتا ہے اور ان کی خلاف ورزی پر گناہ ملتا ہے۔ لہٰذا خلاف شریعت تمام معاملات سے مسلمانوں کو بچنے کی تلقین کی جائے۔ بالخصوص سود اور جوئے کی تمام شکلوں سے پورے طور پر مسلمانوں کو بچانے کی فکر کی جائے۔

(۱۰) موجودہ ذرائع ابلاغ موجودہ دور میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ صحیح دین سے محروم، اعلیٰ انسانی قدروں سے عاری اور آبرو باختہ ہیں جن کا سارا سرمایہ جھوٹ، فریب، فحاشی اور عریانی ہے وہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بچوں اور نوجوانوں کو جرائم پیشہ، فحاش اور آوارہ بناتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان ذرائع استعمال سے احتراز کریں۔

(۱۱) دینی تعلیم چونکہ عقائد، تصورات، نظامِ زندگی اور صالح روایات کی تلقین کا بہترین و مؤثر ذریعہ ہے اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سو فیصد اپنی اولاد کی دینی تعلیم کا انتظام اور بندوبست کریں اور اسے ہوا، پانی اور غذا سے بھی زیادہ اہمیت دیں۔

(۱۲) تہذیب وتمدن اور وضع قطع قوموں کی شناخت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اس

لیے مسلمانوں کو اپنی اسلامی وضع قطع اور تہذیب و تمدن کو کسی حال میں چھوڑ نا نہیں چاہیے اور اپنی اخلاقی و دینی قدروں پر مضبوط یقین رکھنا چاہیے۔

اصلاح معاشرہ کا یہ کام اگر چہ نہایت صبر آزما اور مشکل ہے کیونکہ یہ مسلسل و منظم جدوجہد کو چاہتا ہے۔ لیکن موجودہ نازک حالات و مشکلات کا سب سے کامیاب و پائیدار حل بھی یہی ہے اس لیے اپنی حفاظت و بقاء کے لیے اس مشکل کو انگیز کرنا ناگزیر ہے۔

(خطباتِ فدائے ملت، ص ۲۳۶ تا ۲۳۸ خطبہ صدارت محکمہ شرعیہ کانفرنس، مرادآباد)

اصلاحِ معاشرہ کی مہم میں تیزی لائیں

مغربی تہذیب کے غلبے اور ملک کے جاہلی رسوم و روایات کے بے پناہ فروغ کی وجہ سے مسلم معاشرہ بھی بُری طرح بگاڑ کا شکار ہو گیا ہے، جدھر نظر اُٹھا کر دیکھئے مغربی تہذیب و تمدن کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں، لین دین، تجارت، شادی بیاہ ہر چیز میں جاہلیت و مغربیت نظر آتی ہے، جوا، سٹہ، لاٹری، سینما بینی، ٹی وی، جہیز، شرابِ نوشی، بے پردگی نے ایک سیلاب کی شکل اختیار کر لی ہے، رشتوں کا احترام ختم ہوتا جا رہا ہے، بے حیائی، بدکاری تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس قسم کی تمام برائیوں کے انسداد کے لیے ضروری ہے کہ (۱) ان برائیوں و بے حیائیوں کے بارے میں شریعت میں جو احکام دیے گئے ہیں، ان کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جائے، (۲) مساجد کے ائمہ، مدارس کے اساتذہ خاص طور سے لوگوں کو صالح اعمال کی ترغیب اور بُرائیوں سے بچانے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کریں، (۳) محلے محلے میں اصلاحی کمیٹیاں بنائیں، (۴) اگر کوئی شرعی ترغیب و ترہیب کا اثر قبول نہ کرے تو سماجی مقاطعہ اور دباؤ سے بھی کام لیا جائے، (۵) ایک ایک فرد کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کی کوشش کی جائے، (۶) شادی بیاہ ولیمہ وغیرہ تقریبات، انتہائی سادگی سے شریعت کے مطابق انجام دینے کی کوشش ہونی چاہیے، (۷) جہیز (تلک) دینے لینے والے دونوں کا بائیکاٹ کریں، کیونکہ جہیز کی بیماری ایک ناسور کی شکل اختیار کر چکی ہے، اس کے چلتے بے شمار لڑکیاں، شادی کی عمر سے آگے نکل جاتی ہیں، بہتوں کی شادی نہیں ہو پاتی ہے، اس سے معاشرے میں بہت بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، اس بات کو ذہن میں راسخ اور زیادہ

سے زیادہ پھیلایا جائے کہ دلہن ہی جہیز ہے، (۸) طلاق کے شرعی اور صحیح طریقے بتائے جائیں، کہ بلاوجہ طلاق دینا شرعاً بہت بڑا گناہ اور بے شمار معاشرتی مسائل پیدا ہونے کا سبب ہے، بیک وقت تین طلاق دے ڈالنا انتہائی مذموم حرکت ہے اور اگر شوہر بیوی میں اختلاف ہو جائے تو اس کو دور کرنے کے واسطے، طرفین کے نیک بڑے بوڑھوں کی ثالثی کرائی جائے، انتہائی مجبوری کی حالت میں صرف ایک طلاع رجعی دی جائیٹ (۹) شرابیوں کا سماجی بائیکاٹ کریں اور لوگوں کو شراب جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام الخبائث کہا ہے، یعنی بُرائیوں کی جڑ، اس کے سماجی دینی مضر اثرات سے آگاہ کریں، (۱۰) سود کی حرمت بھی بتائیں اور لینے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ (۱۱) ٹی وی، وی سی آر، بے حیائی اور فحاشی پھیلانے والے جیسے ذرائع ابلاغ کو پوری طرح مسترد کر دیں۔ اور اصلاح معاشرہ کی مہم میں تیزی لائیں۔

(خطبات فدائے ملت، ص ۴۲۸ تا ۴۳۸ خطبہ صدارت ۲۶ واں اجلاس، عام جمعیۃ علماء، دہلی)

پردہ بہت ضروری ہے

مغربی تہذیب کے غلبہ اور ٹیلی ویژن وغیرہ کے فحش پروگراموں سے دیگر بہت سی برائیوں کے ساتھ بے پردگی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، ہر صاحب ایمان کی کوشش ہونی چاہیے کہ پردے پر سختی سے عمل کیا جائے، اس سے سماج سے بدکاری، زنا کاری اور دیگر سماجی برائیوں پر روک لگے گی، بے پردگی، شرعی طور پر ایک سنگین جرم اور حرام فعل ہے اور خدا کے قہر وغضب کو دعوت دینے والی ہے، اس لیے پردے کا اہتمام پر خصوصی زور دینا چاہیے، قرآن کریم نے صراحت سے حکم دیا ہے "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (الاحزاب-۳۳)" یعنی قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا جہالت (کفر) کے وقت میں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پردے کے سلسلہ میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرے کا پردہ نہیں ہے اور منہ کھول کر باہر نکلنا حرام نہیں ہے، یہ بالکل غلط ہے، اصل پردے کی چیز تو چہرہ ہی ہے، قرآن حکیم نے چہرے اور ہاتھ کو کھلا رکھنے کی جو اجازت دی ہے وہ مطلق نہیں ہے، بلکہ

گھروں میں رہنے والے صرف محرم کے سامنے عورت کو ہاتھ، چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے تا کہ گھریلو کام میں حرج نہ ہو، آپ سے گزارش ہے کہ ہر ممکن کوشش کرکے پردے کو فروغ دیں یہ کام پہلے اپنے گھر سے شروع کریں پھر رشتہ داروں، محلے، پڑوس میں اس کے بعد پوری آبادی میں اس نیک کام کے لیے محنت کریں۔ یہاں ایک قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ لڑکے، لڑکیوں کے بالغ ہو جانے پر جلد شادیاں کردی جائیں، غیر ضروری برابری اور مفروضہ معیار کی تلاش میں وقت ضائع نہ کریں اور ماں باپ جوانوں کی بے راہ روی، حرام اور آوارہ گردی کے جرم اور عذاب سے اپنے کو اور اولادوں کو بچانے کی سرتوڑ کوشش کریں۔
(خطباتِ فدائے ملت، ص ۵۵۳ تا ۵۵۴ خطبہ صدارت ۲۷واں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء، دہلی)

اسلامی تشخص کی حفاظت اور معاشرتی اصلاح کے لیے
چند رہنما خطوط

- ہماری گزارش ہے کہ اصلاح معاشرہ اور اسلامی تشخص کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے۔
- نوجوان داڑھی رکھیں، شرعی لباس اور اسلامی وضع قطع کا خیال رکھیں۔
- ائمہ مساجد، علماء کرام اور امت کے دیگر افراد حسب استطاعت منکرات وفواحش کو ختم کرنے کے لیے آگے آئیں۔
- ہمیں بات بات پر آپس میں لڑنے جھگڑنے اور اختلاف کو طول دینے سے بچنا چاہیے اور اللہ کے حکم "انما المومنون اخوۃ فاصلحو بین اخویکم" (الاحزاب) کے حکم کو ہر مسلمان فرض سمجھ کر اس کو ضروری سمجھے اور اس کے خلاف حرام سمجھ کر اس سے احتراز کرے۔
- اپنی مجلسوں کو جھوٹ، تہمتوں، غیبتوں اور جھگڑوں سے پاک کرو اور تقویٰ کو حاصل کرو تاکہ اللہ کی رحمت حاصل کرسکو۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسان اور کم خرچ والا نکاح باعث برکت

ہے، اس لیے شادیوں کو آسان بنائیں۔

- اولاد میں ماں باپ کا ادب اور خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ قرآن کریم میں توحید کے بعد و بالوالدین احسانا کا حکم دیا گیا ہے۔
- والدین اور خاندان کے بڑے لوگ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو حرام کاری، آوارہ گردی اور واہی تباہی سے بچانے کی پوری طرح بچپن سے کوشش کریں اور بالغ ہونے پر گھٹنے ٹیک کر شادی کی بھرپور کوشش کریں۔ تاکہ آوارہ گردی پر کنٹرول ہو سکے، اگر وہ اپنے فرض اور ذمہ داری کو محسوس نہیں کریں گے تو ان کی دنیا تباہ کرنے اور آخرت میں منہ کالا کرنے کا باعث ہوں گے، انھیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے، اولاد کی آوارہ گردی، حرام کاری اور آوارگی کو ختم کرنے کے لیے والدین اور خاندان کے بڑے ہمہ جہتی، مضبوط و موثر تحریک چلائیں۔
- ہمارے معاشرے میں ایک بڑی برائی یہ بھی ہے کہ غیر ضروری تکلفات اور خیالی اسٹیٹس تک پہنچ کر لڑکے لڑکیوں کی شادی کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، نتیجہ میں مختلف قسم کی سماجی، جنسی خرابیاں سماج میں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے اور حالات کا تقاضہ بھی ہے کہ ۱۶؍۱۸ سال کے بعد لڑکے لڑکیوں کی شادی کر دی جائے۔
- مقامی طور پر اصلاحی کمیٹیاں بنا کر اصلاح معاشرہ کے لیے کام کیا جائے۔
- ہر ممکن کوشش کر کے پردے کو فروغ دیں۔
- مختلف ذرائع سے پھیلنے والے فحش اور بیہودہ پروگراموں کے خلاف لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا جائے۔ تعمیری اور مثبت پروگراموں سے انھیں جوڑنے کی کوشش کی جائے۔

(خطباتِ فدائے ملت، ص ۶۳۱ تا ۶۳۲ خطبہ صدارت ۲۸ واں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء، دہلی)

○○

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۲

اصلاح معاشرہ
اور
ہماری ذمہ داریاں

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:
دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صالح معاشرہ کی تشکیل

ہر مسلمان مرد وعورت کی ذمہ داری ہے کہ ایمان وعقیدہ کی درستگی کے ساتھ خود بھی نیک اعمال کا خوگر ہو، برائیوں سے پرہیز کرے اور دوسروں کو بھی صالح بنانے کی کوشش کرے، اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی فکر اور جد وجہد کرے۔

☆ اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں اس امت کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" (سورہ آل عمران: ۱۱۰)

تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کو نفع رسانی کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خود بھی ایمان والے ہو۔

☆ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" (بخاری)

تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

ان سب ارشادات سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے ایمان اور عقیدہ کی درستگی کے ساتھ اپنے اعمال، اخلاق، عادات اور معاملات کو شریعت وسنت کے مطابق بنانے کی کوشش کرے لیکن صرف اپنے ایمان اور اعمال کی فکر کافی نہیں بلکہ درجہ بدرجہ اپنے اہل خانہ، اہل وعیال، اہل محلّہ، اہل شہر بلکہ تمام لوگوں کو نیکی کی راہ پر لانے کی فکر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ " والعصر " میں زمانے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ تمام انسان خسارے اور نقصان میں ہیں، سوائے ان کے جو ایمان والے ہوں، اچھے کام کریں، آپس میں ایک دوسرے کو صحیح بات کی تلقین کریں اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی تاکید کریں۔

ایمان کا ادنیٰ درجہ

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ“ (مسلم شریف)

یعنی تم میں سے جو شخص بھی کسی منکر (غلط کام) کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے نکیر کرے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے مٹائے یعنی دل میں برائی کو دیکھ کر کڑھن پیدا ہو اور اس برائی کو ختم کرنے کی فکر کرے، اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے نیچے ایمان کا معمولی درجہ بھی نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ذمہ داری بلا امتیاز ہر امتی کی ہے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔ حالات کا جائزہ لے، اور اپنے اردگرد جہاں بھی کوئی عملی، اخلاقی برائی نظر آئے اس کو ختم کرنے کی پوری کوشش کرے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اسی عمل کو قرآن وسنت کی زبان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، اور جگہ جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور اس عمل میں کوتاہی برتنے پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

☆ ایک حدیث میں فرمایا گیا:

”والَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ، لَتَأْمُرُنَّ بالْمَعْرُوفِ، وتَنْهَوُنَّ عَنِ المُنْکَرِ، أَوْ لَیُوشِکَنَّ اللّٰہ أَنْ یَبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَاباً مِنْ عِندِہِ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ ولا یُسْتَجابُ لَکُمْ“ (ترمذی)

فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ بہت جلد اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہارے اوپر عذاب بھیجے گا پھر تم اس سے دعائیں مانگو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔

☆ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

”مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُونَ عَلٰى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُونَ إِلَّا أَصَابَكُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ يَّمُوتُوا“ (ابوداؤد وابن ماجہ)

فرمایا کہ جو شخص بھی ایسی قوم میں ہو جن میں گناہ کئے جارہے ہوں اور وہ اس کے مٹانے پر قادر ہوں اور پھر بھی نہ مٹائیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کردے گا۔

معاشرہ کی حالت زار

اس وقت عام طور پر مسلم معاشرہ کی جو صورت حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، سب سے اہم عبادت نماز سے غفلت عام ہے، نشہ بازی، جوا، سٹہ اور طرح طرح کی مخرب اخلاق اور تباہ کن عادتوں میں معاشرہ کا بڑا طبقہ مبتلا ہے، شادی کے موقعہ پر فضول خرچی، تلک، جہیز اور لایعنی رسوم کی پابندی کی وجہ سے کتنے گھرانے تباہ ہورہے ہیں، ملٹی میڈیا موبائل کے غلط استعمال سے نوجوان طبقہ بے حیائی اور فحاشی کا شکار ہورہا ہے۔ گھروں میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہورہی ہے۔ یہ اور اس جیسی متعدد عملی اور اخلاقی خرابیوں میں معاشرہ تباہ ہورہا ہے۔

دوسری طرف ان جیسی خرابیوں کے ازالہ کے لئے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر یعنی اصلاح معاشرہ کے لئے جیسی مسلسل اور منظّم جدوجہد کی ضرورت ہے اس میں بھی عام طور پر کوتاہی ہورہی ہے جس کے نتیجہ میں امت میں عام طور پر بے چینی، پریشانی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔

ہماری ذمہ داریاں

ان حالات میں عام مسلمانوں اور خاص طور پر علماء کرام، ائمہ مساجد، متولیان مساجد، بستی اور برادری کے ذمہ دار افراد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے خود محنت کریں اور اس سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کے ساتھ عملی اور فکری تعاون پیش کریں۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ معاشرہ کی اصلاح اور رسم و رواج کو ختم کرنے کی محنت بہت قیمتی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا ہے۔ جب بھی دنیا میں بگاڑ پیدا ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی برگزیدہ بندہ کو نبوت سے سرفراز فرما کر قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔

داعی کے اوصاف

اب جبکہ اللہ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آ چکے اور آپ نے تبلیغ دین کا کام امت کے حوالہ فرما کر انھیں یہ ہدایت دی کہ جن لوگوں تک دین کی تعلیمات پہونچیں وہ دوسروں تک پہونچائیں، تو اب ختم نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت امت کے علماء، مشائخ، مصلحین، ائمہ اور فکرمند افراد کو عطا فرمائی ہے۔ اسلئے جو حضرات بھی اس سلسلہ میں اپنی صلاحیت، محنت اور وقت صرف کریں یہ ان کے لئے موجب سعادت ہے۔ خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ اس کام میں لگنا چاہئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس راہ میں مخالفت اور طعن و تشنیع کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ ''والعصر'' میں اس بات کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ اپنے ایمان وعقیدہ کی درستگی اور اعمال صالحہ کے اہتمام کے ساتھ ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کریں تو اس بات کی بھی تلقین کریں کہ حق کی اشاعت کی راہ میں آنے والی دشواریوں اور مشکلات پر صبر کریں، اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھنا ہے کہ جس خیر کی دعوت دی جائے خود اس پر عمل کی کوشش کی جائے۔ اور جس منکر سے دوسروں کو روکا جائے خود بھی اس سے پرہیز کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیں اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔

☆ ارشاد خداوندی ہے:

''اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ'' (البقرہ: ٤٤)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھلا دیتے ہو۔

حاصل یہ ہے کہ معاشرہ کا فساد اپنی انتہاء کو پہنچ چکا ہے جس کے نتیجہ میں امت بے چینی، پریشانی، ذلت ونکبت اور زبوں حالی میں مبتلا ہے اس لئے اس صورت حال کو بدلنے کے لئے ہر رخ سے محنت کرنا ضروری ہے، اور یہ محنت وقتی اور محدود نہیں ہونی چاہئے بلکہ پوری لگن ودلچسپی کے ساتھ جاری رہنی چاہئے۔

دارالعلوم دیوبند کا اقدام

اصلاح وتجدید دارالعلوم دیوبند اور اس کے فضلاء کی سرشت میں داخل ہے، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سید احمد شہید رحمہم اللہ تعالیٰ جس امانت کے حامل تھے وہ امانت علماء دیوبند کے خمیر کا حصہ ہے، فرنگی دور میں مسیحیت کے فتنے سے شروع ہوکر قادیانیت، شیعیت، شرک وبدعت، نیچیریت اور آریہ سماج وغیرہ جس دروازے سے بھی فساد وضلال نے دین کے چشمۂ صافی میں راہ پانے کی کوشش کی تو ارباب دارالعلوم سینہ سپر ہوکر کھڑے ہوئے ہیں اور ہر طبقۂ انسانی تک حق پہنچا کر دم لیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: مختصر وجامع تاریخ دارالعلوم)

☆ خصوصاً جب شدھی اور سنگھٹن کا فتنہ شدت اختیار کیے ہوئے تھا اور ایک مقام پر شدھ ہونے والے چند لوگوں نے کہا:

"مولوی جی! ہم اس لیے شدھ نہیں ہوئے کہ ہم کو ویدک دھرم یا آرریت، اسلام سے اچھا معلوم ہوتا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ آپ مسلمان بھائیوں نے ہماری خبر گیری نہیں کی.....الخ"۔ **(اسباب ارتداد اور انسداد پر ایک مختصر تبصرہ از شعبہ تبلیغ جمعیۃ علماء ہند، ص:۴۰)**

تو اس وقت کسی بھی دوسری اصلاحی تحریک سے آگے آگے علماء دیوبند طوفان کی طرح اٹھے اور ارتداد زدہ علاقوں کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی اصلاح وتبلیغ کی تحریک چلائی، مغربی یوپی کے بیشتر اضلاع کے دورے کیے، اصلاح وتبلیغ کے مراکز قائم کیے اور امت کو فتنۂ ارتداد سے بچالیا۔ (تفصیل کے لیے حوالہ بالا، ص:۳۹)

ان حالات میں "دارالعلوم سے مبلغین کا ایک وفد روانہ کیا گیا، وفد کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ.... تحریک نہایت منظّم اور وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے.....اس پر دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے پے در پے متعدد وفد روانہ کیے گئے آگرہ کو تبلیغی کاموں کا مرکز قرار دے کر علماء دیوبند کا دفتر کھولا گیا....." (تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱/۲۶۴)

الغرض عقائد یا اعمال کے اندر جب بھی کوئی بگاڑ آیا اس وقت ارباب دارالعلوم نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے اس وقت بھی دارالعلوم دیوبند کے اکابر اور اساتذہ کرام نے جب معاشرے کی بگڑتی ہوئی صورت حال کو دیکھا اور محسوس کیا کہ کہیں دیر نہ ہوجائے اور لوگ

کہیں پھر ہم سے یہ نہ کہنے لگیں کہ ''آپ علماء کرام نے ہماری خبر گیری نہیں کی'' تو باہمی مشورہ سے اصلاح معاشرہ کے لئے ایک نظام بنایا۔ پہلے مرحلہ میں دارالعلوم کے اساتذہ کرام اور مبلغین پر مشتمل اصلاح معاشرہ کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔اوراس کا ایک دفتر قائم کیا گیااور طے کیا گیا کہ دارالعلوم کے اساتذہ کرام اہل مساجد کی طلب پر طے شدہ نظام کے مطابق مساجد میں مصلیان کے سامنے اصلاحی بیانات فرمائیں گے۔جن میں ماحول اور حالات کے پیش نظر ضروری اصلاح طلب امور کو عنوان بنایا جائیگا۔ جہاں ضرورت ہوگی تعلیم قرآن اور تصحیح قرآن کے حلقے قائم کئے جائیں گے۔حسب طلب درس قرآن اور درس حدیث کا نظام بنایا جائے گا۔

کام کا آغاز

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تین مرحلوں میں دیوبند اور قرب وجوار کی ۱۲۰ مساجد کے متولیان کو دعوت دی گئی،اور دارالعلوم دیوبند کے مہمان خانہ میں ان حضرات کے سامنے اصلاح معاشرہ کی ضرورت اور افادیت بیان کرتے ہوئے دارالعلوم میں قائم شدہ اصلاح معاشرہ کمیٹی کے پروگرام کے بارے میں ان کو باخبر کیا گیا۔اور حضرات متولیان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی مساجد کے ذمہ داروں سے مشورہ کر کے اصلاحی بیان، تعلیم وتصحیح قرآن بیانِ مسائل اور درس قرآن وحدیث کے لئے اپنی اپنی مساجد میں دن اور وقت کی تعیین کر کے تحریری طور پر دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی (احاطہ مولسری) دارالعلوم دیوبند میں اطلاع دیدیں۔

صالح معاشرے کی تشکیل میں خواتین کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا یہ کسی سے مخفی نہیں ہے کہ ماں کی گود بچے کا سب سے پہلا مکتب ہوا کرتی ہے جب کہ یہ بھی عیاں ہے کہ بے پردگی، بے دریغ اجنبی مردوں سے اختلاط،شادی بیاہ کی رسموں پر اصرار، غیر اسلامی لباس جیسی بے شمار برائیاں مسلم خواتین میں بہت خطرناک شکل اختیار کر چکی ہیں،ایسے میں ضرورت ہے کہ اسلامی اصولوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ان میں بھی بیانات اور تعلیم کی شکلیں پیدا کی جائیں،اساتذہ دارالعلوم اس خدمت کے لیے ان شاءاللہ تیار رہیں گے۔

تمام شرکاء مجلس نے دارالعلوم کے اس اقدام کی تحسین کی اور اصلاح معاشرہ کی

ضرورت کا اظہار واعتراف کرتے ہوئے اپنے عملی تعاون کا یقین دلایا۔

الحمد للہ مساجد کی طرف سے اطلاعات موصول ہونی شروع ہوگئی ہیں، اور حسب طلب مساجد میں حضرات اساتذۂ کرام کے بیانات بھی ہورہے ہیں۔

ضرورت ہے کہ تمام حضرات مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں اور اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیں۔

اطراف دیوبند میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے گاؤں میں بکثرت اساتذۂ دارالعلوم کی آمد ورفت ہورہی ہے ان کے اصلاحی بیانات سے مفید اثرات مرتب ہورہے ہیں، اصلاح معاشرہ کمیٹی ضروری موضوعات پر پمفلٹ اور کتابچے بھی مفت تقسیم کررہی ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر گھر میں دینی رہنمائی میں معاون ہوں گے، قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ کو پڑھ کر یہ احساس ہوگا کہ شریعت ودین کا ہم سے کیا مطالبہ ہے؟ اگر گھروں میں ان کی تعلیم کا ماحول بنایا جائے گا تو مفید اثرات مرتب ہوں گے۔

نوٹ: احاطہ مولسری دارالعلوم دیوبند میں اصلاح معاشرہ کمیٹی کا دفتر روزانہ (جمعہ کے علاوہ) اس وقت صبح ۱۱؍بجے سے ۱؍بجے تک کھلا رہتا ہے، یہ وقت مدرسہ کے اوقات کے مطابق بدلتا بھی رہے گا، یہاں کمیٹی کے کنویز جناب مولانا محمد مزمل بدایونی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند اور دوسرے کارکنان موجود رہتے ہیں، اہل شہر واطراف دفتر میں تشریف لاکر ملاقات کریں اور اپنی مساجد کے لئے نظام طے کریں۔

کنویز صاحب کا رابطہ نمبر مندرجہ ذیل ہے۔

9897501087

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۳

اصلاحِ معاشرہ کا طریقۂ کار

تحریر

جناب مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری

مفتی واستاد حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح معاشرہ کی ضرورت اور اس کا طریقۂ کار

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد:

معاشرہ کی اصلاح اور منکرات پر نکیر ہر مسلمان بالخصوص علماء کرام اور ائمہٴ مساجد کی دینی اور منصبی ذمہ داری ہے، معاشرہ کی اصلاح کے بغیر مسلمانوں کے لئے عزت وعافیت کی امید رکھنا محض فریب ہے، جمعیۃ علماء ہند اور دیگر ملی تنظیمیں جو مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور ترقی کے لئے کوشاں ہیں ان کے دائرۂ کار میں اصلاح معاشرہ کی تحریک بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ ذیل میں اصلاح معاشرہ کے کام کو موٴثر بنانے کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں ان کے بارے میں کچھ اشارات ذکر کئے جارہے ہیں:

(۱) فرد کی اصلاح

جو شخص بھی اصلاحی تحریک لے کر کھڑا ہو وہ اس وقت تک ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ خود اپنی ذات پر اصلاح کے اثرات نمایاں نہ کرلے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو معصومیت یعنی گناہوں سے محفوظ رہنے کی صفت سے سرفراز فرمایا ہے، تاکہ جب وہ دعوتی میدان میں جائیں تو کوئی ان کی ذاتی زندگی پر انگلی نہ اٹھاسکے۔ نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے پہلے چالیس سالہ حیات طیبہ ایسی پاکیزہ تھی کہ قرآنِ کریم میں اسے بطور شہادت بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (یونس ۱۶)﴾ (کیوں کہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں سوچتے) اس لئے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اصلاح کرنے والے افراد اپنے قول وعمل میں مکمل مطابقت کی کوشش کریں اور تضاد روی سے بچتے رہیں، اس لئے کہ یہ تضاد روی اصلاح معاشرہ کی تحریک کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ گویا کہ سم قاتل

ہے۔ بالخصوص جو حضرات بفضل خداوندی دینی وملی جماعتوں اور اداروں کے ذمہ دارانہ مناصب پر فائز ہیں انہیں حد درجہ محتاط رہنے اور تہمت کے مواقع سے بچنے کی ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ کسی متبع سنت شیخ کامل سے اصلاح کا تعلق قائم کر کے ان کی ہدایات پر عمل کریں تو انشاء اللہ اصلاح کی زیادہ امید ہوگی۔ ہماری طبعیت میں ایسا اعتدال اور انصاف پسندی کا جذبہ ہونا چاہئے کہ اگر کوئی شخص ہماری کسی بات پر اعتراض کرے تو ہم اس پر غیظ وغضب کے اظہار کے بجائے اپنی زندگی کا جائزہ لیں، اور اگر کہنے والے کی بات بجا ہو تو اسے قبول کرنے میں دریغ نہ کریں۔

(۲) گھر کی اصلاح

اپنی اصلاح کے بعد دوسرا مرحلہ اپنے گھرانے کی اصلاح کا آتا ہے یعنی جو لوگ ہمارے ماتحت ہیں خواہ وہ بیوی ہو، یا بچے ہوں، یا اور قریبی اعزہ ہوں ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ وہ سب اولین اصلاح قبول کرنے والوں میں شامل ہوں۔ چناں چہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی نے حکم دیا: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ. (الشعراء: ۲۱۴)﴾ (اور ڈرسنائیے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو) اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آدمی خود داعی ہو لیکن اس کے گھر والوں میں منکرات پائے جائیں تو عام لوگ اس کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔

(۳) عوامی اصلاح

اس کے بعد ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ پورا مسلم معاشرہ منکرات سے بچ جائے اور منکرات خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ان سب پر نکیر کرنے کی ضرورت ہے، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ تحریک اصلاح معاشرہ کا تعلق صرف شادی بیاہ کی رسومات سے ہے حالاں کہ یہ سمجھنا درست نہیں ہے، منکر بہر حال منکر ہے خواہ وہ تقریبات میں ہو، معاشرت میں ہو، معاملات میں ہو یا عبادات میں ان سب میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

جس طرح سرکاری محکمۂ صحت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ شہر میں نگاہ رکھے اور جو وبائی مرض پھیل رہا ہو یا جس مرض کے پھیلنے کا خطرہ ہو اس کے سد باب کے لئے فوری طور پر دوا اور علاج اور احتیاطی تدابیر اپنانے کا اعلان کرے۔ اسی طرح ہر علاقہ اور شہر کے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ آبادی میں پھیلنے والے منکرات پر نگاہ رکھیں اور ایک ایک منکر کو معاشرہ سے مٹانے کے لئے مناسب تدبیریں اور اسباب اختیار کریں، ورنہ معاشرہ اخلاقی اور روحانی اعتبار سے تباہ اور برباد

ہوجائے گا۔ اس دین کی بقا کا مدار ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہے، اگر اس کام کو جاری نہ رکھا جائے تو امت کبھی بھی عافیت سے نہیں رہ سکتی۔ اب اصلاح کے کیا طریقے اپنائے جائیں یہ بات قابل غور ہے اس سلسلہ میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی فکر کو اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہے تو اس کے لئے کام کرنے کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں۔ یہی حال اصلاح معاشرہ کی تحریک کا بھی ہے کہ اس کے لئے کوئی خاص طریقہ شرعی طور پر متعین نہیں ہے بلکہ جب اور جس موقع پر جو صورت مناسب ہو اسے اختیار کیا جا سکتا ہے، تاہم اس راہ میں جو طریقے تجربہ سے مفید ثابت ہوئے ہیں ان کو ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

(۱) درسِ قرآنِ کریم

اللہ کی کتاب قرآنِ مقدس سے زیادہ ہدایت کی تاثیر کسی چیز میں نہیں پائی جاتی، اس لئے علماء کو چاہئے کہ وہ مساجد میں درسِ قرآن کا سلسلہ ضرور جاری کریں اس کا نفع عام اور تام ہے، خود درس دینے والا اس کے مبارک اثرات کو محسوس کر سکتا ہے اور اس کے سامعین خواہ مختصر ہی کیوں نہ ہوں لیکن وہ اثر قبول کئے بغیر نہیں رہتے۔ قرآنِ پاک کا مخصوص اندازِ تعبیر دلوں کی بند کھڑکیوں کو کھولنے میں سب سے زیادہ اثر رکھتا ہے، اور اس کی بے لاگ لپٹ ضمیر کو جھنجھوڑنے والی آیتیں منٹوں سکنڈوں میں دل کی دنیا بدل دیتی ہیں، اور اہل ایمان کے دلوں میں ایمانی حلاوت اور چاشنی میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَاناً. (الأنفال: ۲)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اللہ کا کلام پڑھا جائے تو ان کا ایمان زیادہ ہو جائے۔

(۲) درس حدیث شریف

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے امت کے لئے ایسی قیمتی ہدایات دی ہیں جن پر عمل کر کے دینی و دنیوی فلاح حاصل کی جا سکتی ہے اس لئے جابجا درس حدیث کا سلسلہ بھی جاری کرنا چاہئے۔ اس میں یا تو کسی کتاب مثلاً ریاض الصالحین یا مشکاۃ شریف کو سامنے رکھ کر بالترتیب درس دیا جائے، یا پھر حالات کے اعتبار سے احادیث منتخب کر کے گفتگو کی جائے۔

(۳) اصلاحی جلسے

تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ موجودہ دور میں منکرات پر نکیر کے لئے عمومی انداز میں اصلاحی بیانات کا سلسلہ جاری رکھنا بھی مفید ہے، اور بہتر یہ ہے کہ یہ جلسے صرف مساجد میں نہ ہو کر میدانوں اور پبلک مقامات پر رکھے جائیں؛ تا کہ وہ طبقہ جو مساجد سے دور ہے اس کے کانوں میں بھی آواز پہنچے۔

(۴) نوجوانوں کی خصوصی میٹنگیں

اس دور میں نوجوان طبقہ منکرات وفواحش میں سب سے زیادہ مبتلا ہے اس لئے خاص طور پر ہر ہر محلہ میں اور بستی میں نوجوانوں کو جوڑ کر ان سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے، الحمد للہ اس سلسلہ کے بھی مفید اثرات ہم نے محسوس کئے، اور اندازہ ہوا کہ ہزار خرابیوں کے باوجود ہمارے نوجوان بات کو سمجھنے کے لئے تیار ہیں بس ان پر محنت کرنے اور انہیں مانوس کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) اصلاحی کمیٹیاں

علاقہ کے بااثر افراد علماء، ائمہ اور نوجوانوں کو جوڑ کر اصلاحی کمیٹیوں کی تشکیل اور پھر ان کی سرگرمیوں کی نگرانی بھی ایک اہم کام ہے، جہاں جہاں بھی اس سلسلہ میں محنت ہوئی ہے اس کے اچھے اثرات سامنے آئے ہیں۔

(۶) ہفتہ واری اجتماعات

اصلاحی کام کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے ہفتہ واری اصلاحی اجتماع کا تجربہ بھی کامیاب ثابت ہوا ہے اس اجتماع میں پورے شہر کا جوڑ رکھا جائے اور مختصر وقت میں حالات کی مناسبت سے اصلاحی گفتگو کی جائے تو لوگ اسے بآسانی قبول کرتے ہیں۔ الحمد للہ شہر مرادآباد میں یہ سلسلہ پانچ چھ سال سے بلا ناغہ جاری ہے، ہر جمعہ کو مغرب کے بعد جامع مسجد میں آدھے گھنٹہ کا اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں مقررہ نظام کے مطابق شہر کے کسی عالم کا خطاب ہوتا ہے اور اس میں سینکڑوں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

(۷) جمعہ کے بیانات

الحمد للہ جمعہ کی نماز میں مساجد میں بڑا اجتماع ہوتا ہے، اس اجتماع کو مزید مفید بنانے کے لئے اس موقع پر مختصر اصلاحی گفتگو بڑے بڑے جلسوں سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہے؛ اس

لئے علماء اور ائمہ کو چاہئے کہ وہ آسان اور مثبت انداز میں جمعہ کی اذان ثانی سے پہلے یا نماز کے بعد مستند اصلاحی بیانات کا سلسلہ جاری رکھیں۔

(۸) خواتین کے اجتماعات

گاہے بگاہے مختلف محلوں میں خواتین کے اجتماعات سے بھی اصلاحی ماحول بنانے میں مدد ملتی ہے، لیکن ضروری ہے کہ پردہ کا معقول انتظام ہو اور بیان کرنے والا کوئی مستند عالم ہو۔

(۹) انسداد منکرات مہم

عام اصلاحی پروگراموں میں تو عمومی انداز میں سب منکرات پر روشنی ڈالی جاتی ہے لیکن جب کوئی منکر اور گناہ زیادہ تیزی سے پھیلنے لگے تو خاص اس گناہ کے سد باب کے لئے اسی کو عنوان بنا کر کوشش کرنی چاہئے۔ مثلاً شعبان کے مہینہ میں بہت سی جگہوں پر آتش بازی کا رواج ہے تو اس رسم بد کو مٹانے کے لئے مستقل مہم چلائی جائے، اسی طرح آج کل فحاشی اور عریانیت بڑھتی جارہی ہے تو اس کے سد باب کے لئے ''انسداد فحاشی مہم'' جابجا چلانے کی ضرورت ہے۔ اس مہم کے دوران عمومی اور خصوصی میٹنگیں کی جائیں، اسکول اور کالجوں میں اصلاحی پروگرام رکھے جائیں او مختلف زبانوں میں مؤثر پمفلٹ شائع کئے جائیں اور انہیں گھر گھر پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

(۱۰) اصلاحی لٹریچر کی اشاعت

گھروں میں دینی ماحول بنانے کے لئے موجودہ دور میں لٹریچر بھی بہت ضروری ہے، چھوٹے چھوٹے پمفلٹ، کتابچے چھاپ کر مناسب قیمت میں انہیں لوگوں تک پہنچانا چاہئے۔

(۱۱) انفرادی اصلاح کی جد و جہد

اجتماعی جد و جہد کے ساتھ انفرادی ملاقاتوں اور اپنے ہم جنسوں کی ذہن سازی بھی ایک اہم کام ہے اس سے بھی غافل نہیں رہنا چاہئے اور اس کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں ہے بس یہ خیال رہے کہ اس میں تحقیر یا تشدد کا عنصر شامل نہ ہو، بلکہ شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ غالب رہے۔

مذکورہ بالا امور کو سامنے رکھ کر اگر دل جمعی تسلسل اور خلوص سے محنت کی جائے گی تو انشاء اللہ اس کے اثرات ضرور سامنے آئیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ❑❖❑

مسلم معاشرہ کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کیلئے رہنما اصول

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ صدر جمعیۃ علماء ہند

(۱) توحید، رسالت، آخرت وغیرہ بنیادی عقائد مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کیے جائیں قرآن وسنت کے تعلق سے عام مسلمانوں میں یہ یقین کامل پیدا کیا جائے کہ قرآن مقدس خدا کی آخری کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف وترمیم سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ یہ کتاب محفوظ ساری دنیا کے لیے ہدایت نامہ ہے ہر وہ عقیدہ ونظریہ اور عمل جو قرآن کے مخالف ہو وہ مردود ونامعتبر ہے۔

(۲) حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کی تفسیر وتشریح ہے اور اس کے احکام بھی قرآن کی طرح واجب العمل ہیں۔

(۳) مسلمانوں کو بتایا جائے کہ شریعت پر عمل کرنا عبادت ہے۔ حلال کھانا حلال روزی بھی کمانا عبادت ہے۔ اسی طرح ہر وہ اچھا کام جو خدا کی رضا کے لیے کیا جائے عبادت ہے لیکن اصطلاحی طور پر عبادت کا لفظ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوت قرآن پاک اور ذکر واذکار وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی عبادتوں کا پابند رہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کا پابند بنانے کو سعی کرے۔

(۴) مسلمانوں کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ وہ بالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ کریں اور اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے غفلت اور سستی معاشرہ کو اخلاقی انارکی کی طرف لے جاتی ہے۔

(۵) مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے کہ شادی وغیرہ کی تقریبات میں سادگی کے پہلو کو بہرحال ترجیح دیں مسلمانوں کی معاشی واقتصادی بدحالی میں اسراف اور فضول خرچیوں کا نمایاں دخل ہے۔

(۶) عام مسلمانوں میں یہ یقین پیدا کیا جائے کہ جہیز کا مطالبہ خواہ زبانی ہو یا عرفی ناجائز ہے۔ اسلامی شریعت میں مطالبۂ جہیز کی قطعاً گنجائش نہیں جس کی پابندی ہر امیر وغریب مسلمان پر لازم ہے۔ خاص طور پر حضرات علماء اور مسلم سماج میں سربرآوردہ لوگوں کو اس رسم بد کے خلاف عملی جدوجہد میں پہل کرنی چاہیے۔

(۷) مسلمانوں کو بتایا جائے بغیر کسی وجہ شرعی کے طلاق دینا فعل حرام ہے طلاق اسی وقت دینی چاہیے جب ازدواجی زندگی دوبھر ہو جائے اور طلاق نہ دینے کی صورت میں فتنہ کا اندیشہ ہو، پھر انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں اگر چہ ازروئے قرآن وحدیث فقہ اسلامی تینوں نافذ ہو جاتی ہیں لیکن طلاق کا یہ طریقہ شریعت کی نگاہ میں مذموم اور قابلِ سرزنش ہے لہٰذا اس سے احتراز کیا جائے۔

(۸) اسلامی پردہ کی جانب خواتین اسلام کو خصوصی طور پر متوجہ کیا جائے۔

(۹) مسلمانوں کو بتایا جائے کہ وہ آپسی تعلقات اور لین دین اور خرید وفروخت کے جو معاملات شریعت کے دائرے میں رہ کر انجام دیتے ہیں وہ بھی عبادت ہیں اور نماز روزہ وغیرہ عبادتوں کی طرح ان پر بھی ثواب ملتا ہے اور ان کی خلاف ورزی پر گناہ ملتا ہے۔ لہٰذا خلاف شریعت تمام معاملات سے مسلمانوں کو بچنے کی تلقین کی جائے۔ بالخصوص سود اور جوئے کی تمام شکلوں سے پورے طور پر مسلمانوں کو بچانے کی فکر کی جائے۔

(۱۰) موجودہ ذرائع ابلاغ موجودہ دور میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ صحیح دین سے محروم، اعلیٰ انسانی قدروں سے عاری اور آبرو باختہ ہیں جن کا سارا سرمایہ جھوٹ، فریب، فحاشی اور عریانی ہے وہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بچوں اور نوجوانوں کو جرائم پیشہ، فحاش اور آوارہ بناتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان ذرائع استعمال سے احتراز کریں۔

(۱۱) دینی تعلیم چونکہ عقائد، تصورات، نظامِ زندگی اور صالح روایات کی تلقین کا بہترین وموثر ذریعہ ہے اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سو فیصد اپنی اولاد کی دینی تعلیم کا انتظام اور بندوبست کریں اور اسے ہوا، پانی اور غذا سے بھی زیادہ اہمیت دیں۔

(۱۲) تہذیب وتمدن اور وضع قطع قوموں کی شناخت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو اپنی اسلامی وضع قطع اور تہذیب وتمدن کو کسی حال میں چھوڑنا نہیں چاہیے اور اپنی اخلاقی ودینی قدروں پر مضبوط یقین رکھنا چاہیے۔

اصلاح معاشرہ کا یہ کام اگر چہ نہایت صبر آزما اور مشکل ہے کیونکہ یہ مسلسل ومنظم جدوجہد کو چاہتا ہے۔ لیکن موجودہ نازک حالات ومشکلات کا سب سے کامیاب وپائیدار حل بھی یہی ہے اس لیے اپنی حفاظت وبقاء کے لیے اس مشکل کو انگیز کرنا ناگزیر ہے۔

(خطباتِ فدائے ملت، ص ۲۳۶ تا ۲۳۸ خطبہ صدارت محکمہ شرعیہ کانفرنس، مرادآباد)

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۴

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور امانت داری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا﴾. (النساء:۵۸)

’’بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو پہونچاؤ‘‘۔

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو، اس حکم کا مخاطب ہر وہ شخص ہے جو کسی امانت کا امین ہے، اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن کریم نے لفظ امانت بصیغۂ جمع استعمال کر کے اشارہ کر دیا کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو، جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے، بلکہ امانت کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں حکومت کے عہدے بھی داخل ہیں، اور مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے، ان کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں، آیت میں ان سب امانتوں کا حق ادا کرنا شامل ہے۔

(معارف القرآن: ج۲،ص:۴۴۷)

قرآن کریم کی اس آیت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امانت کا ادا کرنا لازم ہے، چاہے وہ امانت کسی کی بھی ہو اور چاہے وہ شخص کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو، اگر کسی شخص نے دنیا میں کسی کا حق ادا نہیں کیا تو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کو قیامت میں امانت کے بدلے میں اپنے

اعمالِ صالحہ روزے اور نماز دینے ہوں گے، کیونکہ آخرت میں دنیا کے مال ومتاع کی کوئی قیمت نہ ہوگی بلکہ وہاں اللہ کی رحمت اور عذاب کے لیے آدمی کے کاموں کو بنیاد بنایا جائے گا۔

اس آیت کے اترنے کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ''عثمان بن طلحہ'' کے پاس خانۂ کعبہ کی چابی رہا کرتی تھی جب مکہ معظّمہ کو فتح کیا تو عثمان سے چابی منگوائی، وہ چابی لیکر آئے اور اپنے ہاتھ سے کعبۃ اللہ کی چابی یہ کہہ کر دی کہ یہ امانت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے کعبہ کو کھولا اور اندر گئے جب باہر آئے تو بڑے بڑے صحابہ اس کی آرزو کر رہے تھے کہ اللہ کے گھر کی چابی اللہ کے رسول ﷺ ہمیں عنایت فرمادیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، چنانچہ آپ نے کعبہ کی چابی عثمان ہی کو واپس کی حالانکہ سب لوگ لکھتے ہیں کہ اس وقت تک ''عثمان بن طلحہ'' ایمان نہیں لائے تھے اس واقعہ کے بعد حضرت محمد ﷺ کے انصاف کو دیکھ کر ایمان لائے ہیں، یہ بات قابل غور ہے کہ عثمان اگرچہ مسلمان نہیں تھے لیکن امانت کی ایسی اہمیت ہے کہ اس کو اسی کے ہاتھ تک پہونچایا جائے گا جس ہاتھ سے لیا ہے اس سے کوئی بحث نہیں کہ مسلمان کا ہاتھ ہے یا غیر مسلم کا۔

﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضاً فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ أَمَانَتَه' وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّه'﴾.

(البقرہ:۲۸۳)

''پھر اگر ایک دوسرے پر اعتبار کرے تو چاہیے کہ جس پر اعتبار کیا وہ اپنی امانت کو پورا ادا کردے اور اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا ربّ ہے''۔

(ترجمہ: شیخ الہند)

حاصل اس ارشاد کا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے مستحقین کو پہنچادے، رسول کریم ﷺ نے ادائے امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو:

”جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔“ (معارف القرآن: ج۲،ص:۴۴۶)

﴿اَلَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾.

(المومنون: ۷،المارج:۳۲)

”اور (بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی) جو اپنی (سپرد میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا (جو کسی معاہدہ کے ضمن میں کیا ہو یا ویسے ہی ابتداً کیا ہو) خیال رکھنے والے ہیں“۔

امانت کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہو، اس کی قسمیں چونکہ بے شمار ہیں، اس لیے اس کو بصیغۂ جمع لایا گیا، تا کہ امانت کی سب قسموں کو شامل ہو جائے خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔

حقوق اللہ سے متعلق امانات میں تمام شرعی فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور تمام بُرے کاموں سے پرہیز کرنا ہے اور حقوق العباد سے متعلق امانات میں مالی امانت کا داخل ہونا تو معروف ومشہور ہے اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کہی وہ بھی اس کی امانت ہے، بغیر اجازت کے کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے، مزدور، ملازم کو جو کام سپرد کیا جائے اس کے لیے جتنا وقت خرچ کرنا باہم طے ہو گیا ہے اس میں اس کام کو پورا کرنے کا حق بھی امانت ہے، کام کی چوری یا وقت کی چوری خیانت ہے، کسی بھی جگہ ملازمت کرنے والے کو یہ آیت مبارکہ اپنے سامنے رکھنی چاہیے۔ (معارف القرآن:۶-۲۸۶)

﴿وَأَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾.

(بنی اسرائیل:۳۷)

”اور عہد کو پورا کیا کرو بے شک ایسے عہد کی (قیامت میں) باز پرس ہونے والی ہے“۔

عہد میں تمام احکامِ الٰہیہ اور تمام معاہدے جو لوگوں کے درمیان ہوتے

ہیں داخل ہیں، معاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ دو فریق کے درمیان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد ہوا اور جو کوئی کسی سے یک طرفہ وعدہ کر لیتا ہے کہ میں آپ کو فلاں چیز دوں گا، یا فلاں وقت آپ سے ملوں گا یا آپ کا فلاں کام کر دوں گا ان سب کا پورا کرنا واجب ہے اور عہد کے مذکورہ حکم میں داخل ہے۔

(معارف القرآن: ج ۵، ص ۴۸۰)

﴿وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾.

(الانعام: ۱۵۳)

''اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو)''۔

عہد دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو بندہ اور اللہ کے درمیان ہیں، جیسے ازل میں بندے کا یہ عہد کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے، اس عہد کا لازمی اثر اس کے احکام کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی سے ہوتا ہے، یہ عہد تو ہر انسان نے ازل میں کیا ہے، خواہ وہ دنیا میں مؤمن ہو یا مومن نہ ہو، دوسرا عہد مومن کا ہے، جو شہادت ''لا الہ الأ اللّٰہ'' کے ذریعے کیا گیا ہے۔

عہد کی دوسری قسم وہ ہے جو انسان کسی دوسرے انسان سے کرتا ہے، جس میں تمام معاہداتِ سیاسی، تجارتی معاملات شامل ہیں، جو افراد یا جماعتوں کے درمیان دنیا میں ہوتے ہیں۔

پہلی قسم کے تمام معاہدات کا پورا کرنا انسان پر واجب ہے، اور دوسری قسم میں جو معاہدات خلافِ شرع نہ ہوں اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

(دو آدمیوں کا آپس میں کوئی معاہدہ یا ایک شخص کا کوئی وعدہ کر لینا یہ بھی ایک طرح سے امانت ہی کے ماتحت آئیگا وعدہ کو پورا کرنا چاہیے جس سے وعدہ کیا

گیاہے زندہ ہے یا مر گیا امانت داری ہے اور وعدہ سے مکر جانا خیانت کہلائے گا)۔

(معارف القرآن: ج ۵، ص: ۲۷۹)

امانت داری سے متعلق کچھ حدیثیں

﴿عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا قَالَ: لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ﴾.

(رواه البيهقي)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں تقریر کی ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو: ''جس میں امانت کی خصلت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں''۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ خیانت اور بدعہدی کرنے والا انسان مومن کامل نہیں ہوسکتا، چاہے وہ کتنا ہی ایمان کا دعویٰ کرے۔

﴿رَوَى أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رُسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ﴾.

(أخرجه الدار قطني)

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا آپ نے فرمایا: جو شخص تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو، اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ تم خیانت نہ کرو''۔

ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑا اور لڑائی کرنے والے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اگرچہ اسلام میں ہر انسان کو بدلہ لینے کا حق حاصل ہے، لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کامل ایمان رکھنے والے، مومن کے لیے یہی ہے کہ وہ بُرا سلوک کرنے والے کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور عفوو درگزر کا معاملہ کرے۔

﴿عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثَةٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾. (رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے (۳) جب اس کو کسی چیز کا امین بنا دیا جائے تو خیانت کرے''۔

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً وَإِنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ﴾.

(رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار عادتیں ایسی ہیں جس میں چاروں جمع ہو جائیں وہ منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۳) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۴) جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے''۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بُری عادتیں مسلمانوں کی عادتیں نہیں، بلکہ ان کے کرنے والے ایمان سے محروم لوگ منافق ہوا کرتے ہیں، جن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اس لیے ہر مومن کو ایسی عادتوں سے اپنے آپ کو پاک کرنا چاہیے۔

﴿عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقَبَّلُوا لِي سِتًّا أَتَقَبَّلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ، قَالُوا: وَمَا هِيَ؟ قَالَ: ''إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ''﴾.

(المستدرک، رقم الحدیث: ۸۰۶۷)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ چھ باتوں کی ذمہ داری لے لوتو میں تمہارے لیے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں، تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ چھ باتیں کیا کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: (۱) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ کرے، (۳) جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت نہ کرے، (۴) اور اپنی نگاہیں نیچی رکھا کرو (یعنی جس پر نظر ڈالنا حرام ہے اس پر نظر نہ ڈالو)، (۵) اپنے ہاتھوں کو روکو (ظلم کرنے سے)، (٦) (اور حرام کاری سے) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو''۔

ہر مسلمان کو یہ تعلیمات اپنی زندگی میں اتارنا چاہئے اور اسلام کا صحیح اور مکمل نمونہ بنکر دنیا کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہئے تا کہ دنیا اور آخرت آباد ہو سکے۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۔ (الاحزاب:۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (قرآن)

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۵

اسلام اور پڑوسی

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور پڑوسی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

اسلام نے جہاں معاشرت اور رہن سہن کو بہتر بنانے کے لیے اچھی ہدایات اور تعلیمات دی ہیں، وہاں پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید بھی کی ہے، کیونکہ اس سے ایک دوسرے سے قربت ہوتی ہے، محبت بڑھتی ہے اور انسانیت نکھر کر سامنے آتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾.

(النساء:۳۶)

’’اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہلِ قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربار کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی (خواہ کسی دھرم کا ماننے والا ہو) کے ساتھ بھی اور دُور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور پاس بیٹھنے والے کے ساتھ بھی اور راہ گیر (مسافر) کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہوں بے شک اللہ کو اترانے والا بڑائی کرنے والا اچھا نہیں لگتا‘‘۔

(بیان القرآن)

(یہ اہلِ حقوق اگر مسلمان نہ بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرے، البتہ جس طرح کسی رشتہ دار کا حق رشتہ داری کی وجہ سے زیادہ ہوگا اسی طرح مسلمان کا حق اسلام کی وجہ سے زائد ہوگا)

نیز اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی پڑوسی کا حق نہیں ہے جو پڑوس کے گھر میں لمبے زمانہ تک رہتا ہے، بلکہ ہم مجلس کے ساتھ بھی اس کے حق کی ادائیگی اور حسن سلوک کا حکم ہے، اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہیے کہ اس آیت کی رو سے ریل اور موٹر میں ان کے برابر میں بیٹھا ہوا مسافر بھی ہم مجلس پڑوسی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے حق کو ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے، یہاں بھی مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے اللہ اپنی کتاب قرآن میں ہر مسلمان کو یہی حکم دیتا ہے کہ مذہب سے اوپر اٹھ کر ہر انسان اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا ویوہار تمہارا فرض ہے تمہیں اپنی زندگی میں اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔

معاشرت اور رہن سہن میں ان قرآنی تعلیمات کو اپنانے سے دِلوں میں محبت اور جوڑ پیدا ہوگا، انسان کو انسانیت کی بنیاد پر ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہی چاہیے، نبیوں، رسولوں اور اللہ کے نیک بندوں کا ہمیشہ یہی دستور رہا ہے، اور اسی سے انھوں نے ہمیشہ لوگوں کے دِلوں کو جیتا ہے۔

پڑوسی سے متعلق حضور ﷺ کے کچھ ارشادات

محسنِ انسانیت سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی تعلیم و ہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام و

رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے:

﴿عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ﴾.

(جامع الترمذی باب فی حق الجوار)

''حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی کے حق کے بارے میں برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ جبرئیل امین پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنادیں گے''۔

﴿عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾.

(رواه البخاری: باب اثم من لایامن جاره)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں، خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں، خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جس کا پڑوسی اس کے شر سے مطمئن نہ ہو''۔

اس حدیث شریف کا پیغام یہی ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ اس کا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ سب

اس کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں، ایمان ایسے ہی برتاؤ کی مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے، اور یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ جس کا معاملہ اپنے پڑوسی کے ساتھ خراب ہے وہ سچا مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

﴿عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: حَقُّ الْجَارِ إِنْ مَرِضَ عُدْتَهُ، وَإِنْ مَاتَ شَيَّعْتَهُ، وَإِنِ اسْتَقْرَضَكَ أَقْرَضْتَهُ، وَإِنْ أَعْوَزَ سَتَرْتَهُ، وَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّأْتَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ عَزَّيْتَهُ، وَلَا تَرْفَعْ بِنَائَكَ فَوْقَ بِنَائِهِ، فَتَسُدَّ عَلَيْهِ الرِّيْحَ، وَلَا تُؤْذِهِ بِرِيْحِ قِدْرِكَ إِلَّا أَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا﴾.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

''حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی کے حقوق یہ ہیں: اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کر، اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا، اور اگر وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دے، اور اگر کوئی بُرا کام کرے تو پردہ پوشی کر، اور اگر اسے کوئی خوشی میسر ہو تو اس کو مبارک باد دے، اور اگر کوئی مصیبت آ لگے تو تعزیت کر، اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کر کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہوجائے، اور (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کر کہ) تیری ہانڈی کی مہک اس کے لیے باعثِ تکلیف نہ ہو، الاّ یہ کہ اس میں سے کچھ اس کے گھر بھیج دے''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایتوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام دنیا میں انسانوں کے حقوق کی کس درجہ رعایت رکھتا ہے، اور اس کی تعلیمات

انسانیت کے احترام میں اتنی بلند و بالا ہیں کہ اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، اسی طرح کی تعلیمات کو مسلمانوں نے اپنی زندگی میں اتارا اور دنیا میں جہاں پہنچے وہاں انقلاب برپا کر دیا اور قوموں کی قومیں حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

﴿عَنْ أَنَس بْن مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ اٰذٰی جَارَهٗ فَقَدْ اٰذَانِيْ، وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ، وَ مَنْ حَارَبَ جَارَهٗ فَقَدْ حَارَبَنِيْ، وَمَنْ حَارَبَنِيْ فَقَدْ حَارَبَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ﴾.

(الترغیب والترہیب: ج ۳/ص ۲۴۱)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی اس نے گویا کہ مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، اور جس شخص نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی گویا کہ اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی گویا کہ اس نے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے لڑائی کی“۔

اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پڑوسی کے احترام اور اس کے حق کی حفاظت کے لیے بڑا اہم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کے حقوق کو پامال کرنے والا اللہ اور اس کے رسول دونوں کی عنایت و توجہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهٖ﴾.

''حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے پڑوسی سے حسن سلوک کرنا چاہیے''۔

(رواہ مسلم فی کتاب الایمان)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخرت میں جزا و سزا پر اگر حقیقتاً ایمان ہے تو مسلمان اپنے پڑوسی کے حق کو تلف کرنے سے ڈرے گا، کیونکہ خدا کے دربار میں اس کو جواب دینا پڑے گا۔

ایک سچے مسلمان کا معاملہ اپنے پڑوسی کے ساتھ چاہے وہ کوئی بھی ہو اور کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو اچھا ہی ہونا چاہیے، کیونکہ قیامت کے دن مسلمان کے اس حسن سلوک کی قدردانی کی جائے گی۔

اس آیت کے آخر میں اللہ کا فرمان : ''اللہ کو اترانے والا بڑائی کرنے والا اچھا نہیں لگتا'' بتا رہا ہے کہ اس آیت میں جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان کے ادا کرنے میں وہی آدمی کوتاہی کرتا ہے جو تکبر کرتا ہے یعنی اپنے آپ کو سب سے اونچا اور دوسروں کو اپنے آپ سے چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے۔

''تکبر'' اللہ کو بہت ناپسند ہے جو آدمی باوجودیکہ وہ سر سے پیر تک اور پیدائش سے موت تک محتاج ہی محتاج ہے اپنے آپ کو سب سے بڑا اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جس کے دل میں ایک رائی کے

دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا‘‘۔ (مسلم شریف)

قرآن شریف میں بھی اللہ نے تکبر کرنے والے کی جنت سے محرومی کو بیان فرمایا ہے،

﴿تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَۃُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾.

(سورۃ القصص: ۸۳)

یہ عالم آخرت (یعنی جنت) ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا۔

(یعنی نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتے ہیں)۔

ان آیتوں سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ تکبر انسان کو اللہ کی مرضی اور پسند کے راستہ سے محروم کر دیتا ہے اور ان کو ایسے اچھے کاموں سے بھی دور کر دیتا ہے جو اللہ کے پسندیدہ ہیں جس کا انجام موت کے بعد جہنم اور عذاب خداوندی ہے۔

ہر مسلمان کو اپنے دل و دماغ سے تکبر کو نکالنا چاہئے اور تواضع کی صفت کو اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے تا کہ وہ اللہ کے بندوں کے حقوق کو ادا کر سکے اور اللہ کی جنت کا مستحق بن سکے۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا۔ (الاحزاب:۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (قرآن)

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۶

اسلام اور ناپ تول

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور ناپ تول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

﴿فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا﴾. (الاعراف:۸۵)

’’تم ناپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ درستی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ‘‘۔ (بیان القرآن)

آیت میں ’’کَیْل‘‘ کے معنی ناپ اور ’’مِیْزَان‘‘ بہ معنی وزن تولنے کے ہیں اور ’’بـخـس‘‘ کے معنی کسی کے حق میں کمی کر کے نقصان پہنچانے کے ہیں، معنی آیت کے یہ ہیں کہ ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے ان کو نقصان نہ پہنچایا کرو، اس میں پہلے تو ایک خاص جرم سے منع فرمایا گیا جو خرید وفروخت کے وقت ناپ تول میں کمی کی صورت سے کیا جاتا تھا بعد میں ’’لاتبخسوا الناس أشياء هم‘‘ فرما کر ہر طرح کے حقوق میں کتر بیونت اور کمی کوتاہی کو عام کر دیا خواہ وہ مال سے متعلق ہو یا عزّت وآبرو سے یا کسی دوسری چیز سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ناپ تول میں حق سے کم دینا حرام ہے، اسی طرح دوسرے حقوقِ انسانی میں بھی کمی کرنا حرام ہے، کسی کی عزّت

وآبرو پر حملہ کرنا یا کسی کے درجہ اور رتبہ کے موافق اس کا احترام نہ کرنا، جس کی اطاعت واجب ہے، ان کی اطاعت میں کوتاہی کرنا یا جس شخص کی تعظیم وتکریم واجب ہے، اس میں کوتاہی برتنا، یہ سب چیزیں اسلام میں حرام ہیں۔

(معارف القرآن: ج ۳/ص ۶۲۳)

﴿اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَالۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ﴾. (ہود: ۸۵)

"تم ناپ تول پورا کیا کرو انصاف سے اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو"۔

آیت میں ناپ تول کی کمی سے اصل مراد یہ ہے کہ کسی کا جو حق کسی کے ذمہ ہو اس کو پورا ادا نہ کرے، بلکہ اس میں کمی کرے خواہ وہ ناپنے تولنے کی چیز ہو یا کوئی دوسری، اگر کوئی ملازم اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، کسی دفتر کا ملازم یا کوئی مزدور اپنے کام کے مقررہ وقت میں کمی کرتا ہے یا مقررہ کام کرنے میں کوتاہی کرتا ہے (جبکہ وہ اس کا معاوضہ یا تنخواہ پوری لیتا ہے) وہ سب ممانعت کے حکم میں داخل ہے۔

(معارف القرآن: ج ۴، ص: ۶۶۴)

﴿اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِیۡنَ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ﴾. (الشعراء: ۱۸۱)

"تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحبِ حق کا) نقصان مت کیا کرو اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو (ڈنڈی نہ مارا کرو نہ بٹوں میں فرق کیا کرو)"۔ (بیان القرآن)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ترازو اور اسی طرح دوسرے ناپنے تولنے

کے وسائل کا مستقیم اور سیدھے طور پر استعمال کرو جس میں کمی کا خطرہ نہ رہے، یعنی یہ حکم صرف ناپ تول کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ کسی کے حق میں کمی کرنا چاہے اس کا مذہب کچھ بھی ہو ہر صورت میں حرام ہے۔

(معارف القرآن: ج۶،ص:۵۴۴)

﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ، اَلَّاتَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَاتُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾.

(سورۃ الرحمٰن:۷،۸،۹)

''اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اسی نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی، تاکہ تم تولنے میں کمی، بیشی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت''۔

میزان کے صحیح استعمال کا حکم جو ان آیتوں میں آیا ہے ان سب کا خلاصہ عدل وانصاف قائم کرنا ہے اور کسی کی حق تلفی اور ظلم وزیادتی سے بچانا ہے، چونکہ آسمان وزمین کی تخلیق کا اصل مقصد دنیا میں عدل وانصاف کا قیام ہے اور امن وامان بھی عدل وانصاف ہی کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے ورنہ فساد ہی فساد ہوگا، میزان کے معنی میں ہر وہ آلہ داخل ہے، جس سے کسی چیز کی مقدار معین کی جائے خواہ وہ دو پلّے والی ترازو ہو یا ناپنے کی کوئی مشین۔

(معارف القرآن: ج۸،ص:۲۴۵)

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾. (المطففین:۱-۲-۳)

''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کرلیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں''۔

مذکورہ آیات کی روشنی میں اسلام نے ناپ تول میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ عام طور سے معاملات کا لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ انہی کے ذریعے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حق دار کا حق ادا ہوا یا نہیں، لیکن یہ معلوم ہے کہ مقصود اس سے ہر ایک حق دار کا حق پورا پورا دینا ہے، اس میں کمی حرام ہے، تو یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ناپ تول کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر وہ چیز جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے خواہ وہ ناپ تول سے یا عدد شماری سے یا کسی اور طریقے سے ہو ہر ایک میں حق دار کے حق سے کم کر دینا حرام ہے۔

(معارف القرآن: ج ۸، ص: ۶۹۳)

ان آیتوں میں دراصل اپنا حق پورا وصول کر لینا اور دوسرے کا حق دینے میں کمی کر لینا اسلام میں ناجائز اور حرام بتایا گیا ہے، ناپ تول کے علاوہ بھی جہاں جہاں کسی کو اپنا حق لینا اور دوسرے کا حق دینا ہے اس کے لیے اسی قانون کو کسوٹی بنایا جائے گا جیسے شوہر کا بیوی سے پورا حق لینا اور بیوی کو پورا حق نہ دینا، اولاد کا ماں باپ سے پورا حق لینا اوران کا حق پورا نہ دینا، یا ملازم کا مالک سے پورا حق لینا اور مالک کا حق پورا نہ دینا سب کو یاد رکھو اسی آیت کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے ناجائز اور گناہ قرار دیا جائے گا۔

ناپ وتول سے متعلق حضرت محمد ﷺ کے کچھ ارشادات

﴿عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَمْسٌ بِخَمْسٍ، مَا نَقَضَ الْعَهْدُ قَوْمٌ إِلَّا سُلِّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ، وَمَا حَكَمُوْا بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْفَقْرُ، وَمَا ظَهَرَ فِيْهِمُ الرِّبَاءَ إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْمَوْتُ، وَلَا طَفَّفُوْا إِلَّا مَنَعُوْا النَّبَاتَ وَأُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ، وَلَا مَنَعُوْا الزَّكَاةَ، إِلَّا حَبِسَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ﴾.

(رواه الحاكم)

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: پانچ گناہوں کی سزا پانچ چیزیں ہیں: (۱) جولوگ عہد شکنی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط اور غالب کردیتا ہے۔(۲) جولوگ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرے قوانین پر فیصلہ کرتے ہیں ان میں فقر واحتیاج عام ہوجاتی ہے۔(۳) جس قوم میں سود کا رواج ہوجاتا ہے ان میں موت کی کثرت ہوجاتی ہے۔(۴) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کردیتا ہے۔(۵) جولوگ زکوٰۃ ادانہیں کرتے ہیں اللہ ان سے بارش روک لیتا ہے‘‘۔ (معارف القرآن: ج۸،ص:۶۹۴)

﴿عَن ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِيْ قَوْمٍ إِلَّا أُلْقِيَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبُ وَلَا فَشَا الرِّبَا فِيْ قَوْمٍ إِلَّا كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ﴾.

(رواہ مالک موقوفاً)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: جن لوگوں میں خیانت و بے ایمانی گھر کرلیتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے دِلوں میں دشمن کا رُعب اور ہیبت ڈال دیتے ہیں اور جن لوگوں میں سود کا رواج ہوجاتا ہے ان میں موت کی کثرت ہوجاتی ہے اور جوقوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا رزق روک دیتے ہیں، یعنی قحط سالی میں مبتلا کردیتے ہیں‘‘۔

﴿عَنْ أَبِي صَفْوَان سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَاءَ نَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيْلَ وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالأَجْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم زِنْ وَأَرْجِحْ﴾.

(رواہ ابوداؤد والترمذی)

''حضرت ابوصفوان سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں اور مخرمہ العبدی ہجر سے کپڑا لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے پائجاموں کے متعلق بھاؤ کیا اور میرے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو اینٹ سے وزن کیا کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تول اور جھکا کر تول''۔

﴿عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اشْتَرَى مِنْهُ بَعِيْراً فَوَزَنَ لَهُ فَأَرْجَحَ﴾. (متفق عليه)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک اونٹ خریدا تو آپ نے اس کی قیمت دینے کے لیے جھکا کر وزن کیا''۔

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً فَقَالَ مَا هٰذَا؟ يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ فَقَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا﴾.

(رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلّہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے (جو ایک دُکان دار کا تھا) آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں تر ہوگئیں، تو آپ نے اس غلّہ فروش دُکان دار سے کہا کہ (تمہارے ڈھیر میں) یہ تری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! غلّہ پر بارش کی بوندیں پڑگئی تھیں، (تو میں نے اوپر کا بھیگ جانے والا غلّہ نیچے کردیا) آپ نے فرمایا: اس بھیگے ہوئے غلّہ کو تم نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رہنے دیا تاکہ خریدنے والے لوگ اس کو دیکھ سکتے، (سن لو!) جس آدمی نے دھوکے بازی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

ان حدیثوں میں یہ بات صاف طریقہ پر واضح ہو رہی ہے کہ اسلام نے معاملات کی صفائی اور سچائی کا بڑا لحاظ کیا اور خیانت، بے ایمانی اور دھوکہ دے کر کمانے کو ناجائز اور حرام بتایا ہے، پھر اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے ان ارشادات میں مسلم یا غیر مسلم کی قید نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیانت و دھوکہ بازی اسلام میں پاپ اور گناہ ہے، چاہے مسلمان کے ساتھ ہو یا کسی دوسرے دھرم کے ماننے والے کے ساتھ ہو، پاپ بہر حال پاپ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ. إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۱۶۸ / ۱۶۹)

”اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے وہ تم کو انہی باتوں کا حکم دیگا جو بری اور گندی ہیں، اور یہ کہ اللہ پر وہ باتیں جھوٹ لگاؤ جن کو تم نہیں جانتے“۔ (قرآن)

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۷

اسلام اور رزق حلال

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور رزق حلال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالاً طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِيْنٌ. إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُوْلُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾. (البقرہ: ۱۶۸/ ۱۶۹)

''اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے وہ تم کو انہی باتوں کا حکم دیگا جو بری اور گندی ہیں، اور یہ کہ اللہ پر وہ باتیں جھوٹ لگاؤ جن کو تم نہیں جانتے''۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالاً طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ أَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ. (المائدة: ۸۸)

''اور اللہ نے تم کو جو چیزیں دی ہیں ان میں سے حلال پاک چیزیں کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو''۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ نے بتایا ہے کہ اے لوگو ہم نے زمین میں جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ تمہارے لئے پیدا کی ہیں ان کو کھاؤ، برتو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ پاک حلال ہوں اگر ہم نے اس کو تمہارے لئے حرام کر دیا تو اس کو کھانے کی اور برتنے کی اجازت نہیں ہے۔

حرام چیزیں دو طرح کی ہیں:...... ایک تو وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے لیکن کسی مصلحت سے پیدا کرنے والے نے اس کا کھانا حرام

بھی کر دیا، جیسے بہنے والا خون یا خنزیر (سور)۔
دوسری وہ چیز ہے جو اصل میں حلال تھی لیکن آدمی نے خود اس کو حرام بنا لیا جیسے چوری کا مال یا جھوٹ بول کر دھوکہ دیکر کمایا ہوا مال جو اصل میں حلال تھا لیکن اس آدمی نے ناجائز طریقہ سے اس کو حاصل کیا اور اپنے لئے حرام بنالیا قرآن کہتا ہے کہ ہر حرام سے بچو اور حلال ہی کو برتو اور کھاؤ۔
''اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''
مطلب یہ ہے کہ وہی تمہارے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور مال کی محبت پیدا کرتا ہے اور اس کے انجام سے تم کو غافل کر دیتا ہے مؤمن اور سچے مسلمان کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر کام سے پہلے اپنی آخرت اور حساب وکتاب کو سامنے رکھتا ہے لیکن شیطان انسان کا ایسا دشمن ہے کہ وہ دل میں وسوسہ ڈال کر مال کی محبت میں ایسا اندھا بنا دیتا ہے کہ وہ اپنی آخرت اور حساب وکتاب کو بالکل بھول جاتا ہے اور مؤمن کی آخرت کی بربادی سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے۔
''بے شک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے'' کہہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اسی طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ اللہ اپنی کتاب قرآن میں تم کو حلال روزی کمانے اور حلال رزق کھانے کا حکم دیتا ہے تم اسی حکم کو اپنی زندگی میں بسا لو اور حلال وحرام سے آزاد ہو کر اور دنیا کی محبت میں آخرت سے اندھے ہو کر زندگی نہ گزارو۔ کیونکہ تمہارا یہ عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ کو چھوڑ کر شیطان لعین کے راستہ پر چلنا ہوگا جو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اس کا بتایا ہوا ہر راستہ تمہاری آخرت کو برباد کرنے والا اور اللہ کی رحمت سے دور کرنے والا اور اللہ کے عذاب سے قریب کرنے والا ہے، کیونکہ:

﴿الشَيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا﴾. (البقرة: ٢٦٨)

''شیطان تم کو محتاجگی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی (بری بات) کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہوں کی بخشش اور زیادہ دینے کا''۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان تم کو اللہ کے راستہ میں پیسہ خرچ کرنے سے ڈراتا ہے اگر خرچ کروگے تو تمہارا مال کم ہوجائے گا تمہارے بچے اور تم محتاج ہوجاؤ گے اس لئے تم جو کچھ محنت کر کے کمائے ہو اس کو جمع کر کے رکھو ماں باپ عزیز رشتہ دار فقیر محتاج اور ضرورت مند پر خرچ نہ کرو نہیں تو تم خود فقیر ہو جاؤ گے، یہ تو دشمن شیطان کی طرف سے دل میں بری بات ڈالی جاتی ہے اور اللہ جو اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے وہ وعدہ کرتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اللہ کا ایسا پسندیدہ عمل ہے کہ وہ خوش ہوکر خرچ کرنے والے کے گناہ بھی معاف کرتا ہے اور خرچ کے بدلہ میں مال میں زیادتی بھی کرتا ہے۔

اس بات پر توجہ کرنی ضروری ہے کہ حرام کمانا اور کھانا آدمی کے دل سے خوف خداوندی اور فکر آخرت کو نکال دیتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ حرام کھانے والے آدمی کی کسی بھی عبادت کے لئے قبولیت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی دعا بھی مقبول نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یارسول اللہ میرے لئے دعا فرمادیجئے کہ اللہ مجھے مستجاب الدعوات (مقبول دعا والا) بنا

دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کھانے کو حلال کر لے مستجاب الدعوات بن جائے گا“ اور فرمایا کہ جس اللہ کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ”جس آدمی نے حرام لقمہ پیٹ میں ڈال لیا تو چالیس روز تک اس سے (کوئی عبادت) قبول نہیں کی جائے گی اور فرمایا کہ جو گوشت مال حرام اور سود سے بڑھا ہے جہنم کی آگ اس سے زیادہ قریب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ حرام کھانے والے شخص کی کوئی عبادت اللہ کے یہاں مقبولیت حاصل نہ کر سکے گی یہی نہیں بلکہ اس کی کوئی دعا بھی شرف قبولیت حاصل نہ کر سکے گی، اس کی وجہ یہی ہے کہ جب آدمی کے جسم میں طاقت حرام کھا کر آتی ہے تو وہ اس حرام سے بنی طاقت کا جہاں بھی استعمال کر رہا ہے اللہ کے یہاں وہ ناقابل التفات ہے یہاں تک کہ وہ دعا مانگتے ہوئے جن ہاتھوں کو اٹھا رہا ہے جس زبان سے مانگ رہا ہے اللہ جانتا ہے کہ جو خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے وہ حرام کمائی سے دوڑ رہا ہے اس لئے قابل التفات نہیں ہے۔

اسی لئے قرآن نے کہا ہے ”بے شک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے“ یعنی تمہاری آخرت کا آباد ہونا اعمال صالحہ کا کرنا اور گناہوں سے بچنا اس کے لئے بہت تکلیف دینے والی چیز ہے کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے، پھر ایک دشمن تو وہ ہوتا ہے جو چھپ کر حملہ کرتا ہے اور دوست بنکر آدمی کے ساتھ رہتا ہے شیطان تو ایسا دشمن ہے جو ہمیشہ سے ڈنکے کی چوٹ پر آدمی کی دشمنی کا اعلان کر کے دنیا میں آیا ہے قرآن میں اللہ سورہ نمبر ۷/ آیت نمبر ۱۶/۱۷/۱۸/ میں بیان فرماتا ہے کہ شیطان کی نافرمانی کیوجہ سے اس کو ذلیل وخوار کر کے جنت سے نکل جانے کا حکم اللہ نے دیا تو شیطان نے اللہ سے قیامت تک کی زندگی کی بھیک مانگی اللہ نے اس کی مراد پوری کر دی تو

اس کے تیور بدل گئے اور اللہ سے کہا کہ:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ٥ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾.

(الأعراف: ١٦/١٧)

’’میں قسم کھاتا ہوں چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں آپ کے سیدھے راستہ پر پھران پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں زیادہ تر لوگوں کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے‘‘۔

شیطان کی اس بدبختانہ جسارت پر اللہ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ:

﴿أُخْرُجْ مِنْهَا مَذْؤُمًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ﴾.

(الأعراف: ١٨)

’’یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا، ان میں سے جو کوئی تیرے راستہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا‘‘۔

قرآن شریف نے اس مضمون کو سورہ نمبر ۱۵/آیت نمبر ۲۸ تا ۴۴/اور سورہ نمبر ۱۷/میں آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵ اور سورہ نمبر ۳۸/آیت نمبر ۷۱ تا ۸۵ میں بار بار ذکر کیا ہے چونکہ دنیا کے آباد ہونے سے پہلے ہی شیطان لعین نے زمین وآسمان کے بنانے والے اللہ کے سامنے آدمی سے اپنی سخت دشمنی کا اظہار کیا تھا اس لئے اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ شیطان تمہارا چھپا ہوا نہیں کھلا ہوا دشمن ہے، اسی طرح ایک حدیث میں بھی اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِکَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِيْ عِبَادَکَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِيْ أَجْسَادِهِمْ قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ﴾.

(مسند أحمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان نے کہا کہ اے رب میں تیری عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تیرے بندوں کے جسم میں جان رہے گی ان کو تیرے سیدھے راستہ سے بھٹکاتا رہوں گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں کہ جبتک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے میں ان کے گناہوں کو معاف کرتارہوں گا''۔

قرآن کی آیتیں اور مذکورہ حدیث اس بات کو واضح کررہی ہے کہ آدمی سے شیطان کی دشمنی آج کی نہیں ہے بلکہ ہمارے باپ حضرت آدم کے زمین میں آنے سے پہلے سے ہے، دوسری چیز یہ بھی واضح طور پر سامنے آگئی ہے کہ شیطان چھپا ہوا نہیں کھلا ہوا دشمن ہے جو اللہ کے سامنے آدمی کی اخروی بربادی کا دعویٰ کرکے آیا ہے۔

چونکہ حرام کمائی اور حرام کھانا اسی طرح حرام کام کرنا آدمی کے لئے اللہ کی رحمت سے محرومی کا سبب ہے اللہ نے جہاں آدمی کو خود حرام سے بچنے کا حکم دیا ہے اپنی اولاد پر بھی حرام مال کو خرچ کرنے سے روکا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے دس چیزوں کا حکم دیا ہے، ان میں سے ایک حکم یہ بھی ہے:

﴿أَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِکَ مِنْ طَوْلِکَ﴾

''اپنے بچوں پر بہترین مال خرچ کر''۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تجھ پر لازم ہے کہ حرام لقمہ تیرے پیٹ میں جانے نہ پائے اسی طرح اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے گھر میں ایمان واسلام کی روشنی رہے تو اپنی اولاد کے پیٹ کو بھی حرام رزق سے بچا، اس لئے جو ماں باپ حرام کھلا کر اپنے بچوں کو جوان کریں گے تو اس سے اسلام ایمان اور خدا ترسی کو توقع رکھنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں، جس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ اولاد کو حرام رزق سے پالنے والے کے گھر میں اسلام کی روشنی اور اس کی نسل میں ایمان کی زندگی باقی نہیں رہے گی، اور اس محرومی کا سبب ہمیشہ کے لئے وہی بدنصیب ماں باپ ہوں گے جنھوں نے حرام کمایا تھا اور اولاد کو حرام کھلایا تھا۔

اس لئے ہر آدمی کو آخرت کی بربادی سے بچنے کے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے نیز اپنے اللہ کی عبادت اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے بنیادی طور پر پوری تندھی کے ساتھ حلال روزی حاصل کرنی چاہئے اور رزق حرام سے بہر صورت بچنا چاہئے، تاکہ اللہ کے قہر سے محفوظ رہتے ہوئے دنیا میں اس کی رحمت اور آخرت کا مستحق بن سکے۔

کیونکہ حرام کھانے سے رذیل اور گندے اخلاق پیدا ہوتے ہیں عبادت میں جنت کا ذوق جاتا رہتا ہے، دعا قبول نہیں ہوتی اللہ کا اور آخرت کا خوف دل سے نکل جاتا ہے اور رزق حلال سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اخلاق رذیلہ سے نفرت اور اخلاق فاضلہ سے رغبت پیدا ہوتی ہے عبادت میں دل لگتا ہے گناہ سے دل گھبراتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○

جو لوگ سونے چاندی کو جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو بڑے دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیجئے

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۸

زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، اور نہ ادا کرنا گناہِ کبیرہ

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زکوٰۃ کا حکم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أجْمَعِيْنَ.

زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، اور نہ ادا کرنا گناہ کبیرہ

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾.

(سورۂ بقرہ: آیت ۲۵۴)

''اے ایمان والو! خرچ کر لو اس مال ومتاع میں سے جو ہم نے تم کو بخشا ہے قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجاوے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہو سکے گی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش، اور نہ ماننے والے اصلی ظالم ہیں''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ توحید ورسالت کی شہادت اور نماز کی پابندی کے بعد اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے، قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں دونوں کا مقام ومرتبہ ایک ہی ہے، اسی لئے جب رسول ﷺ کی وفات کے بعد بعض علاقوں کے ایسے لوگوں نے جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے، اور توحید ورسالت کا اقرار کرتے اور نمازیں پڑھتے تھے لیکن انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا فیصلہ اسی لئے کیا تھا کہ یہ نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں تفریق کرتے ہیں، جو اللہ ورسول ﷺ کے دین سے انحراف اور اسلام سے بغاوت ہے، بخاری اور مسلم کی مشہور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انھوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

خدا کی قسم! نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے میں ضرور ان کے خلاف جہاد کروں گا۔

پھر تمام صحابۂ کرامؓ نے ان کے اس نقطۂ نظر کو قبول کرلیا اور اس پر سب کا اجماع ہو گیا۔

دیکھا جائے تو زکوٰۃ میں نیکی کے تین پہلو ہیں:

(۱) عبادت، (۲) غریب کی غم خواری اور (۳) اپنے نفس کی پاکیزگی۔

ایک مؤمن جس طرح نماز کے قیام اور رکوع وسجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی اور نیازمندی کا مظاہرہ جسم وجان اور زبان سے کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت اور اس کا قرب حاصل ہو اسی طرح زکوٰۃ ادا کر کے وہ اس کی بارگاہ میں اپنی مالی قربانی اسی غرض کے لئے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسکا اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے اور وہ اللہ کی خوشنودی اور قربت حاصل کرنے کے لئے اس کو قربان کرتا ہے اور نذرانہ چڑھاتا ہے، زکوٰۃ کا شمار اسی پہلو سے عبادت میں ہے۔

دوسرا پہلو زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ کے ضرورت منداور پریشان حال بندوں کی خدمت اور مدد ہوتی ہے، اس پہلو سے زکوٰۃ اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ حب مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش اور نہایت ہی مہلک روحانی بیماری ہے زکوٰۃ اس کا علاج اور اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، زکوٰۃ کا نام اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنیٰ ہی پاکیزگی کے ہیں۔

زکوٰۃ کی اسی اہمیت اور افادیت کی وجہ سے اس کا حکم اگلے پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی نماز کے ساتھ ساتھ برابر رہا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب: قرآن مجید میں :

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾.

(سورۂ آل عمران: ۱۸۰)

”اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دی ہے کہ یہ بخل کرنا ان کے لئے کچھ اچھا ہوگا، بلکہ یہ ان کے لئے بہت ہی برا ہے، قیامت کے دن طوق بنا کر ان کے گلے میں وہ مال ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کیا کرتے تھے“۔

شریعت میں بخل کے معنی

جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا واجب ہو اس کو خرچ نہ کرنے کو بخل کہا جاتا ہے، اسی لئے بخل حرام ہے اور اس پر جہنم کی سخت وعید ہے۔

اس آیت کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کو اللہ نے کوئی مال عطا فرمایا، پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن وہ مال اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ... الآية﴾۔ (صحیح البخاری)

اس حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے کے گناہ اور اس کی سزا میں ایک خاص مناسبت ہے، اور وہ مناسبت یہ ہے کہ اس بخیل آدمی کو جو مال کی محبت کی وجہ سے اپنی دولت سے چمٹا رہتا ہے اور خرچ کرنے کے موقعوں پر بھی خرچ نہیں کرتا کہنے والے کہتے ہیں کہ وہ اپنی دولت اور اپنے خزانے پر سانپ بنا بیٹھا رہتا ہے، اسی لئے بخیل آدمی کبھی کبھی اس طرح کے خواب بھی دیکھتا ہے۔

قرآن کی یہ آیت اور حدیث بتا رہی ہے کہ دنیا میں جس مال کی محبت بخل کا سبب بنی تھی اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے روکتی تھی، وہی مال قیامت کے دن محبت کرنے والے کے لئے بربادی کا سبب بن جائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ط هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾۔

(سورۂ توبہ:۳۴)

’’جو لوگ سونے چاندی کو جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپؐ ان کو بڑے دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے جو اس دن ہوگا، جس دن ان کی جمع کردہ دولت کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھ کو داغ دیا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ (دولت) ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا، تو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو‘‘۔

وَلاَ يُنفِقُوْنَهَا کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ بقدر ضرورت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو باقی ماندہ جمع کیا ہوا مال ان کے حق میں مضر نہیں ہے، ابوداؤد شریف میں حدیث ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ اس کنز میں داخل نہیں ہے جس پر سخت عذاب ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد جو مال باقی رہے اس کا جمع رکھنا کوئی گناہ نہیں ہے، تمام فقہاء وائمہ کا یہی مسلک ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو اسی مال سے عذاب دیا جائے گا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تھا اور اس آیت میں داغ لگانے کے لئے پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھ کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد یا تو پورا بدن ہے اور یا پھر یہی تین اعضاء، ان تینوں اعضاء کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ بخیل آدمی جو اپنا سرمایہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نہیں

چاہتا، جب کوئی سائل یا زکوٰۃ کا طلبگار اس کے سامنے آتا ہے تو اس کو دیکھ کر سب سے پہلے اس کی پیشانی پر بل آتے ہیں، پھر اس سے نظر بچانے کے لئے یہ دائیں بائیں مڑنا چاہتا ہے اور اس سے بھی اگر مانگنے والا پیچھا نہ چھوڑے تو اس کی طرف اپنی پیٹھ کر لیتا ہے اس لئے پیشانی، پہلو اور پیٹھ اس عذاب کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنا باقی مال کی تباہی کا سبب :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مال زکوٰۃ جب دوسرے مال سے مل جائیگا تو ضرور اس کو تباہ کر دے گا۔ (مسند الحمیدی)

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں انھوں نے اپنی مسند میں یہ روایت نقل کر کے اس کا مطلب بیان کیا ہے کہ اگر کسی آدمی پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اس کو ادا نہ کرے تو بے برکتی سے اس کا باقی مال بھی تباہ ہو جائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک مال دار آدمی جو زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے، غلط طریقے پر زکوٰۃ وصول کر لے تو یہ زکوٰۃ اس کے باقی مال میں شامل ہو کر اس کو بھی تباہ کر دے گی، بے شک حدیث کے الفاظ میں ان دونوں تشریحوں کی گنجائش ہے۔

اللہ تعالی سارے مسلمانوں کو جو صاحب نصاب ہیں زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے گناہ اور اس کے انتہائی دردناک عذاب سے محفوظ فرمائے۔

زکوٰۃ کی حقیقت :

شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ نام ہے: نادار، مستحق مسلمان کو زکوٰۃ کی نیت سے زکوٰۃ کے مال کا اس طرح مالک بنا دینا کہ زکوٰۃ دینے والے کی ہر طرح کی منفعت اس مال سے بالکل ختم ہو جائے لہذا مالدار کو، سید کو، اور اپنے اصول

یعنی ماں باپ، دادا دادی اور نانا نانی کو اور اپنے فروع یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، اور نواسہ نواسی کو اسی طرح میاں بیوی کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اسی طرح جو رقم بلا نیت زکوٰۃ خیرات کی گئی وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگی اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ کس شخص پر اور کب واجب ہوتی ہے :

جو شخص بقدر نصاب مال کا مالک ہو، اور وہ مال اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہوتی ہے جب مالِ نصاب پر سال گذر جائے، اور نصاب میں کمی نہ ہو، اگر زیادتی ہو جائے تو اس بڑھوتری پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

زکوٰۃ کا نصاب :

مال کی وہ خاص مقدار جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے وہ یہ ہے۔

(۱) سونا ساڑھے سات ۷½ تولہ یعنی: ستاسی ۸۷ر گرام، چار سو اناسی ۴۷۹ر ملی گرام۔

(۲) یا چاندی ساڑھے باون ۵۲½ تولہ یعنی: چھ سو بارہ ۶۱۲ر گرام، پینتیس ۳۵ر ملی گرام۔

(۳) یا مال تجارت یا نقدی (کیش) سونے چاندی کے مذکورہ وزن کی قیمت کے برابر ہو۔

(۴) یا ان چاروں چیزوں (سونا، چاندی، مال تجارت اور نقدی) کا مجموعہ جو سونے یا چاندی کے مذکورہ وزن کی قیمت کے برابر ہو تو یہ زکوٰۃ کا نصاب ہے، اس مال پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور سونے اور چاندی میں سے اس جنس کا نصاب لگایا جائے گا جس سے فقراء کو زیادہ فائدہ پہنچے۔

ضرورت اصلیہ :

جو مال واسباب آدمی کے پاس بنیادی ضروریات زندگی کے لئے ہوں وہ

حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، جیسے رہائشی مکانات، کھانے پینے کی چیزیں، گھریلو سامان، استعمال میں آنے والے کپڑے (خواہ سلے ہوں یا بے سلے) سواری خواہ جانور ہو یا موٹر سائیکل یا کار وغیرہ اور چاہے ایک ہو یا متعدد، (بشرطیکہ اپنی سواری کے لئے ہو، کرایہ کے لئے نہ ہو، اگر کرایہ پر چلانے کے لئے ہو تو اس کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے (اگر وہ بقدر نصاب ہو) اسی طرح اہل علم کی کتابیں (جو مطالعہ اور استفادہ کے لئے ہوں، تجارت کے لئے نہ ہوں، اگر تجارت کے لئے ہوں گی تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے) یہ ساری چیزیں حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

البتہ زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے (چاہے استعمال میں ہوں یا نہ ہوں) اولاد کا نفقہ حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہے، صرف نابالغ ہونے کی حالت میں یا معذور ہونے کی حالت میں اولاد کا نفقہ (ضروری خرچہ) باپ کے ذمہ واجب ہوتا ہے (بشرطیکہ خود اولاد کی ملک میں اتنا مال نہ ہو جس سے نفقہ پورا ہو سکے، اگر اولاد کی ملک میں مال ہے تو باپ کے ذمہ نفقہ نہیں ہے بلکہ انھی کے مال سے دیا جائے گا) اور ان کی شادیوں کے رسمی اخراجات کا تصور حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہے، البتہ شادی کے لئے جمع کئے ہوئے مال میں زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ بقدر نصاب ہو۔

اسی طرح حج کے لئے محفوظ رکھی رقم میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، جب تک کہ حج کے مصرف میں خرچ نہ ہو جائے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر سال واجب ہے، خواہ جمع کئے ہوئے بقدرِ نصاب مال سے کچھ نفع ہو یا نہ ہو، پس بینک میں جمع شدہ اپنی پوری رقم پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو جن پر زکوٰۃ فرض ہے، ہر سال صحیح طریقے سے پوری پوری زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

يا ايها الذين آمنوا لا تأكلوا الربا أضعافاً مضاعفة و اتقوا الله لعلكم تفلحون.

اے ایمان والوں دونے پر دونا (یعنی کئی گنا زائد) سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۹

سود کھانا اور سود کا کاروبار کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سود کھانا اور سود کا کاروبار کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے :

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾.

''اے ایمان والو! دونے پر دونا (یعنی کئی گنا زائد) سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا بھلا ہو''۔

(سورۂ آل عمران: ۱۳۰)

دونے پر دونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تھوڑا سود لے لیا کرو، دونے پر دونا نہ لو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسلام سے پہلے سود اسی طرح لیا جاتا تھا جیسے ہندوستان کے بنیے لیتے ہیں۔ ہزار روپے دیئے، سود پر سود بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ ہزار روپئے کے بدلہ میں لاکھوں روپے کی جائداد کو ہڑپ کر گئے اسی صورت کو قرآن میں دونے پر دونے سے تعبیر کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اوّل تو سود قطعی حرام ہے چاہے تھوڑے سے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو (جیسا کہ قرآن وحدیث میں فرمایا گیا ہے اور تفصیل آگے آرہی ہے) اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ حرام اور بری ہے کہ دونے پر دونا لیا جائے ، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ''مسجد میں گالیاں مت بکو'' اس کا یہ مطلب نہیں

ہے کہ مسجد کے باہر گالی بکنے کی اجازت ہے بلکہ بہت زیادہ برائی بیان کرنے کے لئے اس طرح کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

﴿اَلَّذِيْنَ يَاكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾.

(سورۂ بقرہ: آیت نمبر: ۲۷۵)

’’جو لوگ سود کھاتے ہیں اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے لپٹ کر خبطی بنادیا ہو یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع (خرید وفروخت) بھی تو سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے‘‘۔

یعنی یہ لوگ اپنی قبروں سے قیامت کے دن کھڑے ہوں گے تو شیطان کے خبطی بنائے ہوئے لوگوں کی طرح بکواس کرتے ہوئے اور پاگلوں جیسے کام کرنے سے پہنچانے جائیں گے۔ ساری دنیا کے لوگ تو اٹھ کر میدان محشر کی طرف رواں دواں ہوں گے اور سود خور چل نہیں پائے گا ، دیوانوں کی طرح اٹھے گا، گرے گا، پھر اٹھے گا اور گرے گا۔ یہ لوگ چاہیں گے کہ لوگوں کے ساتھ چلیں لیکن چل نہیں پائیں گے۔ اور یہ برا حال اس لئے ہوگا کہ ان لوگوں نے دو جرم کئے: (۱) سود کے ذریعہ حرام مال کھایا (۲) سود کو حلال سمجھا اور حرام بتانے والوں کے جواب میں کہا کہ خرید وفروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے کیونکہ دونوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے، اس لئے اگر سود حرام ہے تو خرید وفروخت بھی حرام ہونا چاہئے، حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ خرید وفروخت میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے ایک روپیہ کا کپڑا دو روپیہ میں بیچ دیا، اور

سودوہ ہوتا ہے جس میں نفع بلاعوض ہو جیسے ایک روپیہ سے دوروپے خرید لئے۔ پہلی صورت میں چونکہ کپڑا اور روپیہ دوالگ الگ قسم کی چیزیں ہیں اور نفع اور مقصد دونوں کے الگ الگ ہیں اس لئے ان میں آپس میں برابری ممکن نہیں ہے۔ خرید وفروخت کرنے میں پیسہ اور خریدی ہوئی چیز میں برابری اپنی اپنی ضرورت کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتی اور ضرورت ہر شخص کی دوسرے کے مقابلہ میں بہت مختلف اور الگ ہوتی ہے۔ کسی شخص کو ایک روپیہ کی اتنی ضرورت ہوتی ہے کہ دس روپیہ کے کپڑے کی بھی اتنی نہیں ہوتی اور کسی شخص کو ایک ایسے کپڑے کی جو بازار میں ایک روپیہ کا بِکتا ہے اتنی ضرورت ہوسکتی ہے کہ دس روپئے کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی تو اب اگر کوئی شخص ایک کپڑے کو ایک روپیہ میں خرید لے گا تو اس میں سود یعنی ایسا نفع جو بدلہ سے خالی ہو نہیں ہوگا اور اگر بالفرض اسی کپڑے کو ایک ہزار میں خرید لے گا تو سود نہیں ہوسکتا کیونکہ روپئے اور کپڑے میں برابری نہیں ہے، اور اگر ہے تو ضرورت کے اعتبار سے ممکن ہے، اور ضرورت میں ہر شخص کے اعتبار سے اتنی کمی اور زیادتی ہے کہ اس کو سمیٹنا ممکن نہیں تو سود کیسے ہوگا، ہاں اگر ایک روپیہ کو دوروپیہ کے بدلہ میں فروخت کرے گا تو یہاں برابری ممکن ہے جس کی وجہ سے ایک روپیہ تو روپیہ کے مقابل میں ہوگا اور دوسرا روپیہ بدلہ سے خالی ہو کر سود ہو جائے گا اور اسلام میں یہ معاملہ حرام ہوگا۔

(حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے عقلی شبہ کا جواب عقلی انداز پر نہیں بلکہ حاکمانہ انداز میں دیا ہے یعنی تمام دنیا کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور وہی ہر چیز کے نفع نقصان اور بھلے برے کو جاننے والا ہے۔

جب اس نے ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام کر دیا تو سمجھ لو کہ جس چیز کو حرام کیا ہے ضرور اس میں کوئی نہ کوئی برائی اور نقصان ہے چاہے عام انسان اس کو محسوس نہ کرے کیونکہ پورے عالم کے نظام کی پوری حقیقت اور مضرت و منفعت کا احاطہ وہی کر سکتا ہے جس سے دنیا کا کوئی ذرّہ چھپا ہوا نہیں ہے۔ دنیا کے لوگ اپنی اپنی مصلحتوں اور مضرتوں کو تو جان سکتے ہیں لیکن پوری دنیا کے نفع و خیر کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

(معارف القرآن)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ کو لے کر چلے تو ہم ایک خون کی ندی پر پہنچے جس کے بیچ میں ایک آدمی کھڑا تھا اور ایک آدمی اس ندی کے کنارے پر کھڑا تھا اور اس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ جب بھی بیچ والا آدمی ندی سے نکلنے کے لئے کنارے کی طرف آتا تھا تو کنارے کھڑا آدمی اس کے سر پر پتھر مارتا تھا اور یہ آدمی پھر وہیں ندی کے بیچ میں چلا جاتا تھا میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ سود خور ہے جس کو اس طرح عذاب دیا جا رہا ہے۔

(بخاری۔مختصراً)

سوچنے کی بات ہے کہ جب قیامت سے پہلے عالم برزخ میں سود خور کو یہ عذاب دیا جا رہا ہے تو قیامت کے دن کتنا عذاب ہوگا۔اس کے ساتھ ساتھ یہ شخص ملعون بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھوانے والے اور گواہ بننے والے سب پر لعنت ہے۔

(مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے ،جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ کسی بھی قوم میں زنا اور سودخوری عام نہیں ہوئی مگر یہ کہ انہوں نے اللہ کے عذاب کے دروازے کو اپنی اوپر کھول لیا۔

(رواہ ابو یعلیٰ)

آج دنیا میں سود کا رواج اتنا عام ہے کہ آدمی کا بچنا مشکل ہے۔آدمی اس گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا شاید و باید ہی کچھ اللہ کے بندے ایسے ہوں گے جو اس گناہِ عظیم سے محفوظ ہوں گے۔ چنانچہ مصائب وآلام اور ذلت وخواری کا بھی ایک سیلاب ہے،جس سے کوئی بچا ہوا نظر نہیں آتا۔

حضرت عبداللہ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سود کا ایک درہم جس کو آدمی سود جانتے ہوئے کھاتا ہے ۳٦ بار زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری گناہ ہے۔ (رواہ احمد)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سود کے (کمی اور زیادتی اور چیزوں کے اعتبار سے) ۷۲ (یعنی بے شمار) دروازے ہیں۔چھوٹے سے چھوٹا دروازہ گناہ کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کیا اور سود میں سب سے بڑھا ہوا سود(گناہ کے اعتبار سے) آدمی کا اپنے بھائی کی بے آبروئی اور تذلیل میں زبان درازی کرنا ہے۔

(طبرانی)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سود(کمی اور زیادتی وغیرہ کے اعتبار سے)۷۲ درجہ کے گناہ رکھتا ہے۔

جن میں چھوٹے سے چھوٹا گناہ اسلام میں رہتے ہوئے اپنی ماں

سے منہ کالا کرنے کے برابر ہے اور سود کا ایک درہم ۳۰ مرتبہ سے بھی زیادہ منہ کالا کرنے کے برابر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ قیامت کے دن نیک اور بد دونوں کو کھڑے رہنے کا حکم دیں گے (چنانچہ وہ کھڑے رہیں گے) سوائے سود خور کے کہ وہ آسیب زدہ پاگل شخص کی طرح کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ کھڑا ہوگا، گرے گا، کھڑا ہوگا، گرے گا۔

(شرح السنۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سود دینے والا اور سود لینے والا دونوں جہنم میں جلیں گے۔

اور قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سود خور قیامت کے دن مجنون بنا کر زندہ کیا جائے گا۔ قیامت کے دن سود خوروں کی یہ خصوصیت ہوگی جس سے میدانِ محشر میں لوگ سود خوروں کو پہچانیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تمہارا کسی آدمی پر قرض ہے اور وہ تم کو کوئی ہدیہ دے تو اس کو نہ لو وہ بھی گویا کہ سود ہے۔

(شرح السنۃ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا کسی شخص پر قرض ہے تو تمہارا اس کے گھر سے کچھ بھی کھانا حرام ہے بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کی سفارش کی اور سفارش پر اس نے سفارش کرنے والے کو ہدیہ دیا تو وہ حرام ہے۔

ابوداود کی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس

شخص نے کسی کی سفارش کی اور اس شخص نے سفارش پر کچھ ہدیہ دیا جس کو اس سفارش کرنے والے نے قبول کرلیا تو قبول کرنے والے نے بہت بڑا سود کھایا۔

اس زمانہ میں بینک کا سارا نظام سود پر قائم ہے کاروباری آدمی کا سود سے بچنا بڑا مشکل کام ہے لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ مشکل ضرور ہے پر ناممکن نہیں ہے، اللہ کے وہ بندے جو رزق حرام سے بچتے ہیں اور صرف رزق حلال ہی کے طالب ہوتے ہیں آج بھی سود سے بچتے ہیں اور اللہ کی رحمتوں کے مستحق بنتے ہیں۔

﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ٥ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (التکویر: ۸/۹)

''جس دن زمین میں زندہ ہی دفن کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا
کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی''۔ (قرآن)

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۱۰

اسلام
اور بچیوں کی پرورش

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین
واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور بچیوں کی پرورش

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

عام طور پر لوگوں کا مزاج یہی ہے کہ اولاد نرینہ کی پیدائش ماں باپ دونوں کے لئے اور بالخصوص مرد کے لئے زیادہ خوشی کا سبب بنتی ہے، اس لئے لڑکے کی پیدائش پر جشن کا ماحول ہوتا ہے اور عقیقہ کے نام بڑی بڑی دعوتیں ہوتی ہیں، عام طور پر ہمارے معاشرہ کی تصویر ایسی ہی ہے اِلا ماشاء اللہ جبکہ لڑکی کی پیدائش پر یہ ماحول نظر نہیں آتا، مگر اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اس سلسلہ میں کچھ زیادہ ہی بچی کی پیدائش پر وحشیانہ عمل اختیار کرتے تھے۔

قرآن اس کی تصویر سورہ نمبر ۱۶/ آیت نمبر ۵۸/ ۵۹/ میں اس طرح پیش کرتا ہے۔

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ. يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾.

(سورۃ النحل: ۵۸ - ۵۹)

’’اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا منہ سیاہ رہے اور دل دل میں گھٹا رہے، جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا چھپا پھرے، اس کو رہنے دے ذلت قبول کر کے یا اس کو مٹی میں داب دے، خوب سن لو وہ لوگ برا فیصلہ کرتے ہیں‘‘۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عرب کے لوگ اپنے گھر میں لڑکی کے پیدا ہونے کو اتنا برا سمجھتے تھے کہ شرمندگی کے سبب سے لوگوں سے چھپتے پھریں اور اس سوچ میں پڑ جائیں کہ لڑکی پیدا ہونے سے جو میری ذلت ہوئی ہے اس پر صبر کروں یا لڑکی ہی کو زندہ زمین میں دفن کر کے پیچھا چھڑاؤں، قرآن کہتا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو دنیا میں اپنے لئے ذلت سمجھنے کا فیصلہ برا فیصلہ ہے۔

اس لئے گھر میں لڑکی کے پیدا ہونے کو مصیبت اور ذلت سمجھنا جائز نہیں، یہ کام اللہ کی توحید کا انکار کرنے والوں کا کام ہے، کچھ علماء نے لکھا ہے کہ اگر گھر میں لڑکی پیدا ہو تو زیادہ خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تاکہ اللہ کو ایک نہ ماننے والے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں گے غلط اسٹینڈ کی مخالفت ہو جائے۔

حضرت محمد ﷺ کے ایک صحابی حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت بابرکت اور بھاگوان ہوتی ہے جس کی پہلی اولاد لڑکی ہو۔

(الدیلمی)

سورہ نمبر ۸۱/آیت نمبر ۸/۹/ میں اللہ قیامت کے دن کے احوال بتاتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

﴿وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾.

(سورة التكوير: ۸ - ۹)

''جس دن زمین میں زندہ ہی دفن کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی''۔

یعنی یہ نہ سمجھنا کہ ہماری اولاد تھی ہمیں اس پر مکمل حق ہے، ہم جیسے چاہیں اس پر ظلم کریں تو خوب سمجھ لو کہ اولاد ہونے کی وجہ سے اس مسکین بچی پر یہ ظلم اور سنگین ہو جائے گا اور قیامت کے دن یہ بچی جس کو سنگ دل باپ نے زندہ

دفن کیا تھا ظالم باپ کا نام لیکر اپنی مظلومیت کی داستان بیان کریگی۔

اسلام نے دنیا میں آکر جہاں اور بہت سی چیزوں کو ناپید کیا ہے وہیں اس ظلم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا ہے اور بچیوں کے ساتھ اچھے سلوک کو ماں باپ کے لئے اللہ کی رحمت اور حصول جنت کا ذریعہ بتایا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ مذکورہ ظلم کے خلاف مسلمانوں کو بچیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے وہار کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہیں اگر اس نے ان کے ساتھ اچھا رہن سہن کیا اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرا تو اس کے لئے جنت ہے''۔ اچھے رہن سہن اور اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا سے انتہا تک ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا رہا جس میں پالن پوسن پہننا اوڑھنا کھانا پینا پڑھنا لکھنا شادی بیاہ، بلکہ شادی بیاہ کے بعد بھی نہایت مشفق اور مہربان باپ کی طرح لینا دینا بھی کرتا رہے اور خدا کے خوف سے کرتا رہے یعنی ہر وقت یہ خیال کرتا رہا کہ اللہ نے ان کے حقوق میرے اوپر رکھے ہیں اگر میری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی تو موت کے بعد میدان محشر میں مجھ سے پوچھا جائیگا اور وہاں میری پکڑ ہوگی تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور جنت عطا فرمادے گا۔

(سنن الترمذی وشعب الایمان)

حضرعائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص بچیوں کی طرف سے کچھ آزمائش میں پڑ گیا لیکن اس

نے صبر کیا تو یہ بچیاں قیامت کے دن اس کے لئے جہنم سے حفاظت بن جائیں گی‘‘۔ (سنن البیہقی)

یہاں یہ بات سمجھنی چاہئے کہ قیامت کے دن آدمی کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ اچھے یا برے عمل کی گنتی پر نہیں ہوگا بلکہ عمل کے وزن پر ہوگا قرآن شریف میں کئی جگہ اس کو بتایا گیا ہے اب اس کو دیکھتے ہوئے اس حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ بچیوں سے متعلق آزمائشوں پر صبر کرنا اللہ کے یہاں اتنا وزنی عمل ہے جو بے شمار گناہوں کے مقابلہ میں تنہا بھاری ثابت ہوگا اور دوسرے بہت سے گناہ اس کے سامنے ہلکے ہوجائیں گے۔

اسی طرح کا دوسرا واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں وہ عورت اپنی تنگ دستی کا ذکر کرنے لگی اور مجھ سے کچھ مدد کا سوال کیا، اتفاق ایسا تھا کہ میرے گھر میں ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں تھا میں نے وہی کھجور اس کو دیدی اور عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا ایک بچی کو اور ایک ٹکڑا دوسری بچی کو دیدیا اور اٹھ کر چلی گئی مجھے اس ماں کی محبت پر تعجب ہوا کہ اس نے اپنے مقابلہ میں اپنی بچیوں کو ترجیح دیدی...... وہ گئی اور حضرت محمد ﷺ گھر میں تشریف لے آئے تو میں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس واقعہ کو آپ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص بچیوں کی طرف سے آزمائش میں پڑ گیا تو بچیاں قیامت کے دن اس کے لئے جہنم کی آگ سے دیوار اور حفاظت بن جائیں گی‘‘۔ (سنن الترمذی)

اسی طرح حضرت محمد ﷺ کے خاص خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص نے دو بچیوں کی ضرورتوں کو پورا کیا (یعنی پیدائش سے لیکر جوانی تک شادی بیاہ تک بلکہ موت تک ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا رہا) تو میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے جیسے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور اس کے برابر کی انگلی'' یعنی میں اور وہ جنت میں ساتھ ساتھ رہیں گے۔ (صحیح مسلم)

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بچیوں کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ اسکے مقابلہ میں گناہوں کے ڈھیر بھی قیامت کے دن ہلکے پڑ جائیں گے اور معاف ہو جائیں گے اور بچیوں کے ساتھ اچھا معاملہ اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے میں لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح نہ دینا جہنم سے دوری اور رسول اللہ ﷺ کے قریب جنت میں رہنے کا ذریعہ ہے۔

ہمارے ملک میں خاص طور پر بچی کو بوجھ سمجھا جاتا ہے ایسے گھرانے بھی دیکھے گئے ہیں کہ اگر بچی پیدا ہوگئی تو سب بڑی بوڑھی عورتیں رونے اور ماتم کرنے بیٹھ گئیں جس کا اصل سبب دراصل ہمارے معاشرہ کی خرابی ہے کیونکہ غیر اسلامی رسم ورواج نے ہم کو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے دور کر دیا ہے تلک کی رسم خالص غیر اسلامی رسم ہے ہمارے معاشرہ میں مختلف ناموں سے اس طرح کی رسم گھر کر گئی ہے کہ لڑکے والا لڑکی والے سے اپنے مطالبہ کو لئے بغیر شادی نہیں کرتا جو لوگ غربت کیوجہ سے بے غیرت لڑکے کے مطالبہ کو پورا نہیں کر پاتے ان کی بچیاں گھروں میں بیٹھی ہیں ان کے رشتے نہیں آتے پورے معاشرہ میں یہ مرض ناسور کی طرح

پھیلا ہوا ہے یہاں تک کہ مذہبی گھرانے بھی اس بیماری کا شکار ہیں اپنے بچوں کی شادیاں بغیر تلک لئے نہیں کرتے، بچیوں کے سلسلہ میں اخراجات کی یہ زیادتی جو ماں باپ کے لئے بچی کی پیدائش کے بعد ہی سے سوہان روح بن جاتی ہے، درحقیقت بچیوں کی پیدائش کو مصیبت سمجھنے کا اصل سبب اورمحرک ہے لیکن جس مسلمان کا قرآن وحدیث پر ایمان ہے اس کو ہمیشہ اللہ اور اس کے سچے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ان ارشادات اور احادیث کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور اپنے خاندان اور اپنی زندگی کو غیر اسلامی رسم ورواج اور نظریات سے پاک رکھنا چاہئے۔

ہمارے ملک میں کچھ لوگ اس طرح کا نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ اگر بچی کی شادی کی گئی اور اس کے شوہر کا کسی حادثہ میں یا بیماری میں انتقال ہو گیا یا میاں بیوی میں تعلقات میں خرابی ہوگئی اور بچی اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی تو یہ اس لڑکی کی نحوست اور بدبختی ہے کچھ لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ ان بچیوں کو ماں باپ اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں اور اپنی جوان بچی کو کسی مندر میں چھوڑ دیتے ہیں، ماں باپ کے اس عمل سے ان کی جوانی دوسرے لوگوں کی ہوس کا شکار بنکر گزر جاتی ہے، یاد رکھیئے اسلام دین جس کو حضرت محمد ﷺ لیکر آئے ہیں اس میں اس طرح کے واہیات نظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”کیا میں تم کو سب سے بہترین اور اللہ کے نزدیک سب سے مقبول صدقہ کیا ہے بتاؤں؟ تیری وہ بیٹی ہے جو تیری طرف لوٹا دی گئی ہے

اور تیرے سوا اس کے لئے کوئی کمانے والا نہیں ہے''۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت محمد ﷺ اپنی امت کو یہ بتا رہے ہیں کہ تم ایسی بچی کو جو شادی کے بعد پھر کسی وجہ سے واپس آ گئی، تم اس کو منحوس نہ سمجھو بلکہ اس کی ضرورت کو پورا کرو، تمہارا عزت کے ساتھ اس کو گھر پر رکھنا اس کی ضروریات زندگی کو شادی سے پہلے کی طرح پورا کرنا اس کی دل آزاری نہ کرنا اور اس پر خرچ کرنا اللہ کے نزدیک بہترین اور مقبول ترین صدقہ ہے اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے والا ہے۔

مسلمانو! قرآن اور اللہ کے نبی کی حدیثوں سے سبق لینا چاہئے اور بچیوں کو بچوں کے مقابلہ میں کمتر اور کہتر نہ سمجھنا چاہئے ہوسکتا ہے ان کو گھر میں عزت دینا ہی کل قیامت کے دن ماں باپ کی مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۱

اپنے گھروں کو بچایئے

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے گھروں کو بچایئے

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدت درکار ہوتی تھی اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہوجاتا ہے۔ آج کے ماحول کا زیادہ نہیں پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کرکے دیکھیے۔ زندگی کے ہر شعبے میں کایا ہی پلٹی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار و خیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، معمولات زندگی، معاشرے، رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایسا انقلاب برپا ہوگیا ہے کہ بعض اوقات سوچنے سے حیرت ہوجاتی ہے۔

کاش یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے، لیکن حسرت اور شدید حسرت، افسوس اور ناقابل بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری الٹی سمت میں ہورہی ہے، کسی شاعر حکیم نے یہ مصرعہ مغرب کے لیے کہا تھا۔ مگر آج یہ ہمارا اپنا حال بن چکا ہے کہ:

تیز رفتاری ہے، لیکن جانبِ منزل نہیں

ہماری ساری تیز رفتاری بالکل مخالف سمت میں صرف ہورہی ہے۔ جن گھروں سے کبھی کبھی تلاوت قرآن کی آوار آجایا کرتی تھی اب وہاں صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں۔ جہاں کبھی اللہ و رسول اور اسلاف امت کی باتیں ہوجایا کرتی تھیں، اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان بھی ٹی وی فلموں پر تبصرے ہی زیر بحث رہتے ہیں۔ جن گھرانوں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ محال تھا، اب وہاں باپ بیٹیاں اور بہن بھائی ایک ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پرہیز کیا جاتا تھا، اب وہاں نسلیں کی نسلیں سود، رشوت اور قمار سے پروان چڑھ رہی ہیں۔ جو خواتین پہلے برقعہ کے ساتھ باہر نکلتی ہوئی ہچکچاتی تھیں، اب وہ

دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہو رہی ہیں۔ غرض اسلامی احکام سے عملی اعراض اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصور کر کے بعض اوقات روح کانپ اٹھتی ہے۔

اس تشویشناک صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، لیکن اس تحریر میں اس کے صرف ایک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ پڑھا اور سمجھ لیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اپنے گھر والوں کی دینی اصلاح و تربیت سے بالکل بے فکر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر آپ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو ایسی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آ جائیں گی کہ ایک سربراہ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دیندار انسان ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، سود، رشوت، قمار اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی خاصی دینی معلومات رکھتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقین ہے۔ لیکن اس کے گھر کے دوسرے افراد پر نگاہ ڈالیے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خوردبین لگا کر بھی نظر نہیں آتی۔ دین، مذہب، خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت اور آخرت جیسی چیزیں سوچ بچار کے موضوعات سے یکلخت خارج ہو چکی ہیں۔ ان کی بڑی سی بڑی عنایت اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرز عمل کو گوارا کر لیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے۔ لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں، نہ سوچنا چاہتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کی قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔ نوح علیہ السلام کے گھر میں بھی کنعان پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ فریضہ تو ہر مسلمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے۔ اگر کوشش کے باوجود راہ راست پر نہیں آتے تو بلاشبہ وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دلی توجہ ہی نہیں کرتا اور اس نے اپنے تئیں دین پر عمل کر کے اپنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے فکری سے چھوڑ دیا ہے تو وہ ہرگز اللہ کے نزدیک بری نہیں ہے۔ اس کی مثال بالکل اس احمق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا

خود ذمہ دار ہے۔

کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اور آخر دم تک اس کی اصلاح نہ ہوسکی، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اسے راہ راست پر لانے کے لیے کیا کیا جتن کیے؟ کیسے کیسے پاپڑ بیلے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد بھی اس نے اپنے لیے سفینہ ہدایت کے بجائے کفر وضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں تو بے شک حضرت نوح علیہ السلام اس کی ذمہ داری سے بری ہوگئے۔ لیکن کیا آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کے لیے فکر وعمل کی اتنی توانائیاں صرف کررہا ہو۔

قرآن کریم نے ایک مسلمان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ بلکہ اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے عزیز واقارب اور اپنے اہل خاندان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش بھی اس پر ڈالی ہے۔ سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ احکام الٰہی پر کاربند کون ہوگا؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نبوت کے بعد جو سب سے پہلا تبلیغی حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ:

وَ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریبی اہل خاندان کو (عذاب الٰہی) سے ڈرایئے۔''

چنانچہ اسی حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خاندان کو کھانے پر جمع فرمایا اور کھانے کے بعد ایک موثر خطبہ دیا جس کے مندرجہ ذیل جملے روایات میں محفوظ رہ سکے ہیں۔

یا فاطمه بنت محمد، یا صفية بنت عبدالمطلب، یابنی عبدالمطلب لاأملک لکم من الله شیئاً، سلونی ماشئتم یابنی عبدالمطلب انی واللہ مااعلم شاباً من العرب جاء قومه بافضل مما جئتکم به، انی قدجئتکم بخیر الدنیا والآخرة و قد أمرنی الله ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخی۔

''اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! مجھے اللہ کی طرف سے تمھارے حق میں کوئی اختیار نہیں۔ تم (میرے مال میں سے) جتنا چاہو مجھ سے

مانگ لو۔ اے نبی عبدالمطلب! خدا کی قسم جو چیز میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں۔ مجھے عرب میں کوئی جوان ایسا معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس چیز سے بہتر کوئی شے لایا ہو۔ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے۔'' (تفسیر ابن کثیرؒ۔ ص ۳۵۰ و ۳۵۱، ج ۳۔ المکتبۃ التجاریہ۔ مصر ۱۳۵۶ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی رہی ہے کہ انھوں نے اپنی تبلیغ کا آغاز اپنے گھر والوں سے کیا اور خود احکام الٰہی پر کاربند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کی دینی تربیت پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وفات سے پہلے اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت فرمائی، اس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے:

اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِىْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهاً وَّاحِداً وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (البقرہ ۱۳۳)

''جب (یعقوب علیہ السلام نے) اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا کہ ہم اس ذات پاک کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق (علیہم السلام) پرستش کرتے آئے ہیں، یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام دُعا فرماتے ہیں کہ:

رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ (ابرہیم: ۴۰)

''اے میرے پروردگار مجھے بھی نماز کا پابند بنائیے اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے پروگردگار! میری دعا قبول کرلیجیے۔''

انبیاء علیہم السلام کی ایسی ایک دو نہیں دسیوں دعائیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اولاد اور اہل خاندان کی دینی اصلاح کی فکر ان حضرات کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام مسلمانوں کو خود عذاب الٰہی سے بچنے کی تاکید فرمائی

وہاں گھر والوں کو بھی اس سے بچانے کی ذمہ داری ان پر عائد کی ہے۔ ارشاد ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ (تحریم:٦)

''اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

نیز ارشاد فرمایا:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طٰہٰ:١٣٢)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔''

قرآن وحدیث کے یہ واضح احکام اور انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت جاریہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے اور درحقیقت اس کے بغیر انسان کا خود دین پر ٹھیک کاربند رہنا ممکن ہی نہیں ہے، اگر کسی شخص کا سارا گھریلو ماحول دین سے بیزار اور خدانا آشنا ہو، تو خواہ وہ اپنی ذات میں کتنا دیندار کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اپنے ماحول سے ضرور متاثر ہوگا، اس لیے خود اپنے آپ کو استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر رکھنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اپنے گردوپیش کو فکر وعمل کے اعتبار سے اپنا ہم مشرب بنایا جائے۔

آج ہمارے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اس فریضے سے یکسر غافل ہو چکے ہیں۔ بڑے بڑے دیندار گھرانوں میں نئی نسل کی دینی تربیت بالکل خارج از بحث ہوگئی ہے اور اگلے وقتوں کے لوگ حالات کے آگے سپر ڈال کر اپنی اولاد کو زمانہ کے بہاؤ پر چھوڑ چکے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تو اپنے اہل خانہ کو دینی رنگ میں رنگنے میں بڑے کوشش کی، لیکن زمانے کی ہوا ہی ایسی ہے کہ ہمارے وعظ ونصیحت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر بعض اوقات یہ خیال شیطان کے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن، کتنے اضطراب اور کتنی دلسوزی کے ساتھ یہ کوششیں کی ہیں۔ اگر آپ کی اولاد جسمانی طور پر بیمار ہو جائے یا اس کا کوئی عضو خدانہ کرے آگ میں جلنے لگے تو

آپ اپنے دل میں کتنی تڑپ محسوس کرتے ہیں اور یہ تڑپ آپ سے کیسے کیسے مشکل کام کرا لیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اپنی اولاد کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر بھی کبھی آپ نے اتنی تڑپ محسوس کی ہے؟ اگر واقعتاً اولاد کی دینی اور اخلاقی تباہی کو دیکھ کر آپ میں اتنی ہی تڑپ پیدا ہوئی ہے جتنی اسے بیمار دیکھ کر ہوتی ہے اور آپ نے اسے دینی تباہی سے بچانے کی ایسی ہی کوشش کی ہے جتنی جسمانی ہلاکت سے بچانے کے لیے کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

لیکن اگر آپ نے اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اتنی لگن، ایسے جذبے اور اتنی کاوش کا مظاہرہ نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ایک معمولی سی آگ اپنے بچے کے قریب دیکھ کر آپ کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں اور جہنم کی ابدی آگ جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، اسے آپ اپنی اولاد کے سامنے منہ کھولے دیکھتے ہیں، مگر آپ کی محبت و شفقت کوئی جوش نہیں مارتی؟ اگر آپ اپنے ننھے سے بچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دیکھ لیتے ہیں تو اس کے رونے دھونے کی پروا کیے بغیر جب تک اس کے ہاتھ سے وہ پستول چھین نہ لیں، چین سے نہیں بیٹھ سکتے، لیکن کیا وجہ ہے کہ جب وہی اولاد آپ کو دینی تباہی کے آخری سرے پر نظر آتی ہے، تو آپ صرف ایک دو مرتبہ زبانی وعظ و نصیحت کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ اپنے گھر کی اصلاح کی موثر تدبیریں سوچی ہیں، جس لگن اور دلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لیے روزگار تلاش کرتے ہیں کیا اتنی لگن کے ساتھ اس کی تربیت کے راستے تلاش کیے ہیں؟ جس خضوع و خشوع اور سوز قلب کے ساتھ آپ ان کی صحت کے لیے دعائیں کرتے ہیں کیا اسی طرح آپ نے ان کے لیے اللہ سے صراط مستقیم طلب کی ہے؟ اگر ان میں سے کوئی کام آپ نے نہیں کیا تو آپ کو اپنے اہل خانہ کی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

ان ساری گزارشات کا منشاء صرف یہ ہے کہ نئی نسل جس برق رفتاری کے ساتھ فکری گمراہی اور عملی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے، اس کا پہلا موثر علاج خود ہمارے گھروں میں

ہونا چاہیے۔ اگر مسلمانوں میں اپنے گھر کی اصلاح کا خاطر خواہ جذبہ، اس کی سچی لگن اور اس کی حقیقی تڑپ پیدا ہو جائے تو یقین کیجیے کہ آدھی سے زائد قوم خود بخود سدھر سکتی ہے۔

اگر کوئی دیندار شخص یہ سمجھتا ہے کہ میری اولاد خدا بیزاری کی جس راہ پر چل رہی ہے، حقیقت میں اس کے لیے وہی راہ راست ہے اور ہم نے اپنے گرد مذہب و اخلاق کے بندھن باندھ کر غلطی کی تھی تو ایسے ''دیندار'' کے حق میں تو دنیا و آخرت دونوں کے خسارے پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے؟ لیکن اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین دین برحق ہے اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے مراحل پیش آنے والے ہیں تو پھر خدا کے لیے اپنی اولاد کو بھی اس جزا و سزا کے دن کے واسطے تیار کیجیے۔ اسے ضروری دینی تعلیم دلوایئے، اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجیے کہ اس میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اس کی صحبت اور اس کا ماحول درست رکھنے کا اہتمام کیجیے، اپنے گھروں کو تلاوت قرآن اور اسلاف امت کے تذکروں سے آباد کیجیے۔ گھر میں کوئی ایسا وقت نکالیے جس میں سارے گھر والے اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا دلکش بنایئے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرے۔ اپنے اہل و عیال اور اقارب و احباب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجیے کہ اللہ تعالیٰ انھیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد بھی ہو سکتے ہیں کہ چند مثالیں ایسی باقی رہ جائیں جو اپنی بدخمیری کی وجہ سے اصلاح پذیر نہ ہو سکیں، لیکن یقین ہے کہ اگر اس مقصد کے لیے اتنا اہتمام کر لیا گیا تو نئی نسل کی ایک بھاری اکثریت راہ راست پر آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور کوشش میں برکت دی ہے اور دین کی دعوت و تبلیغ میں جو محنت کی جائے اس کی کامیابی کا خصوصی وعدہ کیا گیا ہے۔ اس لیے ناممکن ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کی یہ کوشش بالکل بارآور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد تقی عثمانی

۲۵؍ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۲

اسلام
اور
حقوق العباد

(بندوں کے حقوق)

حضرت مولانا سید محمد ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم
صدر المدرسین واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:
دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو جو احکام دیے ہیں ان سے دو قسم کے فرائض بندوں پر لازم ہوتے ہیں ایک وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو بندے پر اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر عائد ہوتی ہیں جیسے ایمان لانا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وغیرہ ایسے فرائض اور ذمہ داریوں کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک بندے پر دوسرے کے لیے لازم کی ہیں ایسے فرائض اور ذمہ داریوں کو حقوق العباد کہا جاتا ہے، یہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) اس اعتبار سے زیادہ اہم ہیں کہ ان میں اگر کوتاہی ہو جائے اور بندہ اگر ان کو ادا نہ کر سکے تو صرف توبہ واستغفار سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ ان کو ادا نہ کر دے یا جس بندے کے حق میں کوتاہی کی ہے وہ معاف نہ کر دے، جب کہ حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) صرف توبہ واستغفار سے معاف ہو جاتے ہیں بلکہ اگر بندہ توبہ بھی نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں سزا دیے بغیر صرف اپنے فضل وکرم سے معاف کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ“ (النساء : ۴۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دے کر بھی) نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے (بلکہ ہمیشہ دائمی سزا میں مبتلا رکھیں گے) اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ) جس کے لیے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دیں گے۔ (بیان القرآن)

دوسری طرف حقوق العباد کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

”يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ إلا الدَّيْنَ“ (صحيح مسلم. حديث: ۱۸۸۶)

شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے سوائے قرض کے۔

کہ اگر کسی شخص کا قرض کسی کے ذمے میں ہے تو جب تک ادا نہ کر دے وہ معاف نہیں ہو سکتا خواہ کتنا ہی بڑا نیک عمل کر لے یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں اپنی جان ہی

کیوں نہ دے دے، امام نووی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرض سے مراد تمام حقوق العباد (بندوں کے حقوق) ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کے حقوق کی اہمیت اس انداز سے بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد میں کوتاہی نہ صرف یہ کہ آخرت میں سخت باز پرس کا سبب بنے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ادا کیے ہوئے حقوق بھی اکارت ہوجائیں گے، بندوں کے حقوق میں غفلت اور زیادتی کرنے والے لوگ اپنی نماز، روزے اور دیگر عبادتوں کا ثواب حاصل نہ کرسکیں گے ان عبادتوں کا ثواب ان مظلوم بندوں کو دے دیا جائے گا جن کے حقوق ان عبادت گذار بندوں نے پامال کیے ہوں گے مزید برآں اگر ظلم وزیادتی کی تلافی ظالموں کی نیکیوں سے نہ ہوسکی تو مظلومین کے گناہوں کا بوجھ ظالمین کے سروں پر ڈال دیا جائے گا۔ چناں چہ ارشاد نبوی ہے:

" أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ" (صحیح مسلم، حدیث : ۲۵۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ہم لوگوں میں تو مفلس اس کو کہا جاتا ہے جس کے پاس کوئی درہم (روپیہ، پیسہ) اور کوئی ساز وسامان نہ ہو! اس پر آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دے چکا ہوگا، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھالیا ہوگا، کسی کا خون کردیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو ان لوگوں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی عبادتیں ان حقوق کو ادا کرنے سے پہلے ہی ختم ہوگئیں جو اس کے ذمے لازم تھے تو پھر ان لوگوں کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیے جائیں گے، پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

کن کے حقوق واجب ہیں؟

اب ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ ہم پر کن کن لوگوں کے حقوق واجب ہیں تو اس سلسلہ میں قاعدہ تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی شئی ایسی نہیں ہے جس کا ایک دوسرے پر حق نہ ہو، علماء کرام نے اس حوالے سے ایک آیت کریمہ کو بنیاد بنایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ جامع و بلیغ کلام ہے:

"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" (البقرہ: ۲۹)

(وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لیے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب)

اس آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر شئی سے وہ نفع اٹھایا جائے جس کے لیے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور ان موقعوں پر اس کو صرف کیا جائے جن میں صرف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کا دنیا کی ہر چیز سے نفع کا تعلق ہے، ایک طرح کا لگاؤ ہے اس لگاؤ کا تقاضا یہ ہوگا کہ اس کی ترقی وحفاظت کی کوشش کی جائے اور ہر اس پہلو سے بچایا جائے جس سے اس کا نفع ختم ہو جائے یا نفع پہنچانے میں رکاوٹ اور نقصان پیدا ہو اور اسی کا نام حق ہے جس کو خود ادا کرنا ضروری ہے۔ اس آیت کے ضمن میں علماء نے لکھا ہے کہ ہر شئی کا جاندار ہو یا غیر جاندار ایک دوسرے پر حق ہے، شاید اسی لیے اس آیت سے کچھ پہلے کفار وفساق کی بری صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ" (البقرہ: ۲۷)

یہ فساق قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے ان کو جوڑنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس میں تمام تعلقات شرعیہ داخل ہیں خواہ وہ تعلقات ہوں جو بندے اور خدا کے درمیان ہیں یا وہ جو اس کے اور اقرباء اور رشتہ داروں کے درمیان ہیں اور جو عام اہل اسلام کے درمیان ہیں اور عام انسانوں کے درمیان ہیں۔ (بیان القرآن)

آیت کے آخری ٹکڑے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حقوق کو ادا نہ کرنا دنیا میں فساد و بے

امنی کی بنیاد اور جڑ ہے۔

یہ تو ایک عام ضابطہ ہوا اس کے علاوہ قرآن وحدیث میں اس قدر تفصیل سے بندوں کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے کہ شاید ہی دوسرے حقوق پر اتنی تفصیل ہو۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

” وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ “(النساء: ۲۷)

اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی، اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضے میں ہیں۔

اس آیت کریمہ کی جامعیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سارے عالم کے انسانوں کے حقوق ادا کرنے کی وصیت فرمادی گئی اور لطیف پیرایے میں ان اہل حقوق میں ترتیب بھی قائم ہوگئی کہ والدین کا حق اہل قرابت پر مقدم ہے اور اہل قرابت کا یتیموں وغیرہ پر، اسی طرح تمام اہل حقوق میں ترتیب ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ یہ ترتیب اسی وقت ہے جب کہ یہ اہل حقوق حق پر قائم ہوں اور اگر کوئی باطل پر ہے مثلاً اہل قرابت اور یتیموں کا کوئی معاملہ ہے اور یتیم حق پر ہیں تو محض قرابت کی بنیاد پر ان کا تعاون نہیں کیا جائے گا اس کو عصبیت کہا جاتا ہے جو شریعت میں انتہائی مذموم عمل ہے۔

کیا کیا حقوق واجب ہیں؟

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ بندوں کے کیا کیا حقوق ہم پر واجب ہیں تو اس سلسلے میں بات اصل وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی کہ ہر اس پہلو سے بچا جائے جس سے اس کا نفع ختم ہو جائے یا اس کے نفع پہنچانے میں رکاوٹ اور نقصان پیدا ہو اس کی تفصیل یہ کی جاسکتی ہے کہ خلق خدا کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے، دولت، عزت، علم اور جو اللہ تعالیٰ نے

نعمتیں ہم کو دی ہیں ان کو بانٹا جائے، والدین، رشتہ دار، پڑوسی اور ضرورت مندوں کی خدمت کی جائے ان کی مشکلات میں سہارا بنیں، کسی کا مال نہ کھائیں، اپنے ماتحتوں سے ہمدردی کریں ان کی ضرورتوں اور آرام کو پیش نظر رکھیں۔ حق تو یہ ہے کہ یہ چیزیں اس وقت معلوم ہوسکتی ہیں جب دل میں یہ جذبہ پیدا ہوجائے کہ دین میں مجھ سے کیا کیا تقاضے وابستہ ہیں اور یہ جذبہ علماء کرام اور اولیاء کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے جس کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے!

زمین دبانے پر وعید

بندوں کے حقوق کی تفصیلات تو بہت ہیں جیسا کہ گزشتہ سطور سے اندازہ ہوگیا اور کوتاہیاں بھی بہت زیادہ ہیں، دنیا کی ہوس اس قدر دلوں میں گھر کرگئی ہے کہ کوئی کسی کا حق ادا کرنے کو تیار نہیں ہے حد تو یہ ہے کہ اولاد کے والدین کو قتل کرنے تک کی خبریں اخبارات کی زینت بننے لگی ہیں جب کہ یہ سب سے مقدس رشتہ ہے، تاہم کچھ حقوق ایسے ہیں جن میں ابتلا کثرت سے ہے اور جن کی وجہ سے باہم قتل وغارت گری، مقدمہ بازی کی نوبت آتی رہتی ہے ان میں سے زمین پر ناحق قبضہ کرنے، کسی کی مینڈ اور ڈول کاٹنے، پانی کے حق کو چرانے کا معاملہ ہمارے معاشرے میں عام ہے حالاں کہ حدیث شریف میں زمین پر ناحق قبضہ کرنے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے ارشاد نبوی ہے:

"مَنْ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنْ الْأَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ "(صحیح مسلم، حدیث: ۱۶۱۰)

جوشخص ایک بالشت بھی زمین غصب کرلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا اتنا حصہ اس کے گلے کا طوق بنادیں گے۔

اس حدیث شریف کے ضمن میں مسلم شریف میں ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف ''اروی'' نامی ایک عورت نے ایک زمین کے بارے میں مقدمہ کردیا، تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس زمین کو اس عورت کے ساتھ چھوڑ دو؛ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص ناحق ایک بالشت زمین بھی لے لے گا تو ساتوں زمینوں کا اتنا حصہ قیامت کے دن اس کا طوق بنا دیا جائے گا'' (پھر بددعا دی اور کہا) اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو تو اس کو اندھا کر دے اور اس کی قبر اس کی زمین میں بنا دے، حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں نے اس عورت کو اندھا دیکھا وہ دیواروں کو پکڑ کر چلتی تھی اور یہ کہتی تھی: کہ مجھے سعید بن زید کی بددعا لگ گئی، اسی طرح وہ ایک دن احاطے میں چل رہی تھی کہ اپنے احاطے کے کنویں کے پاس گزری تو کنویں میں گر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۶۱۰)

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین غصب کرنے اور مال ہڑپنے کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دے سکتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ہی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

لڑکیوں کی میراث میں کوتاہی

موجودہ معاشرہ میں یوں تو کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی، صورت حال یہ ہے کہ ''تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم'' (پورا بدن ہی چھلنی ہو گیا ہے کہاں کہاں پٹی باندھی جائے) زندگی کے ہر شعبے میں اصلاحی جدوجہد کی ضرورت ہے لیکن جن حقوق میں ہندوستان کے چند گھرانوں کے علاوہ کوئی گاؤں اور آبادی ایسی نہیں ہے جن میں مجرمانہ حد تک کوتاہی نہ برتی جاتی ہو ان حقوق میں سے ایک حق میراث کا ہے، آج کا انسان جو تہذیب یافتہ شمار کیا جاتا ہے، زمینوں کو تہ و بالا کیے ہوئے ہے، کائنات کا مسخر کرنے کا مدعی ہے لیکن جتنی تسخیر ہو رہی ہے اتنا ہی انسان جاہلیت سے قریب ہوتا جا رہا ہے، دور جاہلیت کی ظالمانہ رسموں کو قریب لگاتا چلا جا رہا ہے، یتیموں، بیواؤں اور عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنا عام بات ہے، میراث کی حالت یہ ہے کہ خاندان کا زور آور آدمی دیگر وارثین کو ان کا حصہ دینے کے حق میں نہیں ہے خواہ وہ وارثین حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہوں، میت کے چھوڑے ہوئے مال میں سے جو جس کے قبضے میں آ جائے اس میں دوسرے وارث کا حق ہی نہیں سمجھا جاتا، خصوصاً لڑکی کو والدین کی میراث سے قطعاً محروم رکھا جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم جو عورتوں کے خاص ماوی وملجا اور ان کے حقوق کے حامی بن کر مبعوث ہوئے انھوں نے جاہلیت کی رسوم کو توڑتے ہوئے عورت کا میراث میں حصہ مقرر کیا بلکہ خود قرآن کریم میں عورت کی میراث کا مسئلہ مختلف زاویوں سے بیان کیا ماں، بہن، دادی، بیٹی اور بیوی کی میراث کے تفصیلی احکام نازل ہوئے، تفسیر مظہری میں ہے کہ عورتوں کا حصہ تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا تھا ابھی اتنا ہی بتایا گیا تھا کہ "والدین اور رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں خواہ وہ چھوڑا ہوا مال کم ہو یا زیادہ، عورتوں کا مقررہ حصہ ہے" (نساء: ۷) کہ ایک واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ احد کی لڑائی میں جلیل القدر صحابی حضرت سعید بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ان کی شہادت پر حسب دستور ان کے بھائیوں نے تمام مال وجائداد پر قبضہ کر لیا ان کی اہلیہ اور دو بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیا حضرت سعد کی اہلیہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ نے ان کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ صبر کرو عنقریب اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمادیں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

"یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" (النساء: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دولڑکیوں کے جتنا حصہ ملے گا۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دیا ہے کہ جس طرح میراث میں بیٹوں کا حق ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے لیکن اس زمانے میں بھائی، بہنوں کی کوئی حصہ داری روا نہیں رکھتے بلکہ ماحول ایسا بنا ہوا ہے کہ بہنوں کا اپنے حصے کو مانگنا جرم تصور کیا جاتا ہے اگر کوئی بہن ایسا کر لے تو بھائی سنگ دل ہو کر تاحیات ان سے قطع تعلق تک کر لیتے ہیں، ایک عجیب عذر لنگ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو جہیز کی شکل میں خطیر مال دے دیا جاتا ہے، تو میراث اس مال کو کہا جاتا ہے جو مرنے والا اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے زندگی میں دیا ہوا مال تحفہ، ہدیہ اور ہبہ وغیرہ تو کہا جا سکتا ہے اس سے حق میراث ختم نہیں ہو جاتا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اور بندوں کے تمام تر حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۳

شراب نوشی
اور
سرود و موسیقی

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شراب نوشی تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے

شراب نوشی تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے، کیونکہ شراب پینے کے بعد عقل زائل ہوجاتی ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے، اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو دس نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ: تم شراب ہرگز نہ پینا، اس لیے کہ وہ تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے۔ (مسند احمد، مشکوۃ ص ۱۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ **لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ** شراب ہرگز نہ پیو، اس لیے کہ وہ ہر برائی کی چابی ہے (اس سے ہر برائی کا دروازہ کھلتا ہے) (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَكْبَرُ الْكَبَائِرِ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ تَرَكَ الصَّلٰوةَ وَ وَقَعَ عَلٰى اُمِّهٖ وَعَمَّتِهٖ وَ خَالَتِهٖ. (فیض القدیر، ص ۵۰۷ ج ۳)

ترجمہ: شراب تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے، اور کبیرہ گناہوں میں سے سب سے سنگین ہے اور جس نے شراب پی وہ نماز چھوڑ دے گا اور (ہوسکتا ہے کہ) اپنی ماں، پھوپھی اور خالہ سے منہ کالا کرے۔

شراب نوشی بت پرستی کے مترادف ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شراب کے نشے میں چور رہنے والا اگر اسی حالت میں مرگیا تو اللہ تعالیٰ کے

سامنے اس کی پیشی مشرک اور بت پرست کی طرح ہوگی۔ (مسند احمد مشکوٰۃ ص ۳۱۸)

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

شراب کی طرح ان چیزوں کا استعمال بھی ناجائز اور حرام ہے جن کے کھانے یا پینے سے نشہ ہوتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص قسم کی شراب کے بارے میں دریافت کیا جو اس علاقہ میں استعمال کی جاتی تھی، یمن کے لوگ اس کو ''مزر'' کہتے تھے، اور چینا سے بنتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا وہ نشہ پیدا کرتی ہے؟ اُس نے جواب دیا: ہاں اس سے نشہ ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور نشہ کرنے والے کے لیے اللہ کا یہ عہد ہے کہ اس کو دوزخیوں کا لہو اور پیپ ضرور پلائیں گے۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ ص ۳۱۷)

اس زمانہ میں بہت سی جامد اور سیال نشہ آور چیزیں رائج ہوگئی ہیں مثلاً طرح طرح کی دیسی اور انگریزی شرابیں، افیون، بھنگ، چرس، ہیروئن وغیرہ یہ تمام نشہ آور چیزیں قطعی حرام ہیں ان سے کنارہ کشی مسلمانوں پر فرض ہے۔

شراب کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

شراب کو دوا کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، حضرت وائل بن حُجر حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے شراب کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شراب پینے سے منع فرمایا، انھوں نے کہا: میں اس کو دوا کے لیے بناتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۱۷)

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی بھی شراب کو دوا علاج کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور انگریزی دواؤں میں جو الکحل شامل ہوتی ہے یا ہومیو پیتھک دوائیں جو الکحل میں رکھی جاتی ہیں، ان کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ ان دواؤں میں

شراب کا استعمال ضمنی ہے اور وہ نشہ کی حد تک پہنچتی بھی نہیں ہیں۔ ان کے احکام کی تفصیل بہشتی زیور حصہ ۹ ص ۱۰۱ ضمیمہ طبّی جوہر میں ہے۔

کسی بھی ملک میں شراب پینا جائز نہیں

حضرت دَیلم حمیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! ہم لوگ سرد علاقہ میں رہتے ہیں اور وہاں بڑی سخت محنت کرتے ہیں، ہم گیہوں سے ایک شراب بنا کر استعمال کرتے ہیں اور اس سے قوت وطاقت حاصل کرتے ہیں اور اپنے ملک کی سردی کا مقابلہ کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں وہ نشہ پیدا کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس سے بچو، اور ہرگز استعمال نہ کرو، میں نے کہا: حضرت! وہاں کے لوگ اس کو چھوڑنے والے نہیں ہیں (یعنی مجھے امید نہیں ہے کہ وہ کہنے سننے سے باز آجائیں) آپ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو۔ (ابوداود، مشکوٰۃ، ص ۳۱۸)

اس حدیث شریف سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی بھی علاقہ کے مقامی حالات کے پیش نظر شراب یا کوئی نشہ آور چیز حلال نہیں ہوسکتی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی علاقہ میں اجتماعی طور پر شراب پینے پر لوگ اصرار کریں اور باز نہ آئیں، تو اسلامی حکومت ان کے خلاف طاقت استعمال کرے گی، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں شراب نوشی کتنا بڑا گناہ ہے۔

شراب سے کسی بھی طرح کا تعلق رکھنا جائز نہیں

جو شخص شراب سے کسی بھی طرح کا تعلق رکھے گا وہ رحمت خداوندی سے محروم ہوگا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے:

1. شراب بنانے کے لیے انگور نچوڑنے والے پر،
2. دوسرے سے نچڑوانے والے پر،

۳. پینے والے پر،
۱۴ (پینے کے لیے) اٹھانے والے پر،
۵. اور اس شخص پر جس کے لیے اٹھائی گئی ہے،
۶. پلانے والے پر،
۷. بیچنے والے پر،
۸. اس کی قیمت کھانے والے پر،
۹. خریدنے والے پر، اور
۱۰. اس شخص پر جس کے لیے خریدی گئی ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۵۵، ج۱)

شراب سے بچنے والوں کے لیے بشارت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میرے رب نے قسم کھائی ہے کہ میری عزت وجلال کی قسم! میرے بندوں میں سے جو بھی شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا، میں اس کو اتنا ہی لہو اور پیپ پلاؤں گا، اور جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑ دے گا میں اس کو پاکیزہ حوضوں کی پاکیزہ شراب پلاؤں گا۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ ص ۳۱۸)

سرود و موسیقی کا فتنہ

سرود و موسیقی انسان میں غفلت پیدا کرتی ہے، شہوانی جذبات کو بھڑکاتی ہے، اور بے حیائی کو فروغ دیتی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ راگ اور گانا انسان کو دینی امور سے غافل کرتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو قوم بھی گانے باجے میں گرفتار ہوتی ہے وہ کسی کام کی نہیں رہتی، ترقی تو درکنار اپنا اقتدار بھی برقرار نہیں رکھ سکتی۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی قوم کا موسیقی اور گانوں میں انہماک بڑھا تو وہ تباہ و برباد ہوگئی، روم و یونان جیسی عظیم قوموں کے زوال کے اسباب پڑھئے تو گانوں باجوں اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی فحاشی اور بے حیائی سرِ فہرست نظر آئے گی۔ دنیا میں مسلمانوں کا اقتدار اس وقت تک مستحکم رہا جب تک وہ لہو و لعب اور گانوں باجوں سے دور رہے، مگر جب سُر ود و موسیقی کے دلدادہ ہو گئے تو اسلامی حکومت اپنا استحکام کھو بیٹھی، اور اسلام دشمن طاقتوں نے مسلم معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، مغلوں کی عظیم سلطنت مسلمانوں کے ہاتھ سے انگریزوں نے اس وقت چھینی ہے جب محمد شاہ رنگیلے جیسے حکمراں پیدا ہوئے، جو دن بھر گانوں باجوں میں لگے رہتے تھے، اور اس وقت تک دربار میں نہیں جاتے تھے۔ جب تک گانوں باجوں سے اکتا نہ جائیں، اور حرم سرا کی عورتیں زبردستی انھیں دربار میں جانے کے لیے مجبور نہ کر دیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے خوب نشاندہی فرمائی ہے:

آ بتاؤں میں تجھے تقدیرِ اُمم کیا ہے؟
سیف و سنان اوّل، چنگ و رباب آخر

انھیں مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجوں کو زنا اور شراب جیسی حرام چیزوں کی صف میں شمار فرمایا ہے، اور ان سے لطف اندوز ہونے کو ایسا ہی سنگین جرم بتایا ہے جیسا شراب سے لطف اندوز ہونا، اور زنا اور بدکاری کرنا، حضرت

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

لَيَكُونَنَّ مِنْ اُمَّتِي اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الحِرَّ و الحَرِيْرَ و الخَمر وَالْمَعَازِفَ۔ (بخاری ص ۸۳۷، ج ۲)

''میری امت میں ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔''

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میری امت میں کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے اور (لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے) اس کا نام بدل دیں گے، ان کے سروں پر باجوں اور گانے والیوں کی آواز ہوگی، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دیں گے، اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیں گے۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۰)

شیطان کی عیاری

انسان کے دل پر دو حالتیں طاری ہوتی ہیں، ایک غم کی حالت دوسری خوشی کی حالت، غم کی حالت عام طور پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان کی کوئی عزیز اور پیاری چیز گم ہو جاتی ہے، اور خوشی کی حالت اس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان کو کوئی اچھی اور عمدہ چیز مل جاتی ہے۔ ان دونوں حالتوں کی مناسبت سے دو عبادتیں رکھی گئی ہیں، غم کی حالت میں صبر کرنا اور اللہ جل شانہ کی مشیت پر راضی رہنا، اور خوشی کی حالت میں اللہ جل شانہٗ کی بخشش اور انعام کا شکر ادا کرنا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صبر و شکر دو عظیم عبادتیں ہیں ان کے فضائل و فوائد قرآن کریم اور احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں۔

شیطان ان دونوں موقعوں پر عبادت الٰہی سے ہٹانے کے لیے اور ثواب سے محروم کرنے کے لیے انسان کو دو ایسے کاموں میں لگاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی اور بہت بڑا گناہ ہے۔ غم کے موقع پر رونے دھونے اور نوحہ و گریہ میں لگاتا ہے اور خوشی کے موقع پر گانے بجانے اور رقص و سُرود میں منہمک کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

صَوتان ملعونان فی الدنیا والاخرۃ: مزمار نعمۃٍ، ورنّۃ عند مصیبۃٍ۔

(فیض القدیر ص ۲۱۰، ج ۴)

ترجمہ: دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے، ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز، دوسری مصیبت کے موقع پر آہ و بکا اور نوحہ کی آواز۔

سرود و موسیقی کی نحوست

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اس امت میں بھی زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات پیش آئیں گے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: یارسول! ایسا کب ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہو جائے گا۔ اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔ (جامع ترمذی ص ۴۴، ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

(۱) جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے (۲) امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے (۳) زکوٰۃ کو تاوان گمان کیا جائے (۴) علم دین دنیا طلبی کے لیے سیکھا جائے۔ (۵) مرد اپنی بیوی کی اطاعت (۶) اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے۔ (۷) دوست کو قریب کرے (۸) اور باپ کو دور رکھے (۹) جب مسجدوں میں شور و غل ہونے لگے (۱۰) جب قبیلہ کا سرداران کا بدترین شخص بن جائے (۱۱) اور قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہو جائے (۱۲) آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جانے لگے (۱۳) جب گانے والی عورتیں اور باجوں کا رواج عام ہو جائے (۱۴) اور شرابیں پی جانے لگیں (۱۵) جب اس امت کے پچھلے اگلوں پر لعنت بھیجیں، تو اس وقت تم انتظار کرو سرخ آندھی کا، زلزلے اور زمین میں دھنسنے کا صورتیں مسخ ہونے اور بگڑنے اور پتھروں کے گرنے کا، اور قیامت کی ایسی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد

دیگرے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ ص ۴۷۰)

سرود وموسیقی سے دور رہنے والوں کے لیے خوش خبری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے کانوں اور آنکھوں کو شیطانی باجوں سے دُور رکھتے تھے؟ اُنھیں سارے لوگوں سے الگ کرو، چنانچہ فرشتے انھیں الگ کر کے مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھا دیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ان لوگوں کو میری تسبیح وتحمید سناؤ، پھر فرشتے ایسی پیاری آوازوں میں ذکر الٰہی سنائیں گے کہ سننے والوں نے ایسی آوازیں کبھی نہ سنی ہوں گی۔ (کنز العمال ص ۲۲۰، ج ۱۵)

سرود وموسیقی آج کا سب سے بڑا فتنہ

آج سرود وموسیقی کا فتنہ گھر گھر پھیل گیا ہے، ریڈیو، ویڈیو، ٹیلی ویژن، وی سی آر، سینما تھیٹر اور سوانگ بھرنے کا رواج عام ہوگیا ہے، لیکن ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور معاشرے کے لیے نہایت تباہ کن ٹیلی ویژن ہے، ٹیلی ویژن انسان کے سامنے بے حیائی، عریانی اور فحاشی کے ایسے مناظر پیش کرتا ہے کہ دیکھنے والوں کی حیا اور غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے، اور وہ بے حیا اور بے غیرت بن جاتے ہیں۔ پھر پستی اس درجہ حد سے گذر گئی ہے کہ ٹی وی کے فحش مناظر اور اخلاق سوز گانوں کو گھر کے سبھی افراد ماں بیٹا، باپ بیٹی، اور بھائی بہن ایک ساتھ ملکر دیکھتے اور سنتے ہیں، اس سے کیسا معاشرہ تیار ہوگا وہ ظاہر ہے، مسلمانوں کے سربراہوں اور دینی پیشواؤں کو اس کی اصلاح کے لیے کمر ہمّت باندھ لینی چاہیے، ورنہ اس کا خمیازہ پوری امت کو بھگتنا پڑے گا۔

انسانیت کے دو جوہر حیا اور غیرت

اللہ جل شانہ نے انسانیت کے تحفظ اور انسانی معاشرے کے قیام وبقاء کے لیے تمام بنی آدم میں دو خوبیاں رکھی ہیں۔ ایک حیا اور دوسری غیرت، اگر بنی آدم میں یہ دو خوبیاں نہ

ہوتیں تو انسانیت کبھی کی مٹ چکی ہوتی، اور انسانی معاشرے کا جنازہ نکل چکا ہوتا یہ خوبیاں مرد وعورت دونوں میں ہوتی ہیں، مگر عورتوں میں صفت حیا کا غلبہ ہوتا ہے اور اسے نسوانیت کا زیور سمجھا جاتا ہے، جبکہ مردوں میں غیرت غالب ہوتی ہے اور اسے مردانگی کی علامت اور اس کا ہتھیار سمجھا جاتا ہے، حیا اور غیرت ہی کی وجہ سے بدکاری اور فواحش کا دروازہ بند رہتا ہے، خدانخواستہ اگر بنی آدم میں حیا اور غیرت نہ رہے تو بدکاری، عریانی، اور فحاشی میں انسان جانوروں سے بدتر ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّةِ الاولی: اِذَالَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ۔ (رواہ البخاری، مشکوۃ، ص ۴۳۱)

لوگوں نے گذشتہ انبیائے کرام کے ملفوظات میں سے یہ بات یاد رکھی ہے کہ "جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔"

زید بن طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقاً وَ خُلُقُ الاِسْلَامِ الْحَیَاءُ۔ (رواہ مالک مرسلاً، مشکوۃ ص ۴۳۲)

ہر دین میں ایک (امتیازی) وصف ہوتا ہے اور اسلام کا (امتیازی) وصف حیا اور شرم ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعدؓ کی اس غیرت مندی کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اُن سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ جل شانہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں، اور غیرت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور پوشیدہ فواحش کو حرام فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ، ص ۲۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَغَارُ، وَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ، وَغَیْرَۃُ اللّٰہِ اَنْ لَایَاْتِیَ الْمُومِنُ مَا

حَرَّمَ اللّٰهُ۔ (متفق علیہ، مشکوۃ، ص ۲۸٦)

''اللہ تعالیٰ غیرت کھاتے ہیں اور مؤمن بھی غیرت کھاتا ہے، اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مؤمن وہ کام نہ کرے جس کو اللہ نے حرام فرمایا ہے۔''

اس ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے کہ غیرت جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے وہ مومن میں بھی ہونی چاہیے، غیرت ہی وہ وصف ہے جو فواحش ومنکرات سے انسان کو بچاتا ہے، باغیرت آدمی جب اپنے اہل وعیال کو فواحش میں مبتلا دیکھتا ہے تو اس کا خون کھولنے لگتا ہے، اور وہ ان کی روک تھام کی پوری کوشش کرتا ہے، اگر باز نہیں آتے تو مناسب تنبیہ کرتا ہے، مناسب تنبیہ کے باوجود باز نہیں آتے تو ان کو سخت سزا دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ چونکہ سب سے زیادہ غیرت مند ہیں اس لیے انسانوں کو فواحش ومنکرات سے روکتے ہیں، قرآن وحدیث میں جابجا فواحش ومنکرات کی حرمت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود لوگ فواحش ومنکرات سے باز نہیں آتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت میں ان کو سخت سزا دیتے ہیں، پس غیرت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان وہ کام ہرگز نہ کرے جو اللہ نے حرام کئے ہیں۔

ٹی وی دین ودنیا دونوں سے غافل کرتی ہے

الغرض ٹیلی ویژن اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے اس لیے کہ اس سے بے حیائی اور فحاشی کو فروغ ملتا ہے، اور دین سے لوگ غافل ہوجاتے ہیں تجربہ شاہد ہے کہ ٹی وی پروگراموں کو دیکھنے والے عام طور پر نمازوں میں غفلت کرتے ہیں، جماعت کا اہتمام نہیں کرتے، اور جب کوئی خاص پروگرام آتا ہے تو تمام دینی اور دنیوی کاموں کو چھوڑ کر اس میں منہمک ہوجاتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو چیز لوگوں کو دین ودنیا سے غافل کردے وہ کیسے جائز اور مفید ہوسکتی ہے؟ ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (سورۂ لقمان، آیت ٦)

''اور بعضا آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے (یعنی ایسی باتیں اختیار کرتا ہے)

جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں، تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے، اور راہِ حق کی ہنسی اُڑاوے، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔"

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ اس آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ: سعدائے مُفلحین کے مقابلہ میں یہ اُن اشقیاء کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ، کھیل تماشے یا دوسری واہیات وخرافات میں مستغرق ہیں چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل وتفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کردیں، اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اُڑائیں۔

(فوائد عثمانی بر ترجمہ شیخ الہند)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نہ گانے والیوں کو بیچو، نہ ان کو خریدو، نہ ان کو (گانے کی) تعلیم دو اور ان کی تجارت میں کوئی خیر وبرکت نہیں ہے اور ان کا ثمن اور قیمت حرام ہے، ایسی ہی چیزوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الخ۔

(جامع ترمذی، ص ۱۵۴، ج ۱)

ٹی وی اور دیگر آلاتِ لہو کی تجارت

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ٹیلی ویژن اور دیگر آلاتِ لہو کی تجارت اور کاروبار میں خیر وبرکت نہیں، لہٰذا مسلمانوں کو ان چیزوں کی تجارت اور کاروبار سے بچنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو فروغ دینے کے لیے نہیں بلکہ مٹانے اور نیست ونابود کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور سب کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے، اور میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ معازف ومزامیر، بت پرستی، صلیب پرستی اور تمام جاہلی باتوں کو مٹا دوں اور نیست ونابود کردوں۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ، ص ۳۱۸)

معازف ان باجوں کو کہا جاتا ہے جو ہاتھ سے بجائے جاتے ہیں، جیسے ڈھول، طبلہ،

ستار، سارنگی وغیرہ۔ اور مزامیر وہ باجے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں جیسے شہنائی، بانسری وغیرہ۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بت پرستی اور صلیب پرستی کی طرح تمام جاہلانہ باتوں اور ہر قسم کے باجوں کو مٹانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خاص مقاصد میں سے ہے جن کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں لہٰذا جن مسلمانوں کے گھروں میں ٹیلی ویژن ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس منحوس چیز کو اپنے گھروں سے نکال دیں، اور جن خوش نصیب مسلمانوں نے ابھی تک اپنے گھروں کو اس لعنت سے پاک رکھا ہے وہ اس ملعون چیز کو تاقیامت اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں۔

ٹی وی، وی سی آر اور ڈِش انٹینا اس دَور کے انتہائی بھیانک فتنے

پوری انسانیت کے لیے بالعموم اور امت مسلمہ کے لیے بالخصوص اس دَور کا سب سے خطرناک اور انتہائی بھیانک فتنہ ٹیلی ویژن ہے اور اس کا ذیلی اور تابع مگر اُمّ الخبائث آلہ وی سی آر ہے، اور ڈِش انٹینا اس فتنے کو ہزار گنا بڑھاتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ لعنت جس گھر میں داخل ہوتی ہے وہ گھر دینی یا دنیوی اعتبار سے چاہے کتنا ہی باحیثیت ہو، پھر بھی اس گھر سے اسلامی تہذیب، اسلامی اخلاق اور اسلامی افکار واقدار کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ لباس اور لباس کے استعمال کے ڈھنگ بدل جاتے ہیں، گفتگو اور اندازِ گفتگو بدل جاتا ہے۔ بیٹی کا باپ کے سامنے، اور بہن کا بھائی کے سامنے حجاب کا انداز بدل جاتا ہے، سروں سے ٹوپیاں اور اوڑھنیاں رخصت ہوجاتی ہیں۔ چہروں سے ڈاڑھیاں رکھنا اور لڑکیاں چہروں اور سروں کو ڈھانکنا باعث ننگ وعار سمجھتی ہیں، والدین کی نافرمانی کرنا، اور بڑوں کی بے ادبی کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ اسلامی افکار واقدار کی عظمت ان کے دلوں سے رخصت ہوجاتی ہے، اور مغربی تہذیب اور افکار و خیالات کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ بِكُمْ اِذَا فَسَقَ فِتْيَانُكُمْ وَطَغٰى نِسَاؤُكُمْ؟ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاِنَّ

ذٰلِکَ لَکَائِنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَاَشَدُّ کَیْفَ بِکُمْ اِذْ لَمْ تَامُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَاِنَّ ذٰلِکَ لَکَائِنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَاَشَدُّ، کَیْفَ بِکُمْ اِذَا رَأَیْتُمُ الْمَعْرُوْفَ مُنْکَرًا وَالْمُنْکَرَ مَعْرُوْفًا؟ (اخرجہ رزین، جامع الاصول، ص ۴۱۲، ج ۱۰، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھارے نوکر چاکر بدکار ہوجائیں گے، اور تمھاری عورتیں سرکش ہوجائیں گی؟ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ! ایسا بھی ہونے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، اوراس سے بھی برا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارا کیا حال ہوگا جب تم نہ تو اچھی باتوں کی تاکید کروگے، نہ بری باتوں سے منع کروگے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: حضور! ایسا بھی ہونے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، اوراس سے بھی برا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارا کیا حال ہوگا جب تم اچھے کو برا اور برے کو اچھا گمان کرنے لگوگے؟

اس ارشادِ نبویؐ کو غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ آیا ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا ان برائیوں کو جنم دیتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہی تمام برائیوں کی جڑیں اور مرکز ہیں، تو پھر آپ اس سے بچنے کی فکر کیوں نہیں کرتے؟ کیا عذابِ خداوندی اور آفتِ سماوی کا انتظار ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا عَمِلَتْ اُمَّتِیْ خَمْسًا فَعَلَیْھِمُ الدَّمَارُ: اِذَا ظَھَرَ فِیْھِمُ التَّلَاعُنُ، وَشَرِبُوا الْخُمُوْرَ، وَلَبِسُوا الْحَرِیْرَ، وَاتَّخَذُوا الْقِیْنَاتِ، وَاکْتَفَی الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ (کنز العمال، ص ۱۸، ج ۱۶)

ترجمہ: جب میری امت پانچ کام کرے گی تو ان پر ہلاکت آئے گی: (۱) جب ان میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا عام ہوجائے گا (۲) لوگ شرابیں پئیں گے (۳) ریشم پہنیں گے (۴) ڈومنیوں کو اپنائیں گے (۵) مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کریں گی (یعنی ہم جنسی کا مرض عام ہوجائے گا)

ظاہر ہے کہ ٹی وی وغیرہ ڈومنیوں کی بدترین شکلیں ہیں اس لیے جس ہلاکت و بربادی

کی خبر گانے والی عورتوں کا دور دورہ ہونے کی صورت میں دی گئی ہے، وہی وعید ان آلات پر بھی ہوگی۔

نیز حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، حضرت ابوامامہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیَبِیْتَنَّ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی اَشَرٍ وَ بَطَرٍ وَلَعِبٍ وَلَهْوٍ، فَیُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِیْرَ، بِاسْتِحْلَالِهِمُ الْمَحَارِمَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَیْنَاتِ وَ شُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَ بِاَکْلِهِمُ الرِّبَا، وَ لُبْسِهِمُ الْحَرِیْرَ (کنز العمال، ص۸۲، ج۱۶)

ترجمہ: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! میری امت میں سے کچھ لوگ تکبر کرنے، اِترانے اور کھیل تماشوں میں رات بھر مشغول رہیں گے، اور صبح ہوتے ہی بندر اور سور بن جائیں گے۔ حرام چیزوں کو حلال سمجھنے کی وجہ سے اور ڈومنیوں کو اپنانے، شراب پینے، سود کھانے اور ریشم پہننے کی وجہ سے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کاموں میں رات بھر مشغول رہنے پر بندر اور سور بن جانے کی خبر دی ہے، آج ٹی وی اور وی سی آر دیکھنے والے رات بھر ان کاموں میں منہمک رہتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً انہی لغویات وخرافات میں ان کے رات دن کٹ رہے ہیں، اور تباہی وبربادی کی طرف بڑھ رہے ہیں، پس جو حضرات اپنی فیملی کو سنوارنا چاہتے ہیں ان کی بہبودی کے خواہشمند ہیں ان میں فواحش کو رواج دینا نہیں چاہتے اور اپنی عزت وآبرو بچانا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ پہلی فرصت میں ان اسبابِ لعنت کو گھر بدر کردیں، اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو جلد وہ دن دیکھنا پڑے گا کہ خون کے آنسو روئیں گے، اور اس وقت کوئی علاج ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان ہلاکت خیز چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں! عذابِ خداوندی اور آفاتِ سماوی سے بچائیں، اور دُنیا وآخرت کی نعمتوں اور خوبیوں سے مالامال فرمائیں! آمین یاربّ العالمین۔

○○

اصلاحِ معاشرہ کے لئے چند رہنما اصول

از: امیر الھند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کی اصل وجہ یہی دین سے دوری اور دینی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے۔ ایسے میں تمام مسلمانوں اور خاص کر دیندار لوگوں، علماء کرام اور مساجد کے ائمہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مسلم معاشرہ میں پیدا ہونے والی ان خرابیوں کو ہر ممکن طریقہ سے دور کرنے کی جدوجہد کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی پوری طرح انجام دہی کریں۔ اس سلسلہ میں درج ذیل طریقے کو اپنانے کا مشورہ دیا جاتا ہے:

(۱) ہر بستی اور ہر محلہ میں اصلاحی کمیٹیاں قائم کر کے عوام کو دین کی طرف متوجہ کیا جائے۔ نماز و روزہ اور دیگر عبادات کے علاوہ صورت وسیرت کو بھی اسلامی رنگ میں ڈھالنے کی ترغیب دی جائے۔ گھروں میں دینی ماحول قائم کیا جائے۔ نیز موقع بہ موقع اصلاحی جلسے کیے جائیں۔

(۲) اولاد میں ماں باپ کا ادب واحترام اور ان کی اطاعت وخدمت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز بڑوں کے احترام کرنے اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت کرنے کا ماحول تیار کیا جائے۔

(۳) شادی بیاہ اور ختنہ وغیرہ امور میں اصراف بے جا اور جہیز وتلک کی حرام رسم کے خلاف تحریک چلائی جائی اور نوجوان ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کریں۔

(۴) دس روزہ عشرہ پروگراموں، انفرادی ملاقات، میٹنگوں، لٹریچر اور دیگر طریقے اختیار کر کے خصوصیت سے سینما بینی، ٹیلی ویژن، وی سی آر اور دوسری خرافات سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی تلقین کی جائے۔

(۵) ایڈز کے انسداد کے لیے ڈاکٹری اعتبار سے جو طریقے بتائے جاتے ہیں وہ بجائے خود مضر ہیں اور گناہوں کو ترغیب دیتے ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ انسداد فحاشی مہم کے لیے اسلامی طریقوں کو اپنایا جائے۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے۔

(خطبات فدائے ملتؒ، ص ۶۴۹-۶۵۰)

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۴

ماں باپ کے حقوق

مرتب

جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی

استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد

قرآن کریم میں ماں باپ کے حقوق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ماں باپ کے حقوق، ان کے ساتھ احسان ہمدردی، رواداری، عاجزی اور انکساری، ادب واحترام اور ان کی دلجوئی، ان کے سامنے جھکے رہنے، اور ان کی مرضی کی رعایت کرنے، اور ان کی دل شکنی، حتیٰ کہ ان کو اُف کہنے سے بھی گریز کرنے کے متعلق بارہ سورتوں کے تیئیس مقامات میں بڑی اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا اور اللہ کے شکر کے ساتھ ماں باپ کے شکر کو ملا کر بیان فرمایا۔ جہاں اللہ کا شکر ادا کرنا لازم ہوتا ہے وہاں ماں باپ کا شکر بھی لازم ہوتا ہے۔ کہیں فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرتے رہنا۔ کہیں فرمایا کہ ان کے لئے یوں دعا کرتے رہو۔ "اے میرے پروردگار ان دونوں پر اپنی رحمت برسایئے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں رحمت وشفقت سے پالا اور پرورش کیا ہے۔" کہیں فرمایا کہ ان کے سامنے عاجزی انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ کہیں فرمایا کہ ان کے ساتھ نرمی اور لطافت سے اچھی گفتگو کرنا۔ کہیں فرمایا کہ اگر ماں باپ کفر وشرک میں مبتلا ہونے پر بھی مجبور کریں، تب بھی ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا مگر کفر وشرک کا عمل نہیں کرنا۔

---

[1] بقرہ: ۸۳، ۱۸۰، ۲۱۵، ۲۳۳، نساء: ۷، ۳۳، ۳۶، ۱۳۵، مائدہ: ۱۱۰، انعام: ۱۵۱، ابراہیم: ۴۱، بنی اسرائیل ۲۳، مریم ۱۴، ۳۲، نمل: ۱۹، عنکبوت ۸، لقمان: ۲/ ۱۴، ۲/ ۳۳، احقاف: ۲/ ۱۵، ۱۷، نوح: ۲۸

حدیث شریف میں ماں باپ کے حقوق

حدیث پاک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکبر الکبائر (سب سے بڑا گناہ) اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے [1]۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کے اسلام لانے پر سخت ناراض تھیں اور قسم کھالی کہ جب تک سعد دوبارہ کفر میں لوٹ کر نہیں آئے گا اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی۔ مگر پھر بھی ماں کے ساتھ ہمدردی لازم تھی۔ اس لئے کئی آدمی مل کر ان کی والدہ کے منہ کو کھول کر کھانا اندر داخل کرتے تھے [2]۔ معلوم ہوا کہ کافر ماں باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنا لازم ہے۔ ان کا دل دُکھانا جائز نہیں ہے۔

بوڑھے والدین کی خدمت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بوڑھے ماں باپ کی خدمت جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے والدین زندہ ہیں۔ تو جواب میں کہا، جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ انہیں کی خدمت کرو [3]۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل ترین عمل کیا ہے؟ آپؐ نے یکے بعد دیگرے کئی چیزوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا سب سے افضل ترین عمل ہے [4]۔

---

[1] بخاری : ۱/ ۳۶۲، ۲/ ۸۸۴، مسلم : ۱/ ۶۴، ترمذی : ۲/ ۱۳۱ ، [2] ترمذی: ۱۵۴، [3] ترمذی: ۱/ ۲۹۶، مسلم : ۲/ ۳۱۳، [4] بخاری: ۲/ ۸۸۲ ،ترمذی : ۲/ ۱۱

جو شخص بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے اور ان کی ہر آرزو پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کے آرام میں اس کا آرام ہے۔ ان کے دُکھ درد میں اس کا دُکھ درد ہے، ان کی خوشی میں اُس کی خوشی ہے۔ ایسے آدمی کے لئے جنت لازم ہے اور اس کا سارا گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جو شخص بوڑھے ماں باپ کی زندگی پانے کے باوجود ان کی خدمت کر کے ان کو خوش کر کے جنت حاصل نہ کرسکے اس کی بڑی بد قسمتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بوڑھے والدین کی زندگی پالے پھر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے، اس پر ہلاکت و بربادی ہے[1]۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے ممبر کی ہر سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آمین کہا۔ صحابہ کرامؓ کے وجہ معلوم کرنے پر فرمایا کہ جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل امین نے فرمایا کہ اس شخص پر ہلاکت و بربادی ہے جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو سکی، اس پر ہلاکت و بربادی ہے اور جب دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو جبرئیل امین نے فرمایا اس پر ہلاکت و بربادی ہے، جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر ہو اور آپؐ پر دُرود نہ بھیجے اور جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل امین نے فرمایا کہ اس پر بھی ہلاکت و بربادی ہے کہ جس نے بوڑھے والدین کو پاکر جنت حاصل نہ کیا، تو میں نے جبرئیلؑ کی تینوں بددعاؤں پر آمین کہا[2]۔

اب ناظرین اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ماں باپ کے حقوق ہمارے اوپر کیا ہیں اور ہم ان کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں اور کہاں تک ہم ان کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

---

[1] مسلم :۲/۳۱۴ [2] فضائل رمضان : ۱۷

ماں باپ کی بد دعاء

نوجوانو! ماں باپ کی خدمت کر کے ان سے دعائیں لے لو۔ دنیا و آخرت تمہاری سنور جائے گی۔ وہ تم سے ہرگز ناراض نہ ہونے پائیں۔ مدرسہ شاہی کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین میں سے کسی کا واقعہ بار بار سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص اپنے والد کو گھر سے مارتا ہوا باہر لے آیا اور گھر سے باہر راستہ میں ایک کوڑی پڑی ہوئی تھی وہاں پر لا کر باپ کو گرا دیا۔ اب تک باپ کی آنکھوں سے صرف آنسو نکل رہے تھے آواز اور شور کچھ نہیں تھا۔ اور جب باپ کو وہاں سے کھینچ کر آگے لے جانے لگا، تو باپ نے کہا، اب بس کر دے بیٹا بس کر دے، میں بھی اپنے باپ کو مارتا ہوا یہاں تک لایا تھا۔

دوستو! ماں باپ کو ایذاء دینا ان کو ستانا ایک زہریلا سلسلہ ہے۔ جو نسلوں تک جاری رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کریں گی۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی پر ہے[1]۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین آدمی کی دعائیں بہت جلدی قبول ہو جاتی ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے۔ (۱) مظلوم کی بد دعا ظالم کے حق میں۔ (۲) مسافر کی دعاء حالت سفر میں۔ (۳) والدین کی بد دعاء اولاد کے حق میں۔ اس لئے ماں باپ کی بد دعا سے بچو۔ ان کا دل نہ دُکھاؤ۔

---

[1] طبرانی : بحوالہ معارف الحدیث ۵۹/۶ ، [2] ترمذی: ۱۲/۲

ماں باپ کی خوشی سے دنیا و آخرت کی ترقی

اولاد کی دنیا و آخرت کی ترقی کا مدار ماں باپ کے خوش رہنے پر ہے۔ ماں باپ کی نیک دعاء سے رزق میں، کاروبار میں، اولاد میں برکت ہوتی ہے اور دن بدن ترقی ہوتی رہتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کو خوش رکھنے سے اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کرتا ہے[1] اور جب عمر لمبی ہوگی تو رزق کا سلسلہ بھی لمبا ہو جائے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اولاد کی جنت والدہ[1] کے قدموں کے نیچے ہے۔[2]

ماں کا حق زیادہ کیوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حکیم بن حزامؓ نے یکے بعد دیگرے تین مرتبہ پوچھا کہ میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں آپؐ نے ہر بار کے جواب میں فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ پھر چوتھی مرتبہ فرمایا کہ اپنے باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔[3]

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ نے ماں کی خدمت اور ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو تین مرتبہ تاکید کر کے فرمایا اور باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو صرف ایک مرتبہ کیوں فرمایا ہے؟ اس میں کیا راز ہے؟

اصل میں بات یہ ہے کہ ماں نے تین تکلیفیں ایسی اٹھائی ہیں جن کا باپ کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ (۱) حمل کے زمانے میں نو ماہ تک بوجھ اٹھاتی پھرتی رہی اس کی وجہ سے طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتی رہی۔ سب کچھ سہتی رہی۔ (۲) ولادت

---

[1] معارف الحدیث ۲۵۸/۶ ، [2] معارف الحدیث : ۵۱/۶ ، [3] ترمذی: ۱۱/۲

کے زمانے میں جاں کنی کی تکلیف ماں نے اٹھائی۔ (۳) ولادت کے بعد اپنے بدن کا جوس (دودھ) ماں نے پلایا۔ ایک ایک رات میں پانچ پانچ چھ چھ دفعہ بچے کے رونے کی آواز سن کر شدت کی نیند کو قربان کر کے دودھ پلانے والی ماں ہی ہوتی ہے۔ بچے کی پرورش میں یہ تین قسم کی مشقتیں ایسی ہیں جن کے برداشت کرنے میں ماں تنہا ہوتی ہے۔ ان مشقتوں میں باپ کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے حق کے لئے تین بار تاکید فرمائی ہے۔

ماں باپ کی موت کے بعد ان کا حق ادا کرنا

اگر کوئی شخص زندگی میں ماں باپ کا حق ادا نہیں کرپاتا ہے اور ان کی وفات کے بعد اس کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ کسی بھی صورت سے ان کی رُوح کو فائدہ پہنچ جائے، یا اس نے زندگی میں ماں باپ کی نافرمانی کی ہے ان کا دل دکھایا ہے اب مرنے کے بعد احساس پیدا ہو گیا اور اس پر بڑا شرمندہ اور فکر مند ہو گیا کہ کسی طرح ہمیشہ کی بربادی سے حفاظت ہو سکے تو سرور کائنات رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی حل بتلادیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسا شخص خالص دل سے توبہ کرے اور ماں باپ کے لئے ہمیشہ دعا اور استغفار کرتا رہے۔ کرتا رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کا نام نافرمانوں کی فہرست سے کٹوا کر نیکوں کی فہرست میں درج کرا دیتا ہے[1]۔ پھر اس کو نیکی کی توفیق ہو جاتی ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلمہ کے ایک شخص نے آکر آپؐ سے سوال کیا کہ ماں باپ کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جا سکتا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ موت کے بعد ان کے ساتھ پانچ چیزوں کے ذریعہ حسن سلوک کیا جا سکتا ہے۔ (۱) ان کے لئے

---

[1] معارف الحدیث ۶/۵۷ بحوالہ شعب الایمان

خیر و عافیت اور رحمت کی دعا کرتے رہنا۔ (۲) ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگتے رہنا۔ (۳) اگر ماں باپ کا کسی کے ساتھ معاہدہ رہا ہے یا کسی کا حق یا قرض رہا ہے تو اس کو پورا کر دینا۔ (۴) ان کے تعلق سے جو رشتے ہوں ان کا خیال رکھنا اور ان کا حق ادا کرتے رہنا۔ (۵) ان کے دوستوں کا اکرام اور احترام کرتے رہنا[1]۔

یہ سب کام ولد صالح اور نیک اولاد ہی کیا کرتی ہیں۔ لہٰذا ماں باپ کو بھی چاہئے کہ اولاد کو اچھی تربیت دے کر نیک بنا کر جائیں۔

ماں باپ پر اولاد کا حق

ماں باپ پر بھی اولاد کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ ان کی ادائیگی ماں باپ پر لازم ہوتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جائے، تو اس کا ایک اچھا نام رکھا جائے۔ اور پیدائش کے ساتویں دن یا چودہویں یا اکیسویں دن اس کی طرف سے عقیقہ کر دیں اور اس کے بعد سر منڈوا دیں اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کر دیں اور اس کو اچھی تعلیم اور اچھی تربیت دیں۔ یہ تمام ذمہ داریاں بچہ کے بالغ ہونے سے قبل ماں باپ کے ذمہ عائد ہوتی ہیں اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہ کریں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر بچے کے بالغ ہو جانے کے بعد ماں باپ اس کی شادی میں لاپرواہی کریں اور تاخیر کرتے رہیں جس کے نتیجہ میں بچہ معصیت میں مبتلا ہو جائے تو اس معصیت کا وبال ماں باپ کے سر پر ہوگا۔ (معارف الحدیث صفحہ ۴۲/۶)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیغمبرؐ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، واللہ الموفق والمعین۔

(شبیر احمد قاسمی عفاء اللہ عنہ، مدرسہ شاہی مراد آباد، ۲۱؍رجب ۱۴۱۸ھ)

---

[1] ابوداؤد شریف ۷۰۰، ابن ماجہ ۲۶۰، معارف الحدیث مولانا نعمانی ۵۵/۶

طباعت :۔ شیروانی آرٹ پرنٹرز دہلی ۱۱۰۰۰۶۔ فون : 2943292

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۵

جوے کی حرمت

اوراس کے جسمانی، نفسیاتی، مالی اور سماجی نقصانات

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی مدظلہ العالی

استاذِ حدیث ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

﷽

حامدًا و مصليًا أما بعد:

تمہید

مالی معاملات کی بعض صورتیں ایسی ہیں، جو فرد اور سماج دونوں کے لیے سخت نقصان دہ ہیں، سماج کے مجرم عناصر اور بازار کے مگر مچھ، ایسی شکلوں کو رواج دیتے ہیں اور سادہ لوح عوام، سہولت پسند، کاہل ٹولہ اور خوابوں کی دنیا کے تانے بانے میں مطمئن بے وقوف لوگ؛ ان کے بچھائے ہوئے جال کا شکار، آسانی سے بن جاتے ہیں اور اپنی دنیا و عاقبت دونوں کا سودا کر لیتے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ بازار اور سماج کی اخلاقیات کے مابین گہرا ربط ہے، بازار میں گندہ ہونے والا فرد، شب کو محلے ہی میں پناہ لیتا ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بازار متعفن ہو جائیں اور سماج پاکیزہ رہے؟ اگر ہمارا بازار گندہ ہے، تو سماج بھی اس غلاظت کی عکاسی پر مجبور ہوگا۔

اسلام، مسجد سے معاش تک ہمارے لیے بہترین شمعِ راہ ہے، اس کی تلقین زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، اس کی رہنمائی اس بات کی خواہاں ہے کہ معیشت، لین دین کی حقیقی اور مضبوط بنیاد پر قائم ہو؛ تاکہ بازار کی شادابی کا سفر، پیہم رواں دواں اور سدا جواں رہے، ہر شخص اپنی حصے داری کے بہ قدر مستفید ہوتا رہے اور معاشرہ بھی فلاح و بہبود کی مثال پیش کرے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دورِ جاہلیت میں رائج ان تمام معاملات پر پابندی عائد کی، جو کاروباری سرگرمیوں کے لیے مضر تھے، یا معاشرے کے لیے نقصان دہ تھے، ایسے معاملات کو کالعدم اور باطل قرار دیا، ان سے حاصل ہونے والی آمدنی کو ناجائز اور حرام ٹھہرایا؛ انھیں معاملات میں سے، ایک معاملہ جوے اور سٹے کا ہے، جو اس تحریر کا موضوع ہے۔

جوے اور سٹے کی لت، قدیم ترین بری عادتوں میں سے ایک ہے، جاہلیتِ جدیدہ اور اس کی نئی ایجادات نے اس فتنے کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے، دورِ قدیم میں سٹے کی چند متعین شکلیں تھیں، ان کے خاص اڈے ہوتے تھے، وہاں کی آمد و رفت معیوب سمجھی جاتی تھی؛ یہ چیز بہت سے شرفا کے دامن کو بچا لیتی تھی؛ لیکن ٹیکنالوجی کے سیلاب اور انٹرنیٹ کے شیوع نے صورت حال بدل دی ہے، جوے کی شکلیں مہذب لین دین کا حصہ بن چکی ہیں؛ بل کہ دیو ہیکل تجارتی کمپنیوں نے، جوے کو

اتنا ترقی یافتہ بنا دیا ہے کہ خریدار کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ جوے کی اسکیم کا حصہ بنا ہے، خیر! ہمیں یہاں جوے کی اس صورت پر زور دینا ہے، جو ہمارے معاشرے کی جڑوں کو کھا رہی ہے۔

جوا، ایسا ناجائز اور حرام کام ہے، جس کی حرمت کا، واضح بیان، قرآن کریم میں آیا ہے؛ بیان بھی ایسا مفصل کہ اعلانِ حرمت کا متن، اس کی متنوع قباحتوں پر بھی مشتمل ہے، مناسب ہے کہ اولاً آیاتِ کریمہ میں بیان کردہ نکات پر غور کیا جائے:

جوے سے متعلق آیات کریمہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (90) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ (91) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (92) (المائدۃ:۹۰، ۹۱، ۹۲)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت اور فال نکالنے کے تیر؛ یہ سب چیزیں گندگی ہیں، شیطانی عمل کا حصہ ہیں؛ لہٰذا ان سے بچو؛ تاکہ تم کامیاب بنو، بے شک شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے راستے سے، تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈالے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے، کیا تم ان چیزوں سے باز آؤ گے؟ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو، اگر تم روگردانی کرو گے، تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو فقط واضح تبلیغ ہے۔

تشریح آیات

ان آیات میں چار بڑے گناہوں کا ذکر ہے: شراب، جوا، بت پرستی اور تیروں کے ذریعے فیصلہ کرنا، آخر الذکر یعنی تیروں سے فال نکالنا بھی جوے ہی کی ایک شکل تھی اور پیش نظر تحریر میں جوے سے متعلق ہی گفتگو مقصود ہے، باقی دو برائیوں کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔

ربِ کریم نے زندگی گزارنے کے واسطے ہمیں کامل اور مکمل شریعت عطا کی ہے، جس میں زندگی کے تمام معاملات کے لیے واضح رہنمائی موجود ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ پروردگار کی طرف

سے، جن کاموں کے کرنے کا حکم ہوا ہے، ان سب میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے، آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی، اور جن کاموں سے روکا ہے، وہ ہمارے لیے سراسر نقصان دہ ہیں، یہ برے کام، ہماری آخرت تو تباہ کرتے ہی ہیں، دنیا بھی برباد کرتے ہیں۔

اس کا کرم ہے کہ وہ حکم دیتا ہے، تو بندوں کے فائدے کے پہلو کو اجاگر کر دیتا ہے، اسی طرح کسی بری چیز سے روکتا ہے، تو اس کے نقصانات سے بھی آگاہ کر دیتا ہے، ورنہ وہ آقائے مطلق ہے ، جو چاہے حکم کرے!

جوا گندگی ہے

یہاں جوے پر پابندی عائد کی گئی، تو اس کی برائیوں اور نقصانات کو بھی واضح کیا گیا، ہمیں ان آیات میں مذکور تنبیہات پر غور کرنا چاہیے، جوے کے لیے پہلا لفظ ''رجس'' استعمال کیا گیا، جس کے معنی گندگی کے ہیں، اس لفظ میں انسان کی شرافت، فطرت اور طبیعت کو پیش نظر رکھا گیا ہے، گندگی اور غلاظت کا ذکر گھن پیدا کرتا ہے، اس کے تصور سے طبعی توحش اور کراہیت ہوتی ہے، تو یہ لفظ انسان کے اندر خوابیدہ انسانی طبیعت کو بیدار کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ کوئی انسان جوے کے قریب بھی کیسے جا سکتا ہے، یہ تو غلاظت اور گندگی ہے، اس کے تو نام سے بھی کراہیت ہونی چاہیے، پھر ایک مسلمان! جس کو اللہ تعالی نے ایمان کی پاکیزگی عطا کی ہے، وہ اپنے آپ کو اس درجہ کیسے گرا سکتا ہے کہ نجاست اور غلاظت میں لت پت ہونا گوارا کرے؟

جوے کی تزیین کاری شیطان کے ہاتھوں ہوئی ہے

دوسرا لفظ "من عمل الشیطان" ہے، یعنی جوے میں جو ظاہری کشش ہے، یہ شیطان کا تصرف ہے، خیالی سبز باغ اس نے سنوارے ہیں، یہ اس کی تزیین کاری ہے، نجاستوں کی ملمع کاری اس کا پیشہ ہے، سراب کو میٹھے پانی کی شکل میں پیش کرنا ہی اس کا روزگار ہے، اس کے دام سے چوکنا رہو، شیطان ہمارا دشمن ہے، فقط آخرت ہی کا نہیں، ہماری دنیا کی تباہی بھی اس کے منصوبوں کا لازمی جز ہے، وہ ہمارے معاد و معاش؛ دونوں کا دشمن ہے، اس کو ہماری دنیا کی فلاح و بہبودی بھی منظور نہیں، پھر اس کی کوئی اسکیم ہمارے مال و دولت کی ترقی کی ضامن کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا مشن تب

پورا ہوتا ہے، جب ہم آخرت کے ساتھ دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں، دونوں جگہ ذلیل وخوار ہوں؛ اس کے لیے وہ منصوبے بناتا ہے، حسین خواب دکھاتا ہے، یہ جوا اور سٹہ اسی منصوبہ کی ایک خطرناک شکل ہے، اسی مضمون کو "من عمل الشیطان" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ دو نکات بیان کرنے کے بعد قرآن حکم دیتا ہے کہ جوے کی گندگی سے بچو، اسی میں تمہاری کامیابی ہے، اس کے برعکس مذکورہ غلاظت میں جو تم کامیابی کے امیدوار ہو، وہ محض خام خیالی اور دھوکہ ہے، یہ راستہ ناکامی، نامرادی اور بربادی کی طرف جاتا ہے، اگر کامیابی چاہتے ہو تو یوٹرن لو، نجاست کی راہ سے قدم واپس لو، اس گندگی سے ہاتھ کھینچو، اس نشے سے ہوش میں آؤ، کامیابی اور کامرانی کی ضمانت ہم دیتے ہیں۔

جوا دشمنی اور نفرت پیدا کرتا ہے

جوے کی ایک خاص فطرت یہ ہے کہ یہ باہم دشمنی اور نفرت پیدا کرتا ہے، مال انسان کو جان سے زیادہ عزیز ہے، ہارنے والا دیکھتا ہے کہ اس کے حریف نے، چشم زدن میں سرمایۂ حیات ہڑپ لیا، تو اس کی دشمنی ہمیشہ کے لیے جاں گزیں ہو جاتی ہے، اولاً وہ جوے کی راہ سے انتقام کے درپے ہوتا ہے؛ جب اس میں مزید زخم ملتے ہیں، تو وہ دوسرا راستہ اپناتا ہے، بدلے کی آگ، انتقام کے جذبے اور نفرت ودشمنی میں اٹھایا ہوا قدم، اس کو بھی ہمیشہ کے لیے پس زنداں پہنچا دیتا ہے۔

سٹہ، ذکر ونماز سے روکتا ہے

آیت کریمہ میں چوتھی خرابی یہ بیان کی گئی ہے کہ جوے کا عادی نماز روزے کا نہیں رہتا، اس کو فرصت ہی کہاں کہ وہ نیک اعمال کی طرف متوجہ ہو، ذکر ونماز سے اعراض، لہو ولعب کے خمیر کا حصہ ہے، لہو ولعب جوے سے خالی ہو، تب بھی فرائض میں مزاحم ہوتا ہے؛ جوے کی شمولیت کا تو ذکر ہی کیا! سٹے باز کا دل سٹے میں اس درجہ منہمک اور ڈوبا ہوتا ہے کہ اسے اپنے ذاتی مصالح اور ذمے داریوں کی خبر اور پرواہ نہیں ہوتی، دینی فرائض کا تو ذکر ہی کیا! یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھ کر فرمایا تھا: "ماهذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون" (ابن ابی شیبہ: ۵/۲۸۷)، یعنی یہ کیسے بت ہیں؟ جن کے گرد تم جمے بیٹھے ہو؟ اس تعبیر کے پس پردہ وہی استغراق کی کیفیت ہے۔

جوے میں جیتی ہوئی رقم کی واپسی واجب ہے

مذکورہ بالا خرابیاں تو جوے کا عام نتیجہ ہیں، بربادی ہی سٹے بازوں کا یقینی انجام ہے؛ تاہم اگر اتفاق سے جیت ہو جائے، تو اس وقت اس کا دوسرا تاریک پہلو سامنے آتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جوے میں جیتی ہوئی رقم اپنی نہیں ہوتی، شرعی نقطہء نظر سے وہ رقم بدستور ہارنے والے کی ملکیت مانی جاتی ہے؛ حتی کہ اس کے لیے اس کا استعمال حرام اور واپسی واجب ہے۔

جوا کھیلنا خنزیر کے گوشت اور خون سے ہاتھوں کو آلودہ کرنے جیسا ہے

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس نے جوا کھیلا، اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں آلودہ کیا، یہ اس عمل کی انتہائی قبیح منظر کشی ہے، جو نفسیاتی تاثر کے لیے استعمال کی گئی ہے، ایسی سخت تعبیریں سننے کے بعد بھی باز نہ آنا، احساس کے مرجانے کی علامت ہے، اس حدیث کے مفہوم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک جواری جب جوے کا اقدام کرتا ہے، تو گویا وہ زبان حال سے خنزیر کے گوشت اور خون کی حلت کا اعلان کرتا ہے۔

چند دیگر احادیث

١- ”عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ (مسند احمد: ٦٨٥٨)۔

یعنی اللہ تعالی نے شراب اور جوے کو حرام کیا ہے۔

٢- ”عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَثَلُ الَّذِي يَلْعَبُ بِالنَّرْدِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي، مَثَلُ الَّذِي يَتَوَضَّأُ بِالْقَيْحِ وَدَمِ الْخِنْزِيْرِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي“، (مسند أحمد: ٢٢٥٣٤)

یعنی جو شخص نیر دشیر سے جوا کھیلے، پھر نماز پڑھنے کے لیے اٹھے، وہ اس شخص کی مانند ہے، جو پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھے۔

٤- ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ“، (مسلم: ١٦٤٧)،

یعنی والدین کا نافرمان اور جواری جنت میں نہیں جائیں گے۔

۴-"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ"، (مسلم: ۱۶۴۷)

جو اپنے ساتھ سے، جوا کھیلنے کی بات کرے، اس کو صدقہ کرنا چاہیے۔

۵-"عن بريدة، أن النبي ﷺ قال: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيْرٍ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهِ"، (مسلم: ۲۲۶۰)

جوا کھیلنے والا، اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں آلودہ کرتا ہے۔

جوے میں عزت اور ناموس کو داؤ پر لگانا

سٹے میں مال کے علاوہ عزت و ناموس ہارنا؛ سٹے بازوں کی قدیم روایت ہے، کتابوں میں پڑھتے تھے تو حیرت ہوتی تھی؛ لیکن دورِ جدید میں بھی اس نوع کی خبریں اخبار کی زینت بنتی رہتی ہیں، سال گذشتہ بھی ملک کی مشہور کرکٹ لیگ کے میچ میں، اس طرح کی شرط کا چرچا اخباروں میں تھا۔

جوے کی صورتیں

جوے کی سب سے معروف شکل تاش ہے، تاش کا موضوع لہ جوا اور سٹہ ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں سٹہ بازار میں اسی کھیل کا رواج اور راج رہا ہے، خاندانوں اور معاشروں کی تباہی کی داستانیں اسی کے گرد رقم ہوئی ہیں؛ تاہم اس کے سوا بھی درجنوں شکلیں رائج رہی ہیں، پتنگ بازی، کیرم، شطرنج، مختلف کھیل، لاٹری، ویڈیو گیم وغیرہ؛ بے شمار صورتیں ہیں۔

لیکن ہمارا دور کھیل کا دور ہے، آیت کریمہ: "انما الحياة الدنيا لعب ولهو" کی بھرپور تعبیر آج سامنے آئی ہے، کھیل نے پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے، مختلف خطوں میں الگ الگ کھیل مقبول ہیں، بڑے کھیلوں میں کرکٹ، فٹبال اور باکسنگ وغیرہ نمایاں ہیں، ان تمام کھیلوں کی جان جوا اور سٹہ ہے، ہمارے یہاں کرکٹ کا جنون ہے؛ اس لیے کرکٹ کے اہم مقابلوں میں سٹے کا بازار شباب پر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ پرانی شرب نئی بوتل میں دینے کا جدید سلسلہ بھی شروع ہوا ہے اور انعام کے نام پر ایسی سینکڑوں صورتیں مہذب طریقے سے چلائی جا رہی ہیں، جو جوے اور سٹے کے دائرے میں آتی ہیں؛ شریف اور مہذب طبقہ بھی اس میں ملوث ہے اور لاشعوری طور پر ملوث ہے، یاد رہے کہ ایسی تمام شکلیں جوا

اور سٹہ کہلاتی ہیں، جن میں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں، یا تو آپ دوسرے کا مال بغیر عوض کے لے جائیں، یا دوسرا شخص آپ کا مال بغیر عوض کے لے جائے اور ان تمام انعامی شکلوں میں یہی صورت پائی جاتی ہے، جس کے نام کی پرچی نکلتی ہے، وہ ان سب کا مال ہڑپ لیتا ہے، جنھوں نے اسکیم کے تحت اضافی رقم جمع کرائی تھی، جوے کی یہ شکل بڑی تجارتی کمپنیوں اور شاپنگ سینٹرس وغیرہ میں دن دہاڑے، پوری شرافت اور تہذیب کے ساتھ جاری ہے اور کسی کو اس کا احساس تک نہیں۔

جوے کی خرابیوں پر ایک نظر

جوا ایسی مذہبی اور سماجی برائی ہے، جو دین اور دنیا دونوں کو دیمک کی طرح کھاتی ہے، جب یہ دیمک اپنا دائرہ وسیع کر لیتی ہے، تو معاشرے کے لیے ناسور بن جاتی ہے، تباہی کی یہ کہانی عام طور پر تفریح سے شروع ہوتی ہے، ابتدا میں آدمی لاابالی پن میں کھیلتا ہے؛ لیکن اس میں خاص شیطانی تصرف ہے، جیسا کہ آیت قرآنی میں اس کی صراحت ہے؛ اس لیے جلد ہی یہ لت اور عادت بن جاتی ہے، آدمی ہارتا ہے تو جیتنے کی امید میں کھیلتا جاتا ہے اور جیتنے کی صورت میں، مزید کی حرص کے ہاتھوں مجبور ہو کر آگے بڑھتا رہتا ہے؛ تا آں کہ دونوں کا ایک ہی انجام ہوتا ہے اور وہ ہے مکمل ہار، لت اور جھوٹی آس، پھر بھی بیٹھنے نہیں دیتی، اس کے بعد سودی قرضوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، یا چوری اور ڈکیتی کی راہ نکلتی ہے، اس کے علاوہ جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی کی ان گنت راہیں سوجھتی ہیں، جن کی آخری منزل موت، یا جیل کی کوٹھری قرار پاتی ہے، تباہی کا یہ سفر تفریح طبع سے شروع ہو کر دونوں جہان کی مکمل ناکامیوں پر ختم ہوتا ہے، سٹے کا اولین شب خون مال پر ہوتا ہے، اس ضیاع کا ٹینشن نوع بہ نوع بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے، گندگی میں نجات کی مزید تلاش عزت و ناموس کی نیلامی کا موجب بنتی ہے، آخرش وہ انجام نوشتۂ دیوار بن جاتا ہے جس کا ذکر اوپر آیا۔

اس عبرت ناک انجام سے بچنے کے لیے، جوے کی لعنت سے معاشرے کو پاک کریں، سٹے کی ہر شکل پر گہری نظر رکھیں، خود احتیاط کریں، دوسروں کو روکیں، اگر آس پاس یہ گندگی دیکھیں تو صفائی مہم بلا تاخیر چھیڑیں، اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال کا طالب بنائے، حرام خوری سے بچائے اور فلاح و بہبود کے جذبات سے معمور پاکیزہ معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصہ شامل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین، وصلی اللہ علی نبیہ محمد و آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۶

ایک مسلمان
کس طرح زندگی گزارے

اور

اخلاص کی اہمیت

از

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دار العلوم دیوبند

ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم!

دین اسلام عقائد عبادات، اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ اور آداب عالیہ کا نام ہے جب کوئی شخص اسلام قبول کرلے اور یوں کہے کہ میں مسلمان ہوں اس پر لازم ہے کہ پورے اسلام کو قبول کرے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً وَّ لَاتَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ۔

”اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔“

آج کل لوگوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی ہے لیکن اسلام کے ارکان اور اعمال اور اخلاق اور عادات سے غفلت بھی برتتے ہیں اور پیچھے بھی ہٹتے ہیں دعویٰ کچھ اور عمل کچھ یہ مؤمن کی شان نہیں ہے جب مسلمان ہوگئے تو پوری طرح اسلام پر عمل کرنا لازم ہے عامۃ المسلمین کو ضروری باتیں بتانے کے لیے یہ مضمون لکھ رہا ہوں اس مضمون کو آپس میں ایک دوسرے کو سنائیں اور عمل پر آمادہ کریں۔

(۱) اسلامی عقائد سیکھیں اہل السنۃ والجماعت کے عقائد معلوم کریں اور انھیں کو اپنا عقیدہ بنائیں جتنے گمراہ فرقے ہیں مثلاً شیعہ، قادیانی، آغا خانی، بوہری ان سب سے دور رہیں اور بدعات سے مکمل پرہیز کریں۔

(۲) ہر عاقل بالغ مسلمان پر مرد ہو یا عورت پانچ نمازیں (فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء) فرض ہیں، ان کو گھر پر ہوتے ہوئے اور سفر میں مرض میں، تجارت کرتے ہوئے نوکری میں لگے ہوئے ہر حال میں ادا کریں وتر کی نماز عشاء کے فرضوں کے بعد پڑھنا واجب ہے اس کو بھی کبھی قضا نہ ہونے دیں۔ مرد مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب ستائیس گنا کردیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی اس کے لیے قیامت کے دن نماز نور ہوگی اور اس کے ایمان کی دلیل اور اس کی نجات کا سامان ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لیے نماز نہ نور ہوگی نہ اس کے ایمان کی دلیل ہوگی نہ نجات کا سامان ہوگا اور قیامت کے روز یہ شخص قارون اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور مشہور مشرک امیہ بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸)

وتروں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وتر پڑھنا ضروری ہے جو شخص وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (تین بار ایسا ہی فرمایا) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۳)

اور مؤکدہ سنتوں کے بارے میں فرمایا کہ جس نے دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھ لیں اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا، چار رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد، دو رکعتیں فجر سے پہلے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۰۳)

ان کے علاوہ عصر سے پہلے چار رکعتیں سنت غیر مؤکدہ ہیں ان کی بڑی فضیلت ہے، ایک حدیث میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۴)

نفل نمازوں کی بھی بڑی اہمیت ہے جن میں نماز تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق

اور چاشت، تہجد اور مغرب کے بعد کی نفلیں بھی آ جاتی ہیں۔ نفل نمازوں کا ذخیرہ بھی ساتھ لے کر جانا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب وبامراد ہوگا اور نماز خراب نکلی تو محروم اور نامراد ہوگا، پھر اگر فریضہ میں کچھ کمی رہ گئی تو پروردگارِ عالم جل مجدہ کا فرمان ہوگا کہ دیکھو کیا میرے بندہ کے کچھ نوافل بھی ہیں پھر نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی پوری کردی جائے گی۔ پھر زکوٰۃ کا بھی اسی طرح حساب ہوگا۔ پھر دوسرے اعمال کا بھی اسی طرح حساب ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۷)

(۳) اپنی نمازیں درست کریں صحیح طریقہ پر یاد کریں اور بچوں کو بھی صحیح طریقہ پر نمازیں سکھائیں اور یاد کرائیں۔ س ث ص ض ط ظ ق ک تمام حروف کو صحیح طریقہ پر ادا کرنا لازم ہے۔ بہت سے لوگوں کو زندگی بھر صحیح کلمہ بھی یاد نہیں ہوتا اور نمازیں بھی غلط سلط پڑھتے ہیں اس میں آخرت کا بڑا خسارہ ہے۔

(۴) بچوں کو نمازیں سکھانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب سات برس کے ہوجائیں، اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب دس برس کے ہوجائیں، اور دس برس کی عمر ہوجانے پر ان کے بستر ے بھی علیحدہ کردو۔ (ایک دوسرے کے ساتھ نہ سلاؤ)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸)

(۵) نماز جمعہ کا خاص اہتمام کریں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

”اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف روانہ ہوجایا کرو، اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بغیر مجبوری کے جمعہ

چھوڑ دیا وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا گیا جو نہ مٹے گی نہ بدلی جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۱)

اگر کبھی نماز جمعہ رہ جائے مثلاً سفر میں ہو یا مرض کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو اس کی جگہ ظہر پڑھے اور اگر قصداً نماز چھوڑ دے تو اس کی جگہ بھی نماز ظہر پڑھے۔

(۶) جب سے بالغ ہوئے ہیں فرض نمازیں اور واجب وتر کتنے قضا کیے ان سب کا حساب لگا کر سب کو ادا کریں اتنا حساب لگائیں کہ دل یہ کہہ دے کہ اس سے زیادہ نمازیں قضا نہ ہوں گی پھر جلد سے جلد انھیں ادا کریں، ایک دن کی بیس رکعات ہوتی ہیں چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشاء تین وتر دو فجر، بیس رکعات بیس منٹ میں پڑھی جاسکتی ہیں جب پانچ نماز سے زیادہ قضا ہوں تو ترتیب لازم نہیں ہے اور نہ قضا نمازوں کا کوئی وقت مقرر ہے۔

سورج نکلنے کا اور زوال کا وقت نہ ہو جب سورج نکل کر ایک نیزہ اونچا ہو جائے اس وقت ہر نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے اور عصر کے بعد جب سورج میں زردی آ جائے کوئی نفل نماز اور قضا نماز نہ پڑھی جائے، سورج میں زردی آنے سے پہلے قضا نماز پڑھی جاسکتی ہے اور عصر نماز پڑھنے کے بعد سوج چھپنے تک نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: گھر پر جو ظہر عصر اور عشاء کی نماز قضاء ہوئی ہے اس کی قضاء میں چار ہی رکعت پڑھے گو سفر میں پڑھ رہا ہو اور جو ظہر عصر اور عشاء کی نماز سفر میں قضا ہوئی ہو (بشرطیکہ وہ ۴۸ میل کا ہو) تو اس کی قضاء دو رکعت ہی پڑھے گا اگر چہ گھر پر پڑھ رہا ہو۔

یوں تو قضا نمازیں جلد سے جلد پڑھ لینی چاہئیں لیکن ہر نماز کے ساتھ ایک نماز پڑھ لی جائے یا بیس منٹ نکال کر روزانہ بیس رکعات پڑھ لی جائیں تو یہ بہت آسان کام ہے، ضروری نہیں کہ سب نمازیں برابر ہی قضا ہوئی ہوں بہت سے لوگ کاروباری دھندوں میں عصر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں اور بہت سے لوگ نیند کے نشہ میں عشاء اور فجر نہیں پڑھتے غرض کہ جو نماز جتنی بھی چھوٹی ہو اور اسی قدر قضا پڑھ لیں۔

(۷) جو لوگ مالدار ہیں پابندی سے ہر سال اسلامی سال گزر جانے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ اس میں انگریزی مہینوں کا اعتبار نہیں ہے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے کوئی بڑا مالدار ہونا ضروری نہیں، ۵۹۵ گرام چاندی یا اس کی قیمت یا مال تجارت ملکیت میں ہونے سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور یہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے خوب غور کرلیں۔ چاند کے بارہ مہینے گزر جانے پر کل مال کا چالیسواں حصّہ دینا فرض ہے یہ حصّہ زکوٰۃ کے مستحقین کو دیا جائے۔ مستحقین کی تحقیق کرلی جائے جس کی ملکیت میں ۵۹۵ گرام چاندی یا ان کی مالیت کا تجارتی سامان یا بے ضرورت فالتو سامان ہو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں بہت سے مانگنے والوں کے پاس اتنا مال ہوتا ہے پھر بھی مانگتے پھرتے ہیں ایسے لوگوں کو زکوٰۃ نہ دی جائے۔

زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے واجبات بھی مال سے متعلق ہیں مثلاً صدقۂ فطر ادا کرنا اور عیدالاضحیٰ میں قربانی کرنا اور بیوی بچوں پر والدین پر قواعد شرعیہ کے مطابق خرچ کرنا اگر قسم توڑ دی ہو تو اس کا کفارہ دینا ان سب کی ادائیگی بھی لازم ہے۔ فرض زکوٰۃ اور دوسرے مالی حقوق اور واجبات ادا کرتے ہوئے نفلی صدقہ بھی کرتے رہیں اور خیر کے کاموں میں خرچ کریں۔ قیامت کے دن فرائض اور واجبات اور نوافل سب ہی نجات کا اور رفع درجات کا ذریعہ ہیں۔

زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بھی کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مال کو زہریلا گنجا سانپ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دے گا جو یوں کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۵-۱۵۷)

اور عام صدقہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ آدھ کھجور ہی دے دو وہ بھی نہ پاؤ تو اچھا کلمہ ہی کہہ دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲۴)

کوئی بھی نیک کام جو اللہ کے لیے کیا ہو قیامت کے دن کام دے گا جہاں چھوٹی

سے چھوٹی نیکی کی بھی ضرورت ہوگی۔

(۸) رمضان المبارک کے روزے پابندی سے رکھیں جن بچوں کو طاقت ہو ان سے بھی رکھوائیں نفل روزوں کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اسلامی مہینوں کی تیرہ، چودہ، پندرہ کا روزہ رکھنے کی اور پیر و جمعرات کا روزہ رکھنے اور ماہ شوال میں چھ روزے رکھنے اور ذی الحجہ کی نویں تاریخ اور محرم کی دس تاریخ کو نفلی روزے رکھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔

(۹) جن لوگوں پر حج فرض ہے حج کی ادائیگی میں جلدی کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسے حج کرنے سے کوئی مجبوری یا ظالم بادشاہ نہ روکے پھر وہ حج نہ کرے تو چاہے تو وہ یہودی ہو کر مرجائے اور چاہے تو نصرانی ہو کر مرجائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۲۲)

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے دنیاداری کے قصوں میں دیر لگائے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ حج کی ادائیگی سے پہلے دنیا سے خصت ہو جاتے ہیں یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے۔

(۱۰) قرآن مجید پڑھو روزانہ پارہ تلاوت کرو قرآن مجید کا ہر حرف پڑھنے پر ایک نیکی ملتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہیں بچوں سے پڑھواؤ۔

(۱۱) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو قرآن مجید میں فرمایا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ (اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو) حدیث شریف میں ہے کہ ہر وقت تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کہہ دوں تو یہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ پیارا ہے جس پر سورج نکلتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۰)

مسلمانو! اپنی زندگی ضائع نہ کرو ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہو، کوئی مجلس ذکر سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے خالی نہ رہے۔ ہر وقت چلتے پھرتے

اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرو۔ مسنون دعائیں یاد کرو اور مختلف اوقات کے مطابق پڑھا کرو۔ ہر فرض کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھیں اور یہ سوتے وقت بھی کریں۔

(۱۲) سب مسلمان میل محبت اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی مدد اور معاونت کریں اور خدمت کے ساتھ زندگی گزاریں، چھوٹوں پر شفقت کریں بڑوں کا ادب کریں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مؤمنوں کو آپس میں رحم کرنے اور محبت وشفقت رکھنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے۔ وہ اس طرح ہوں گے جیسے ایک ہی جسم ہوتا ہے کہ جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں کہ اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مومن کے لیے مثل ایک عمارت کے ہے کہ عمارت کے اجزاء (اینٹ پتھر چونہ وغیرہ) ایک دوسرے کو جمائے رکھتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور ایک دوسرے کو مددگار ہونے کی صورت بتائی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی امتی کی حاجت پوری کردی تا کہ اس کو خوش کرے تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے خدا کو خوش کیا اور جس نے خدا کو خوش کیا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کسی پریشان حال کی مدد کر دی خدا اس کے لیے تہتر مغفرتیں لکھ دے گا۔ ان میں سے ایک میں اس کے سب کام بن جائیں گے اور بہتر قیامت کے دن اس کے درجے بلند کرنے کے لیے ہوں گی۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرنے نہ اس کو بے کس چھوڑے (کہ اس کی مصیبت میں کام نہ آئے) اور نہ اس کو حقیر جانے اور سینے کی طرف اشارہ فرما کر تین بار آپ نے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے، یہاں ہے (پھر فرمایا) انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے مسلمان کی ہر چیز مسلمانوں پر حرام ہے اس کا مال بھی (کہ اس سے نہ چھینے نہ خیانت کرے نہ اور کسی ناجائز طور سے لے) اس کا خون بھی (کہ اس کو قتل نہ کرے) اس کی آبرو بھی (کہ اس کو ذلیل نہ کرے) (مشکوٰۃ المصابیح، مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کے قتل پر آدھے کلمہ سے بھی مدد کی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے وہ اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان و زمین والے سب اگر کسی مومن کے قتل میں شریک ہوجائیں تو اللہ ان سب کو اوندھے منہ کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلوار لے کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آجائیں

سو وہ دونوں دوزخی ہیں کسی نے عرض کیا کہ قاتل کا دوزخی ہونا سمجھ میں آتا ہے مقتول کیوں دوزخ میں گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی وجہ سے کہ وہ بھی دوسرے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ قتل کے ارادے سے تو دونوں نکلے تھے، اپنی نیت کی وجہ سے دونوں دوزخ میں چلے گئے یہ بات اور ہے کہ ایک کو موقع مل گیا اس نے قتل کر دیا دوسرے کا داؤ نہ چلا وہ مقتول ہو گیا جو شخص قتل ہوا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا کیونکہ وہ بھی جاہلانہ جذبات اور تعصّبات کی وجہ سے قتل کرنے کے لیے نکلا تھا اللہ کی رضا کے لیے جنگ کرنا مقصود نہ تھا۔

(۱۳) سب مرد اور عورت وہ لباس پہنیں جو اسلام نے ان کے لیے تجویز کیا ہے ستر ڈھکنے والا حیاء والا لباس ہو، مرد ٹخنے سے اونچا کپڑے پہنے، پتلون پہنے تو ٹخنے سے نیچا نہ ہو اور اس پر اوپر سے نیچا کرتا پہنے، عورتیں موٹا لباس پہنیں موٹے دوپٹے اوڑھیں، نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہو کر نہ آئیں جہاں تک ہو سکے گھروں میں رہیں گھروں سے نکلیں تو بے پردہ نہ ہوں، برقعے بھڑکیلے فیشن ایبل نہ ہوں۔

(۱۴) حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر کریں، خوب غور کریں کہ مجھ پر کس کا کیا حق ہے۔ جس کسی صاحب کا کوئی مالی حق ہو مثلاً کسی کا قرض رہ گیا ہو یا خیانت کی ہو یا بلا اجازت کچھ لے لیا ہو، صاحبِ حق کو معلوم ہو یا نہ ہو، یاد ہو یا نہ ہو خود سے جا کر ادا کرے اور جس کسی کی غیبت کی ہو یا غیبت سنی ہو یا کسی پر تہمت رکھی ہو اسے پتہ چل گیا ہو تو معافی مانگے ورنہ اس کے لیے اتنا استغفار کرے کہ دل گواہی دے دے کہ اس کا حق ادا ہو گیا۔

حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے۔ آخرت میں حق داروں کو اپنی نیکیاں دینی پڑیں گی۔ اگر نیکیوں سے پورا نہ پڑا تو ان کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے اور اس طرح دوزخ میں جانا ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۳۵) خوب فکر مند ہونے کی ضرورت ہے،

ماؤں بہنوں کو میراث کا حصہ نہ دینے والے غور کریں۔

(۱۵) حلال کمائیں اور حلال کھائیں۔ جو آمدنی کے ذرائع ہیں ان کے بارے میں علماء سے معلوم کریں کہ حلال ہے یا نہیں، رشوتیں نہ لیں، سودی کاروبار سے قطعاً سختی کے ساتھ پرہیز کریں۔

(۱۶) دل کو شرکیہ اور کفریہ عقائد سے، ریاکاری کے جذبات سے اور غیر شرعی دشمنی سے، حسد، بغض، کینہ، تکبر اور غرور سے اور دماغ کو بری باتوں کے سوچنے سے، ہاتھوں کو حرام کمانے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے، چوری، خیانت اور ڈکیتی سے، پاؤں کو گناہوں کی طرف چل کر جانے سے، آنکھوں کو بدنظری سے، شرم گاہ کو اس کے خاص گناہ سے اور کانوں کو گانا بجانا سننے سے، زبان کو غیبت کرنے، کسی پر تہمت دھرنے، الزام لگانے، عیب لگانے، جھوٹ بولنے، جھوٹی قسم کھانے سے، لایعنی باتوں سے اور پیٹ کو حرام غذا سے اور سارے جسم کو ہر گناہ سے محفوظ رکھیں۔

(۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔ شکل وصورت، وضع قطع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اختیار کریں۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی جو سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی خوب سمجھ لیں اور دشمنوں کی طرف مائل نہ ہوں۔

(۱۸) اپنی اولاد کو قرآن مجید حفظ کرائیں۔ علم دین پڑھائیں، حدیث وتفسیر، فقہ وفتاویٰ کا مدرّس بنائیں، کافروں اور فاسقوں کی صحبت سے اور ان کی طرح طور طریق اختیار کرنے سے بچائیں، جب اولاد بالغ ہوجائے تو شادی کریں، جو سنت کے مطابق ہو، سادہ ہو، ریاکاری اور دُنیاداری کے طریقہ پر نہ ہو، قرض لے کر نہ ہو، لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے دیندار جوڑا تلاش کریں۔

(۱۹) حضرات علمائے کرام کی مجلسوں میں جایا کریں، اپنی اولاد کو بھی لے جایا کریں، نیک بندوں سے تعلق رکھیں۔ ان کے پاس اُٹھا بیٹھا کریں، اہل سنت حضرات علمائے کرام کی کتابیں پڑھا کریں تاکہ دُنیا کی محبت کم ہو اور دل میں آخرت کی محبت جگہ

پکڑے۔ اگر کوئی مرشد کامل متبع سنت مل جائے جو متقی ہو اس سے بیعت ہو جائیں۔
بیعت صرف نام کے لیے نہ ہو، شیخ کی تعلیمات پر عمل کریں، بیعت ہونا اصلاحِ نفس اور کثرتِ ذکر کے لیے ہے۔

(۲۰) تمام گناہوں سے پکی توبہ کریں اور جب کبھی گناہ ہو جائے تو جلدی توبہ کی طرف متوجہ ہوں اور کثرت سے یہ پڑھتے رہا کریں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اور سوتے وقت بھی اس کو تین بار پڑھیں، مسلمان کا کام ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے بندوں کو کامیاب اور بامراد بتایا ہے۔ سورۃ النور میں ارشاد ہے: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یَخْشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے تو ایسے لوگ بامراد ہیں)۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

○○

نوٹ: زیر نظر مضمون ”ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے“ میں مؤلف ؒ نے ایک کامل انسان اور مسلمان بنانے والا جامع لائحہ عمل اور یومیہ معمولات کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کر دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل، اخلاص کے بغیر بے معنی ہے اخلاص کے عنوان پر مؤلف علیہ الرحمہ کا ہی ایک عمدہ مضمون ان کی کتاب ”تحفۃ المسلمین“ میں شامل ہے، افادیت کے پیش نظر قدرے اختصار کے ساتھ اس کو بھی شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الاخلاص (تمام اعمال میں اخلاص ضروری ہے)

اخلاص کی نیت

صرف اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کرو اس نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے، دنیا کا نفع اور شہرت اور نام ونہاد مقصود نہیں۔

آخرت سنور جانے کے لئے کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جاوے۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجبِ عذاب یا باعثِ ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو سو جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی تو (اللہ کے نزدیک بھی) اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف مان لی جائے گی اور جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے سمجھی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

یہ حدیث بڑی اہم ہے، اس میں بار بار غور کر کے اپنے اعمال کا حساب لیا جائے اور اپنی نیت کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لئے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیت میں کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا مدار نیتوں پر ہی ہے جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہی اس عمل کا بدلہ ملے گا، عمل بظاہر کیسا ہی اچھا اور بھلا ہو لیکن اگر وہ اللہ کے لئے نہیں ہے تو آخرت میں مردود ہوگا اور اس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

اخلاص کی ضرورت

اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص خدا کے لئے ہے اس وقت تک عمل مقبول نہیں، بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تا کہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہو گی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہو گی یا اعتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ بھی نہ دینا پڑے گا، یا فقیر کو اس لئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور و غل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات حد اخلاص سے خارج ہیں، اخلاص خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہے، کیونکہ شیطان کا ریا کاری پر ڈالنا اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل ہونے نہیں دیتا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ خدائے وحدہ لاشریک کے لئے صاحب اخلاص تھا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا تھا تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ خدا اس سے راضی ہے۔ (ترغیب عن الحاکم علی شرط الشیخین)

حضرت ابو الدرداءؓ روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو۔ (ترغیب)

حضرت عبادہ بن الصامتؓ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے خدا کے لئے ہو گا اس کو الگ کر لیا جائے گا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے، جس نے اپنی تمام عمر میں ایک قدم بھی اخلاص کے ساتھ اٹھایا ہو۔

بہر حال اخلاص سب چیزوں سے اہم ہے، اخلاص والوں پر شیطان کا داؤ ہی نہیں چلتا اور وہ تھوڑے عمل سے بہت سی نیکیاں حاصل کر لیتے ہیں، قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے مردود ہو کر جب یہ قسم کھائی کہ اے خدا میں تمام انسانوں کو بہکاؤں گا تو

اس کو یہ بھی کہنا پڑا اگر تیرے مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکوں گا۔ (سورہ حجر وغیرہ)

جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص کی کوشش کرے، حضرت معروف کرخیؒ اپنے نفس کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ "یَا نَفْسُ اَخْلِصِیْ تَخْلُصِیْ" اے نفس؛ اخلاص کا خیال رکھ تا کہ دوزخ سے تیری خلاصی ہو۔

دکھاوے کی مذمت

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ عمل سے اگر ذات خداوندی مقصود نہ ہوگی تو دنیا کا کوئی نفع ضرور مقصود ہوگا جو بندوں سے حاصل ہوتا ہے، جیسے شہرت، جاہ، مال وغیرہ، اور بندوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے بندوں کے سامنے عمل کیا جاتا ہے تا کہ وہ دیکھیں جس سے شہرت ہو، ان کے دلوں میں عزت و وقعت قائم ہو، بزرگ جان کر ہدیہ دیں، اچھے اچھے القاب سے یاد کریں۔ وغیر ذالک۔

چونکہ یہ چیزیں نقد حاصل ہوتی ہیں اور آخرت کا معاملہ ادھار ہے، اس لئے اگر کوئی شخص صرف رضائے خداوندی کو مقصود بنائے تو نفس آڑے آجاتا ہے اور طرح طرح کے مکروفریب پھیلاتا ہے، اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا سب رذائل کے بعد جاتا ہے اور اس سے نجات پانے کے لئے بڑی جدوجہد اور بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔

متعدد احادیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم پر میں سب سے زیادہ شرکِ اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں، صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: دکھاوا" (مشکوۃ المصابیح)

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (رواہ احمد)

ایک بار شداد بن اوسؓ رونے لگے، عرض کیا گیا کہ آپ کس وجہ سے روتے ہیں؟ فرمایا کہ ایک بات مجھے یاد آگئی جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس نے مجھے رلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کہ میں اپنی امت پر سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف کرتا ہوں، یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کی

امت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا ہاں پھر فرمایا خبر دار وہ سورج اور چاند کو نہ پوجیں گے اور نہ کسی پتھر اور بُت کی عبادت کریں گے، لیکن اپنے اعمال کا دکھاوا کریں گے اور چھپی شہوت یہ ہوگی کہ ان میں سے ایک شخص روزہ رکھے گا پھر اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پیش آجائے گی تو وہ اپنے روزہ کو چھوڑ دے گا۔ (احمد و بیہقی)

دنیا میں ذلت

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خدا اس کو اپنی مخلوق کی مجلسوں میں برائی سے مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل و حقیر کردے گا۔ (ترغیب)

آخرت میں رسوائی

حضرت ابو ہند داریؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ جو شخص دکھاوے اور شہرت کی جگہ کھڑا ہو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا (کہ ریا کار ہے) اور مشہور کردے گا کہ یہ شہرت کے لئے عمل کیا کرتا تھا۔ (ترغیب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کرلیا تو اس کو مع اس کے عمل کے چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا میں اس سے بری ہوں، اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن المسلم)

دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز، روزہ اور خیر خیرات مت کرو، اس طرح چپکے سے صدقہ کرو کہ جو کچھ سیدھے ہاتھ سے دیا ہے اس کی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو، جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کرکے اگر ان میں بھی خدا کی رضامندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئے گی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہوگا۔ تو نماز بھی ٹھیک ہوگی، تو ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا خوب سمجھ لو۔

فائدہ: گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہوسکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۷

موبائل اور انٹرنیٹ

کے

دینی، اخلاقی اور جسمانی نقصانات

جناب مولانا و مفتی محمد مزمل بدایونی صاحب

استاذ فقہ و تفسیر و کنو ینر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک زمانہ تھا کہ انسان رات کو کھلے میدان میں لیٹ کر ستاروں بھرے آسمان کے حسین منظر سے لطف اندوز ہوتا تھا، آج سائنس وٹکنالوجی کی نت نئی ایجادات نے ان ستاروں پر پہنچنا آسان کر دیا ہے اور انسان چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کر چکا ہے اور اہل سائنس اس کو مان بھی چکے ہیں۔

سائنس وٹکنالوجی کی ایجادات میں موبائل اور انٹرنیٹ نے حیرت ناک تبدیلیاں کی ہیں، پوری دنیا کو انسان کی مٹھی میں منحصر کر دیا ہے اور سارے عالم کو ایک گاؤں (GLOBAL VILLLAGE گلوبل ویلیج) کی شکل دے دی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انٹرنیٹ کی بدولت بہت سی دشوار ترین چیزیں آسان ہوگئی ہیں اور اس کے بہت سے فوائد بھی ہیں، دور دراز علاقوں میں رہنے والے قرابت داروں، دوستوں اور عام انسانوں کے حالات سے چند لمحات میں واقفیت حاصل کرنا، ان کے دکھ درد کو بانٹنا، ممکنہ حد تک ان کا تعاون کرنا اور اس جیسی دوسری چیزوں میں موبائل اور انٹرنیٹ کے فائدے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

تعلیمی میدان میں بھی اس کا فائدہ بالکل عیاں ہے، دنیا کے کونے کونے میں موجود طلبہ اپنے استاذ کے تجربات، تحریری وصوتی افادات سے مستفید ہو سکتے ہیں اور استاد عالمی پیمانے پر ایک فعال اور مفید کردار ادا کر سکتا ہے۔

طبی میدان میں انٹرنیٹ کے ذریعہ اب یہ بھی ہو رہا ہے کہ مثلاً ایک دل کا ماہر سرجن کسی مشکل اور پیچیدہ معاملے میں اپنے سے زیادہ دسیوں ماہرین سے بیک وقت ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ آپریشن کے دوران تعاون حاصل کر لیتا ہے ان ماہرین کو ایک جگہ جمع ہونے اور سفر کی صعوبت برداشت کرنی نہیں پڑتی۔

تجارتی ومالی معاملات میں بھی موبائل وانٹرنیٹ کے فوائد قابل ستائش ہیں، تاجر برداری، مقامی اور عالمی مارکیٹ پر نظر رکھتی ہے اور تازہ ترین معلومات کو خرید وفروخت میں پیش نظر رکھتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کے فوائد سے انکار نہیں ہے اور فوائد کی یہ فہرست بہت لمبی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، بعض لوگ اس کو پانی سے تشبیہ دیتے ہیں کہ ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والا انسان اس سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

موبائل اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اب یہ حقیقت بھی لوگوں پر مخفی نہیں رہ گئی ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے مختلف دینی، جسمانی اور نفسیاتی مشکلات ونقصانات کی فہرست بھی کم طویل نہیں ہے، افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس کی ستائش کرنے والے اور اس کے دلدادہ وفریفتہ لوگ اس کے نقصانات کی کثرت ماننا تو دور کی بات، اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں، ذرائع ابلاغ اور اشتہارات کے ذریعہ جب کسی چیز کے فوائد بیان کیے جاتے ہیں اور اس کثرت سے ان کی تشہیر کی جاتی ہے کہ انسان کے دل ودماغ اور اعصاب پر قبضہ کرلیا جاتا ہے پھر انسان جلد باز بھی واقع ہوا ہے تو فوائد جان کر عجلت میں اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہے، اس کے منفی گوشوں اور نقصانات پر غور کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا، حالاں کہ کسی نئی چیز کے سامنے آنے پر اس کے تمام گوشوں کی تحقیق کرنا نہ صرف یہ کہ ایک دینی فریضہ ہے بلکہ مذہب بیزار انسانوں کی عقل کا بھی یہی تقاضا ہے۔

موبائل اور انٹرنیٹ فحاشی کا سمندر

انٹرنیٹ کے غلط استعمال کے نقصانات پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو سب سے خطرناک پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ وہ بے حیائی اور فحاشی کا سمندر ہے، عریانیت عام ہے، حیاسوز مناظر کی بہتات ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صحیح مقصد کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کیا جائے تب بھی نہ چاہتے ہوئے، اشتہارات کے نام پر عریاں تصاویر سامنے آجاتی ہیں جو نوجوانوں کے شہوانی جذبات بھڑکانے کا کام کرتی ہیں بلاقصد انسان ان کو دیکھنے میں لگ جاتا ہے اس پر نگاہ نہ جمائی جائے؛ کیوں کہ ایسی چیزوں کو دیکھنے اور اجنبی عورتوں پر نظر ڈالنے کو ”آنکھوں کا زنا“ کہا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”فَالْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ“ (مسند احمد، ۲/ ۳۴۳، قاہرہ)

(آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے)

ان فحش مناظر کو دیکھنے سے ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے جذبات بھڑکتے

ہیں اور زنا کاری یا کسی اور گندی حرکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، زنا کاری اور دیگر گندی حرکتوں سے انسانی صحت بھی برباد ہوتی ہے اور دین کا تو جنازہ ہی نکل جاتا ہے قرآن وحدیث میں ان چیزوں کی شناعت وقباحت بڑی کثرت سے بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

” وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا “(سورہ بنی اسرائیل: ۳۲)

(اور زنا کے قریب بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے)

انٹرنیٹ بے حیائی کا بڑا سبب

اگر انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے بات زنا تک نہ بھی پہنچے (اور اللہ کرے کہ ہر مؤمن اس کبیرہ سے محفوظ رہے) تو بے حیائی سے انسان بچ ہی نہیں سکتا؛ کیوں کہ فحاشی، عریانیت اور بے حیائی کے ایسے مناظر انٹرنیٹ میں پیش کیے جاتے ہیں کہ وہ حیا وغیرت کا جنازہ نکال دیتے ہیں دیکھنے والے بے حیا اور بے غیرت ہو جاتے ہیں اس سے بیٹے اور ماں، باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن اور دیگر محارم کے درمیان کی ایک خاص حیا جو گناہوں سے روکنے کے لیے ہی اللہ نے ودیعت رکھی ہے۔ اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ آپس میں بھی بڑی بے شرمی کے ساتھ اخلاق سوز اور حیا سوز گفتگو کرنے لگتے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ

اس سلسلے میں محمد انور بن اختر صاحب نے اپنی کتاب ”انٹرنیٹ کے ڈسے“ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، واقعہ طویل ہے خلاصہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ ایک حقیقی ماموں اور بھانجے میں گفتگو شروع ہوئی بھانجے نے اپنے آپ کو لڑکی بتاتے ہوئے اپنا نام رابعہ بتایا، دونوں واقعی ایک دوسرے کی حقیقت سے ناواقف تھے، بات یہاں تک پہنچی کہ شادی کی بات بھی ہوگئی لباس کی مخصوص علامتوں سے پہچان کر ایک کیفے میں ملاقات طے ہوگئی، وقت مقررہ پر دونوں وہاں پہنچے تو حقیقی ماموں اور بھانجے تھے اور ماموں جس کو ”رابعہ“ سمجھے ہوئے تھے وہ مرد تھا.....قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ ”وقار“ نامی بھانجہ ماموں کے ساتھ پیش آئے اس حیا سوز واقعے کو بیان کرتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ فخریہ انداز میں کہتا ہے

کہ ''ماموں اب بھی مجھے کوئی پیغام ارسال کرتے ہیں تو ''رابعہ'' سے مخاطب کرتے ہیں''۔ حد ہوگئی بے شرمی کی، کہاں گئی وہ ماموں بھانجے کی ''محارم والی حیا''؟

حالاں کہ دین وایمان کو محفوظ رکھنے میں حیا اور شرم کا جو مقام اور اہمیت ہے اس کو سیکڑوں آیات واحادیث میں بیان کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

'' إِنَّ الْحَيَاءَ وَالإِيمَانَ قُرَنَاءُ جَمِيعًا، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الآخَرُ ''

(البيهقي في الشعب، حديث: ۷۳۳۱ المستدرك على الصحيحين، حديث: ٦٦)

(بے شک ایمان وحیا آپس میں ملے ہوئے ہیں جب ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے)

اسلام اور حیا کا وہی تعلق ہے جو روح کا جسم سے ہے اسی لیے روز اول سے اسلام دشمن طاقتیں اہل اسلام کی حیا پر ڈاکہ ڈالنے کے طرح طرح کے اسباب نکالتی رہتی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشرے کے بگاڑنے میں اخلاق وعادات کا اہم کردار ہے اور جب معاشرے میں خصوصا عورتوں میں بداخلاقی کی وبا پھیل جائے تو نسلیں تباہ ہوتی ہیں؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور اخلاقیات کا سرچشمہ بتایا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے:

'' إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا، وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ ''(ابن ماجه ،حديث: ٤١٨١)

(ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے)۔

انٹرنیٹ اور وقت کی بربادی

انٹرنیٹ پر وقت کی بربادی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی، یہ تو آنکھوں کے سامنے کی ایک حقیقت ہے، اب بے مقصد سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر گھومنے کو سرفنگ (SURFING سڑکوں پر آوارہ گردی) قرار دیا جا چکا ہے، مشہور روزنامہ ڈان نے اپنے ۲۴/ دسمبر ۲۰۱۵ء کی اشاعت میں نوجوانوں کے ذریعہ موبائل اور انٹرنیٹ پر ضیاع وقت کے سات طریقے شمار کیے ہیں: گوگل پر گیمز کھیلنا، فیس بک پوسٹس کو لائک کرنا، سوشل میڈیا پر بے مقصد گھومنا، گوگل ارتھ اور اسٹریٹ ویو، یوٹیوب پر جانوروں کی ویڈیوز دیکھنا۔ بے مقصد مضامین

پڑھنا، مزاحیہ پروگرام دیکھنا، اب تو کئی امریکی یونیورسیٹیاں ایسے طریقوں پر تحقیق وریسرچ کر رہی ہے ہیں جو نوجوانوں کو انٹرنیٹ پر وقت ضائع کرنے سے روک سکیں لیکن کوئی موثر طریقہ نہیں ڈھونڈسکی ہیں اب تک کا سب سے بہترین طریقہ وہی مانا گیا ہے جو ہمارے اکابر واسلاف بلکہ ہماری دینی تعلیمات نے سیکڑوں سال پہلے سے طے کیا ہوا ہے کہ دن بھر کے کاموں کا ٹائم ٹیبل بنالیا جائے اور خود کو اتنا فارغ ہی نہ چھوڑا جائے کہ انٹرنیٹ ہمیں گرفت میں لے سکے۔

وقت کی قدر و قیمت

جب کہ وقت اس قدر قیمتی شئی ہے کہ دنیا کی کسی چیز کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، اس دنیا میں کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والا اگر کامیاب نظر آتا ہے اور اس نے ترقی کی منزلیں طے کی ہیں تو اس کی زندگی کا مطالعہ کر لیجیے، اس کی کامیابی کا راز وقت کا صحیح استعمال ہوگا، شریعت کی نظر میں وقت کی قیمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ایک سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے انتہائی اہم مضمون بیان کرنے سے پہلے وقت اور زمانے کی قسم کھائی ہے، ایک حدیث شریف میں قیامت کے دن پانچ چیزوں کے بارے میں سوال ہونا بتایا گیا ہے اس میں فرمایا گیا ہے:

”عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ“ (ترمذی، حدیث: ٢٤١٦)

کہ اس کی عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ کس چیز میں ختم کی اور اس کی جوانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس کو کہاں کھپایا؟

انٹرنیٹ پر جوانی اور عمر کے قیمتی لمحات بلکہ طویل وقت برباد کرنے والے ہمارے نوجوان بھائی جذبات سے الگ ہو کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں گے تو انھیں احساس ہوگا کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے، وہ بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک بے مقصد اور لایعنی چیز میں صحت اور وقت جیسی عظیم نعمتوں کو ضائع کر رہے ہیں حدیث شریف میں ہے:

”نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ“ (بخاری، حدیث: ٦٠٤٩)

(دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ خسارے اور فریب میں ہیں اور وہ دو نعمتیں صحت اور فراغت ہیں)

اس لیے خدارا ان لایعنی اور بے فائدہ چیزوں پر وقت ضائع کرنے سے اپنے آپ کو

بچائیں اور ایسے اسلام کے حامل بنیں جو خیر وخوبی والا ہو، حدیث نبوی میں ہے:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ" (سنن ترمذی، حدیث: ۲۳۱۸)

(انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے)۔

موبائل اور انٹرنیٹ کے جسمانی نقصانات

موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط اور زیادہ استعمال سے سر درد، اعصابی تناؤ، دل کی بیماریاں، کان کی خارش، بلڈ پریشر اور نگاہ کی کمزوری جیسی متعدد بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، جسمانی اور طبی اعتبار سے اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے یادداشت کی طاقت بے حد متأثر ہوتی ہے، سویڈن میں ۲۰۰۸ء میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق موبائل کا کثرت سے استعمال کانوں کے قریب کینسر کے پھوڑے بننے کے امکانات کئی گنا بڑھا دیتا ہے، یونیورسٹی آف البنی اور یونیورسٹی پیٹسبرگ کے شعبۂ کینسر کے سربراہان امریکی ایوان نمائندگان کی قائمہ کمیٹی کو موبائل فون کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے تجویز دے چکے ہیں کہ موبائل کے نقصانات کی اتنی ہی تشہیر کی جانی چاہیے جتنی سگریٹ نوشی کے نقصانات کی تشہیر کی جاتی ہے۔

انٹرنیٹ جھوٹ پھیلانے کا بڑا ذریعہ

انٹرنیٹ کی ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں ہر رطب ویابس، صحیح وغلط باتوں کی اشاعت یکساں طور پر کی جاتی ہے، یہ زحمت گوارہ نہیں کی جاتی کہ آنے والی خبر کی تحقیق کر لی جائے بلکہ اب تو کسی خبر کو کمزور کرنے کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ "یہ واٹس ایپ کی خبر ہے" پھر بھی بے سروپا خبروں کو آگے بڑھانے کی مقابلہ آرائی ہوتی ہے کہ کون پہلے شیئر کرلے، حالاں کہ شریعت کی واضح ہدایت ہے کہ کسی بھی آنے والی خبر کی تحقیق ہونی چاہیے مبادا کسی فتنے میں ابتلا نہ ہو جائے اور شریعت ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والے کو جھوٹا بھی قرار دیتی ہے، حدیث نبوی ہے:

"كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" (مقدمہ مسلم، حدیث: ۵)

(انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا پھرے)

انٹرنیٹ دھوکہ دہی کا بڑا ہتھیار

آج کل انٹرنیٹ فریب ودھوکہ دہی کا اتنا بڑا ذریعہ بن چکا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو اس پر قابو پانا مشکل ہو رہا ہے، ہیکرس اپنی مہارت سے کسی کے کھاتے سے خطیر رقمیں غائب کر دیتے ہیں، دھوکہ دے کر بذریعہ فون کال پاس ورڈ وغیرہ معلوم کرتے ہیں، کسی کی بھی ذاتی اور پوشیدہ معلومات حاصل کر کے ان کا بے جا استعمال کرتے ہیں، ان معلومات کے ذریعہ لوگوں کو ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔

انٹرنیٹ ایک بڑا جوا خانہ

انٹرنیٹ اس وقت دنیا میں جوا اور سٹے کا سب سے بڑا مرکز اور بازار بنا ہوا ہے، طرح طرح کے کھیلوں میں بازی لگانا اور سیکڑوں قسم کے سٹے انٹرنیٹ پر متعارف ہیں، اس کے لیے الگ سے ویب سائٹس بنائی جاتی ہیں، اس کا بڑا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اب تک روایتی جوے خانوں میں جانے والے لوگ برے سمجھے جاتے تھے، شریف گھرانوں کے افراد وہاں جانے سے شرماتے تھے لیکن اب کسی بھی شخص کو ان روایتی جوے خانوں میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اب بڑے بڑے شریف سمجھے جانے والے لوگ گھر بیٹھے باعزت طریقے سے جوا کھیل رہے ہیں، کئی باحیثیت گھرانوں کی اس لت میں لگ کر دیوالیہ ہونے کی خبریں گشت کرتی رہتی ہیں، جب کہ جوا ایک گندا اور شیطانی عمل ہے، قرآن کریم میں اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے (دیکھئے: سورہ مائدہ: ۹۰)

خلاصہ یہ ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کے نقصانات، فوائد سے کم نہیں اس لیے اس کے استعمال میں احتیاط نہایت ضروری ہے اس کا صحیح استعمال نہ ہو تو مال ودولت، عزت وآبرو، صحت اور شرم وحیا ہر چیز کی تباہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو! بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر وفاقے سے پہلے مالداری کو، مشغولیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔ (مستدرک حاکم، حدیث: ۷۸۴۶)

•••••••••

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۱۸

نوجوانوں کی صورتِ حال

اور

دعوتِ غور وفکر

جناب مولانا ومفتی عمران اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

استاذ دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جوانی انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی اور عمدہ حصہ ہوتا ہے اس میں عقل ودانش کامل، قُویٰ توانا اور اعضاء مضبوط ہوتے ہیں، جوانی کا مرحلہ نہایت زرخیز، سرگرم اور مفید تر ہوتا ہے، فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے جوان انسان میں طاقت وقوت اور ایسا حوصلہ وجذبہ رکھا ہے جس کے ذریعہ وہ بڑے بڑے چیلینج کا مقابلہ کرسکتا ہے، نوجوانوں میں امنگ وجذبات کی آمد، لہو ولعب کی رغبت اور خواہشات کی شدت بھی ہوتی ہے؛ لہذا ان کی اگر درست رہنمائی نہ ہو اور تربیت نہ کی جائے تو بے راہ روی اور برائیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور تربیت کردی جائے تو ایک صالح انقلاب رونما ہوجاتا ہے۔

موجودہ معاشرے اور خصوصاً نوجوان طبقہ میں بے شمار برائیاں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے نوجوان متعدد مسائل اور مشکلات سے دوچار ہیں، مگر ان میں کی بعض برائیاں اصل بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اگر ان کا سدباب ہوجائے تو جلد ہی دیگر برائیاں بھی ختم ہوجائیں گی، بنیادی حیثیت رکھنے والی برائیوں میں سے ایک ''فحش اور رذیل گفتگو'' بھی ہے۔

فحش اور رذیل گفتگو

ملاقات کرتے وقت یا مجلس میں اور اسی طرح ٹیلی فون پر گفتگو کرتے وقت فحش بات کرنا، رذیل اور گندے کلمات بولنا نوجوانوں میں عام ہے، گہری دوستی اور بے تکلفی کا اظہار فحش گفتگو سے ہی ہوتا ہے، خوشی کا اظہار اور غصہ کرتے وقت گالی بکنا، ایک دوسرے کو گندے کلمات کہنا بکثرت دیکھا جاتا ہے، جبکہ یہ طریقہ شانِ ایمان کے بالکل خلاف ہے۔ فحش اور رذیل گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) ایک دوسرے کو برا کہنا، گالی گلوچ کرنا، ماں، بہن، باپ، بھائی اور عورتوں کو برے انداز سے گفتگو میں شامل کرنا، اعضائے مخصوصہ کا نام لینا، نسب، خاندان، پیشہ کاروبار، گھریلو معاملات ومشاغل پر طنز کسنا وغیرہ۔ شریعت اسلامیہ کی رو سے اس طرح کی

گفتگواور بات چیت بالکل ممنوع اورنا جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت شہوانی خیالات کا اظہار ہے، شہوت آمیز بات چیت، عورت کے حسن وجمال، مباشرت کی کیفیات، مردوعورت کی تنہائی کی گفتگو کو ظاہر کرنا، جیسا کہ اوباش اوررذیل افراد کرتے ہیں۔ یہ گفتگو بڑی شرمناک ہوتی ہے شریعت نے اس طرح کی گفتگو کو بھی ممنوع فرمایا ہے۔ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اورعورتوں کے مجمع میں خطاب کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

کیاتم میں کوئی ایسا آدمی ہے جواپنی بیوی کے پاس جاتا ہےاوردروازہ بندکرلیتا ہے اوراس طرح خدا کے پردہ میں چھپ جاتا ہے،لوگوں نے فرمایا،ہاں۔ پھرآپ نے فرمایا: اس کے بعدوہ لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھتا ہےتو کہتا ہے کہ میں نے یہ کیامیں نے یہ کیا،اس پرسب لوگ خاموش ہوگئے، پھرآپ نے عورتوں کی طرف متوجہ ہوکرفرمایاتم سب اس قسم کے واقعات بیان کرتی ہو،ایک عورت نے فرمایاہاں! مردعورت اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم جانتے ہواس کی کیامثال ہے؟اس کی مثال چڑیل کی سی ہے جوگلی میں کسی شیطان سے ملی اوراس نے اس سے مباشرت کی حالانکہ لوگ ان کودیکھ رہے تھے۔(ابوداؤد۲/۲۵۲)

حاصل یہ کہ تنہائی اورمباشرت کی بات اعلانیہ بیان کرنا بےشرمی کی بات ہے،اس فحش گوئی سے بچناضروری ہےایک دوسرے موقع پرنبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيْسَ بِاللَّعَّانِ وَلَا الطَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِئِ" (مسند احمد ۱/۴۱۶)

ترجمہ:ایمان والاطنز وتشنیع نہیں کرتا،لعنت نہیں بھیجتابدزبانی اورفحش کلامی نہیں کرتا۔

لہٰذاہرطرح کی فحش گفتگومعاشرے کے لئے بدنماداغ ہےاس کوترک کرناضروری ہے۔

کھیلوں کی رغبت اورجنون

نوجوانوں میں ایک بڑامرض کھیلوں کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی اوررغبت ہے،کھیل

کا جنون ہر ضروری کام کو پس پشت ڈال دیتا ہے؛ بلکہ بعض کھیلوں پر پورا معاشرہ ٹوٹ پڑتا ہے جس سے کاروبار زندگی ٹھپ ہوجاتا ہے، کرکٹ اور دیگر کھیل دیکھنے کے لیے دن ورات ٹی وی پر نظریں جمی رہتی ہیں، اسی طرح ویڈیو گیم، پب جی گیم وغیرہ نوجوان نسل اور بچوں کی تباہی کا بڑا سبب ہیں، چونکہ موجودہ زمانے کے اکثر کھیل بے حیائی، بے شرمی، فکری زوال اور ضیاع وقت کا سبب بنتے ہیں اس لئے شریعت کی نگاہ میں ایسے کھیلوں کی کوئی وقعت نہیں ہے؛ البتہ ورزشی کھیل جو شرعی حدود کے اندر ہوں وہ ممنوع نہیں۔ ترمذی شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"كُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ أَهْلَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ" (ترمذی شریف ۱۷۴/۴)

ترجمہ: ہر ایسا کھیل جس سے ایمان والا غفلت میں پڑ جائے باطل ہے مگر تیر اندازی، گھوڑوں کو سدھانا اور اپنی بیوی سے خوش طبعی کرنا۔

دین اسلام میں کھیل مقصد زندگی نہیں؛ بلکہ ورزش کا ایک ذریعہ ہے؛ لہٰذا غم غلط کرنے اور ٹینشن دور کرنے کے نام پر کسی بھی ایسے مشغلہ کی گنجائش نہیں جو دینی و دنیوی فائدہ سے خالی اور ضیاع وقت کا باعث ہو، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"بعض لوگ غم غلط کرنے والی چیزوں میں مشغول ہوجاتے ہیں جیسے شطرنج، کبوتر بازی، بٹیر بازی اور جانوروں کو لڑانا وغیرہ انسان جب ان چیزوں میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو کھانے پینے کی خبر نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات پیشاب روکے بیٹھا رہتا ہے اور وہاں سے نہیں ٹلتا، پھر اگر ایسی چیزوں میں مشغول رہنے کا دستور ہوجائے تو یہ لوگ تمام شہر پر بوجھ پڑ جائیں اور اپنی جان کی ان کو خبر نہ رہے اس لئے ان مشاغل سے منع کر دیا گیا"۔

(المصالح العقلیہ ص:۳۲۶، ۳۲۷)

خواہشاتِ نفسانی کی پیروی

نوجوانوں میں پائی جانے والی ایک اہم برائی خواہشات نفسانی کی پیروی ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر نوجوانوں میں قید وبند سے آزادی کی خواہش اور شہوت جنسی رکھی ہے، نوجوانوں میں بے پناہ اقدامی قوت بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ خواہشات کے پیچھے چل پڑتا ہے اور جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے بے راہ روی میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس کے لئے حیاسوز طریقوں مثلاً مشت زنی، اغلام بازی، اور دیگر مخرب اخلاق طریقوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، عشق بازی، عورتوں سے بے محابا اختلاط، اسکول، کالج، مارکیٹ، بازار، اور دوران سفر ٹرین واسٹیشن وغیر پر اجنبی عورتوں سے گھل مل جانا خواہشات نفسانی کی پیروی کے نتائج ہیں، اس سے معاشرے میں بدامنی پھیلتی ہے اور بے حیائی کو فروغ ملتا ہے، قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں اتباع ھویٰ کی ممانعت وارد ہوئی ہے، البتہ شریعت اسلامیہ نے اس سلسلہ میں اعتدال والا طریقہ اختیار کرتے ہوئے، اس کے لئے کچھ حدود اور ضابطے طے کئے ہیں، تاکہ خواہشات پر کنٹرول کرکے انسان تہذیب کے دائرے میں رہے ، تنہائی میں اجنبی عورتوں سے ملنے کو ممنوع قرار دیا، فرمان نبوی ہے ”لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ“ (ترمذی شریف ۳/۴۷۴)

ترجمہ: جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

بھیڑ بھاڑ کی جگہوں پر عموماً بے احتیاطی ہوجاتی ہے اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”لَأَن يَزْحَمَ رَجُلٌ خِنْزِيراً مُتَلَطِّخاً بِطِينٍ أَوْ حَمْأَةٍ؛ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَزْحَمَ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ“ (الترغيب والترهيب ۳/۲۶)

ترجمہ: مٹی یا کیچڑ میں لت پت خنزیر سے لگ جانا آدمی کے لئے اس سے بہتر ہے کہ کسی اجنبی عورت سے اس کا کندھا لگے۔

لہٰذا بھیڑ بھاڑ میں عورتوں کے اختلاط سے بچنا اور خواہشات کی پیروی سے احتیاط کرنا بہت ضروری ہے تا کہ دیگر برائیوں اور خرابیوں سے بچا جا سکے کیونکہ خواہشات کی پیروی، جنسی خواہشات کی تکمیل کا جنون بہت ساری برائیوں کو جنم دیتا ہے۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کے دیگر اسباب

بے راہ روی کو فروغ دینے والے اسباب میں سے ایک اہم سبب فراغتِ وقت ہے، فارغ البالی نئے نئے خیالات لاتی ہے، آج کل سڑکوں چوراہوں اور چائے خانوں میں نوجوانوں کی بھیڑ گپ شپ کرتی نظر آتی ہے ان کے پاس فارغ وقت ہے تو لامحالہ وہ کسی غلط راہ پر پڑیں گے، اور شیطان کے چنگل میں پھنس کر اپنی دنیا و آخرت کو خراب کریں گے، اس کا بہتر حل یہی ہے کہ نوجوانوں کو کسی مفید کام میں لگایا جائے تا کہ ان کی طاقت اور حوصلے کا درست استعمال ہو سکے۔

نوجوانوں میں بگاڑ اور برائی کا اہم سبب غلط صحبت اور برے ساتھیوں کی رفاقت بھی ہے بری صحبت بہت تیزی کے ساتھ اخلاق و کردار کو متاثر کرتی ہے اور صالح نوجوان کو بہت جلد گناہوں کا عادی بنا دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے والدین پر ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں ان کے دوست و مصاحبین پر کڑی نگاہ رکھیں ان کی آمد و رفت کی جگہوں کا جائزہ لیتے رہیں تا کہ وہ بری صحبت سے محفوظ رہیں۔

غیر قوموں کی نقالی اور ان کی اندھی تقلید نے بھی نوجوانوں کی زندگیوں پر اثر ڈالا ہے، بے شرمی، بے حیائی، غرور و تکبر اور اخلاقی پستی غیر قوموں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے، اس دور کا نوجوان غیر اقوام کی اندھی تقلید میں اپنی مردانگی اور جوانی کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے، لڑکے اپنی چال ڈھال، نقل و حرکت، طور طریقے، بال و لباس کو عورتوں کی طرح کرنے میں پیش پیش ہیں تو دوسری طرف نوجوان لڑکیاں اپنی نسوانیت کے ہر نشان کو مٹانے پر تلی رہتی ہیں، نوجوان لڑکے بال لمبے کرنے اور ڈاڑھی ترشوانے میں انتھک کوشش کرتے ہیں تو لڑکیاں

بال ترشوانے اور مردانہ صورت اختیار کرنے میں لگی ہیں، غیر قوموں خصوصاً یہود ونصاریٰ کی نقالی نے آج کل بازاروں، کالجوں اور آفسز میں بے پردگی کا طوفان برپا کر رکھا ہے، یوں تو آج کل کا جوان جن برائیوں میں مبتلا ہے وہ بے شمار ہیں، مگر ان میں سے یہ چند برائیاں چھوڑ دے اور نوجوانوں سے ان برائیوں کا خاتمہ ہو جائے اور وہ صحیح رخ پر گامزن ہو جائے تو پھر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل ہو سکتی ہے۔

نیک وصالح نوجوان

ایسا نوجوان جو برائیوں سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہی مصروف رہتا ہو اس کے لئے بڑی بشارتیں ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ، الإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ،وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ:إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ " (بخاری شریف ۱/ ۲۳۴)

ترجمہ: قیامت کے دن جب اس کے سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے، انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو جوانی کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں مصروف رہا، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہے، وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کے لیے دوستی کی اور اسی کے لئے اکٹھا ہوئے اور اسی کی خاطر علاحدہ ہوئے، وہ مرد جس کو صاحب رتبہ خوبصورت عورت نے برے کام کے لئے بلایا تو اس نے کہہ دیا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

نوجوان شہوت اور نفس پرستی کا داعیہ ترک کرے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو پیش نظر رکھے اور اس کی عبادت میں مصروف رہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنا سایہ عطا کرے گا، یہ نیک صالح اور عبادت گذار بندے کا اعزاز ہے، ایک روایت میں ہے:

"اِن اللّٰه عَزَّوَجَلَّ لَيُعجبُ مِنَ الشَّبَاب لَيْسَ لَهُ صَبْوَةٌ" (مسند احمد ۴/۱۵۱)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان سے خوش ہوتا ہے جس میں بے راہ روی نہ ہو۔

نوجوانوں کی ذمہ داریاں

ہر قوم نوجوانوں پر انحصار کرتی ہے، قوموں کی ترقی نوجوانوں کے عمل سے جڑی ہوتی ہے، ان کی فکر و جدوجہد، مستقبل کا رخ متعین کرتی ہے، لہٰذا مسلم نوجوان کو چاہئے کہ وہ ہر طرح کی برائی اور بے راہ روی کے اسباب سے خود کو دور رکھیں، اسلامی شعائر سے اپنے آپ کو آراستہ کریں، جسمانی وذہنی تربیت پر توجہ دیں، اور ساتھ ہی ساتھ اسلام مخالف منصوبوں سے آگاہی حاصل کریں۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیران غاب سے بڑھ کر
اگر ہو صلح تو رعنا غزال تا تاری

نوجوانوں کو چاہئے کہ اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں، حق وصداقت کے علم بردار، عدل وانصاف کے داعی اور گفتار کے ساتھ ساتھ کردار کے بھی غازی بنیں، عفت نزاہت، طہارت وتقوی، صلہ رحمی، اخلاق ومروت ان کا شعار ہو، صحابہ کرام اور اسلاف کے کردار کے حامل بنیں، آنے والے کسی بھی انقلاب کا مقابلہ کرنے کی ہمت وقوت رکھیں تبھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندہ ہو سکتے ہیں اور عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ پا سکتے ہیں، نوجوان طاقت وقوت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ مرحلہ میں ہوتا ہے اس لئے اس کی ذمہ داری بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے، نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے متفکر ہوں، والدین کے حقوق ادا کریں، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کریں اور کوشش کریں کہ مصروفیات سے تھوڑا وقت نکال کر سیرت رسولؐ، صحابہ کرامؓ، اولیائے عظامؒ کی سوانح کا مطالعہ کریں، ان کو سنیں اور خود کو ان کے اوصاف وکردار سے مزین کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ نوجوانوں کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم: اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر دو طرح کے حقوق لازم کئے ہیں: (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ دونوں کی ادائیگی کا مطالبہ ہے، کوتاہی کی صورت میں جوابدہی اور مواخذہ کی وعیدیں نصوص میں مذکور ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہے کہ کوئی بندہ حقوق اللہ میں کوتاہی کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو معاف کر سکتے ہیں مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوتے جب تک ادا نہ کر دیے جائیں یا صاحب حق معاف نہ کر دے، اس سے حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، موجودہ معاشرے میں حقوق العباد کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، ان کی پامالی عام ہے، ایک طرف اولاد، والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی مرتکب ہے، تو دوسری طرف اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے والدین کی غفلت بھی کم نہیں ہے، اگر بیوی شوہر کے حقوق کو پامال کرتی ہے، تو شوہر بھی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی فکر نہیں کرتا۔

حقوق العباد بہت وسیع عنوان ہے، انتقال ہو جانے کے بعد میت کے چھوڑے ہوئے مال و جائداد کو شرعی رہنمائی کے مطابق وارثین میں تقسیم کرنا بھی حقوق العباد کا حصہ ہے جس کو میراث کہا جاتا ہے، مسلم معاشرہ میں تقسیم میراث سے غفلت اور بے توجہی عام ہے؛ بلکہ معاشرے میں پھیلی ہوئی ان تمام برائیوں کے غلط ہونے کا احساس تو بسا اوقات انسان کو ہو بھی جاتا ہے، ان سے انسان بچنے بھی لگتا ہے، مگر میراث کے سلسلے میں غفلت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ عموماً اکثر مسلمان میراث کی فرضیت کا یقین نہیں رکھتے، شرعی طور پر اس کو تقسیم نہ کر کے یوں ہی قبضہ رکھ کر خود استعمال کرنے کے غلط اور حرام ہونے کا کسی کو احساس تک نہیں ہوتا، بلکہ بعض مسلم گھرانوں میں تقسیم میراث کو غلط سمجھا جاتا ہے، بہت سے تعلیم یافتہ، دین دار حضرات بھی اس اہم فریضہ سے غفلت برتتے ہیں۔

میراث کی فرضیت

زمانہ جاہلیت میں میراث سے غفلت عام تھی، تقسیم میراث کا کوئی تصور نہ تھا، کفار مکہ میراث کا مال ہڑپ لیتے تھے قرآن کریم نے کفار کی اس بری خصلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا'' وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ''(الفجر:۱۹)تم کھا جاتے ہو میراث کا مال سمیٹ کر۔ اسلام سے پہلے عرب وعجم میں یتیم بچوں اور عورتوں کو ظلم وستم کا شکار بنایا جاتا تھا، اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے سب سے پہلے یتیموں اور عورتوں کو حقوق دلوائے، وراثت کا نظام قائم کر کے عورتوں اور یتیموں کو اس میں شامل کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک واقعہ پیش آیا کہ صحابی رسول حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تین لڑکیاں اور ایک بیوی وارث چھوڑے، مگر عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان کے دو چچازاد بھائیوں (سوید وعرفجہ) نے آ کر مرحوم کے پورے مال پر قبضہ کر لیا اور لڑکیوں اور بیوی میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، کیونکہ ان کے نزدیک عورت تو مطلقاً مستحق وراثت سمجھی ہی نہیں جاتی تھی، خواہ بالغ ہو یا نابالغ، اس لیے بیوی اور تینوں لڑکیاں محروم کر دی گئیں، اور پورے مال کے وارث دونوں چچازاد بھائی ہو گئے۔ حضرت اوس بن ثابتؓ کی بیوہ نے یہ بھی چاہا کہ یہ چچازاد بھائی جو پورے ترکے پر قبضہ کر رہے ہیں، تو وہ دونوں دو لڑکیوں سے شادی بھی کر لیں، تا کہ اُن کی فکر سے فراغت ہو، مگر انھوں نے یہ بھی قبول نہیں کیا۔

حضرت اوس بن ثابتؓ کی بیوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور پورا حال بیان کیا، اپنی اور اپنے بچوں کی بے کسی ومحرومی کی شکایت کی، اس وقت تک چونکہ میراث کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے میں توقف فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان تھا کہ وحی الٰہی کے ذریعے اس ظالمانہ قانون کو ضرور بدلا جائے گا، چنانچہ اسی

وقت آیت کریمہ نازل ہوئی۔ارشاد ربانی ہے:

”لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا“(سورة النساء/۷)

ترجمہ:مردوں کے لیے بھی حصہ ہے،اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں،اور عورتوں کے لیے بھی حصہ مقرر ہے،اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں،خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر،حصہ قطعی طور پر مقرر ہے۔(بیان القرآن)

اس حکم کے ذریعہ سے قدیم زمانے سے چلی آرہی روایت کو ختم کر کے وراثت کے نظام کو قائم کیا گیا اور میراث کی اہمیت اجاگر کی گئی،چنانچہ اسلام میں میراث کو بہت اہمیت دی گئی،میراث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے کلام مقدس کی کئی آیات میں میراث کی فرضیت،اس کی تفصیل اور وارثین کے حصے تک بیان فرمائے ہیں۔

مستحقین اور ان کے حصوں کی تفصیل

اس آیت مبارکہ میں قانون وراثت کا ضابطہ بھی بیان فرمایا گیا ہے،آیت مبارکہ میں والدین کے ساتھ لفظ اقربون لایا گیا ہے،جو تمام قریبی رشتے داروں کو شامل ہے،والدین تو سب سے قریبی رشتے دار ہوتے ہیں،وہ بھی اس لفظ میں داخل تھے؛لیکن ان کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے،اس لیے ان کا تذکرہ الگ فرمایا ہے،غرض اقرب کا لفظ ازدواجی تعلق،پیدائشی تعلق وغیرہ سب رشتوں کو شامل ہے،لہذا اس تعلق اور رشتے داری میں لڑکے اور لڑکی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرنے والے کا کون کون وارث ہوگا؟ اور کس کا کتنا حصہ ہوگا؟

قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ میں اس کی تفصیلات بیان فرمادی گئیں ہیں، والدین، مرنے والے کی بیوی یا مرنے والی کا شوہر، بھائی، بہن، بیٹے بیٹیاں وغیرہ ہر ایک کے حصہ کی تفصیل ذکر کردی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میراث کا معاملہ شریعت میں بہت اہمیت کا حامل ہے اسی وجہ سے ورثا کی تعیین اور حصوں کی تقسیم کو ورثا پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ متعین کردیا گیا ہے، لہٰذا کسی انسان کو ان متعین کردہ حصوں میں سے کسی کا حصہ روک لینے یا کسی کے حصے میں سے کم کرلینے کا ذرا بھی اختیار نہیں بلکہ اس حکم شریعت کو پورے اطمینان قلبی کے ساتھ قبول کرکے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

اللہ رب العزت نے مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ اَوۡ كَثُرَ فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مال خواہ کم ہو یا زیادہ، جس قسم کا بھی ہو، منقول ہو یا غیر منقول، وراثت سب میں اپنے ضابطہ شرعی کے مطابق جاری ہوگی، لہٰذا زمانہ جاہلیت میں جاری اس رسم کو بھی باطل فرمادیا کہ بعض اقسام کے مال بعض وارثین کے لیے مخصوص ہوتے تھے، مثلاً گھوڑا، تلوار، اسلحہ وغیرہ اگر مرنے والا چھوڑ کر گیا ہے، تو یہ چیزیں صرف نوجوان مردوں کا حق ہوتی تھیں، دوسرے وارثین کو ان سے محروم رکھا جاتا تھا، قرآن کریم کی وضاحت سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ یہ طریقہ غلط ہے اور میراث کو روکنا اس سے کسی کو محروم کرنا، خود مال پر قبضہ کرنا، سراسر گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میراث کی تفصیل بیان کرتے وقت وارثین میں سے کسی کو اصل اور کسی کو تابع نہیں بنایا ہر ایک کو مستقل طور پر ذکر کیا اور مردوں کے حق کو جس تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اسی تفصیل سے عورتوں کا حق بھی مستقل کرکے بیان فرمایا ہے، تاکہ ہر ایک کے حقوق کا مستقل ہونا واضح ہوجائے۔

میراث کو شرعی طور پر تقسیم نہ کرنا حکم الٰہی کو توڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں جہاں پر وراثت کا بیان کیا ہے اور مستحقین کے حصوں

کی تفصیل ذکر کی ہے وہیں پر اس حکم الٰہی سے روگردانی پر تنبیہ بھی فرمائی ہے، اسی مقام پر تقسیم میراث کی تفصیل اور ورثا کے حصے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ''یعنی یہ جو کچھ حصے مقرر کئے گئے ہیں اور تقسیم میراث کی جو تاکید کی گئی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم وصیت ہے جس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے جو کوئی خلاف ورزی کرے گا وہ مطمئن نہ ہو کہ وہ بچ گیا اور اس کے مال میں اضافہ ہو گیا بلکہ اس کا مواخذہ ہوگا کیونکہ اللہ کو اس کا علم ہے، اور میراث کی تقسیم میں کوتاہی کرنے پر بروقت اور فوراً مواخذہ نہ ہونا صفت حلم کا اظہار ہے، اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ہے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

'' تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِيْنٌ''(النساء ١٣/١٤)

یہ سب احکام؛ خداوندی ضابطے ہیں تو جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا (ان ضابطوں کی پابندی کر کے) اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہیں مانے گا اور بالکل اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا (پابندی کو ضروری نہ سمجھے گا) اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کر دیں گے اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہوگی۔

آیات مذکورہ میں میراث کے احکام کو ماننے اور ان ضابطوں کی پابندی کر کے ہر

ہر حصے دار کو اس کا پورا حصہ دینے کی فضیلت یہ بتلائی گئی کہ اس کے بدلے جنت میں داخلہ ہوگا اور اس کو بڑی کامیابی سے بھی تعبیر کیا گیا، اور دوسری آیت میں ان احکام کو نہ ماننے اور ان ضوابط کی پابندی نہ کرنے، اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنے کی سزا جہنم میں داخلہ قرار دیا، اور اس کو ایک رسوا کن عذاب سے تعبیر کیا گیا، ان آیات کے مضمون سے تقسیم میراث کی فضیلت واہمیت اور تقسیم میراث میں کوتاہی کی قباحت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

میراث تقسیم نہ کرنا ظلم کے مترادف ہے

میراث کا مال تقسیم نہ کرنا اور اس پر قبضہ وتصرف باقی رکھنا ظلم کے مترادف ہے، کیونکہ میراث میں ملنے والے مال کا حصہ؛ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستحق کے لئے ایک انعام ہوتا ہے، جو بلا محنت ومشقت پسماندہ مستحق کی ملکیت میں منتقل ہوتا ہے، ضروری تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو اس کے مستحق کے حوالہ کیا جاتا، اس کو حوالہ نہ کرکے اپنے پاس روکے رکھنا، اور اپنے استعمال میں رکھنا امانت میں خیانت ہے اور خیانت کھلا ہوا ظلم ہے، اسی طرح میراث کا وہ حصہ جو دوسرے بھائی یا بہن وغیرہ کو دینا تھا وہ ان کا شرعی حق تھا اس حق کو ادا نہ کرنا اور روکے رکھنا حق تلفی ہے، جو ظلم کے مترادف ہے، پھر عموماً ہوتا یہ ہے کہ اگر میراث تقسیم نہیں کی جاتی تو تقسیم نہ کرنے والوں کی اولاد بھی انھیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کوتاہی کی مرتکب ہوتی ہے، اسی طرح یہ سلسلہ نسل درنسل چلتا رہتا ہے ،اگر آپ کا عمل کسی کوتاہی کا سبب یا دوسرے کے لئے عدم تقسیم کی ترغیب بن جائے تو اس کے گناہ میں پہلے والے کا بھی حصہ ہوگا اور اس کا وبال پہلے والوں کو بھی ہوگا، اس لئے میراث کی شرعی اصول کے مطابق تقسیم نہ کرنا اپنی ذات پر بھی ظلم ہے اور ظلم سے بچنا ضروری ہے۔

ہماری کوتاہی اور معاشرے کی تباہی

آج ہمارے معاشرے اور سماج کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم لوگ غیر مسلموں کے

رواج پر چل پڑے ہیں، اور اپنی شریعت اور دین پر عمل کو چھوڑ بیٹھے ہیں، رواج یہ ہے کہ بیٹیوں کو تلک اور جہیز میں حیثیت سے بڑھ چڑھ کر مال ودولت اور سامان دے دیتے ہیں، اور میراث سے ان کا حصہ کھا جاتے ہیں، جبکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو دنیا بھر کا سامان اور جہیز دے ڈالے، پھر بھی وہ لڑکی میراث کی حقدار ہے، اس کو میراث میں سے حصہ دینا پڑے گا، اگر دنیا میں نہ دیا تو آخرت میں اپنی نیکیاں اس کو دینی ہوں گی، کچھ لوگ بیٹیوں اور بہنوں سے ان کا حق معاف کرا لیتے ہیں، ان سے لکھوا لیتے ہیں، جو کہ شریعت کے سراسر خلاف ہے؛ ہاں اگر وراثت تقسیم ہو جائے اور پھر کوئی حصے دار اپنی رضامندی سے اپنا حصہ ہبہ کر دے، تو اس کی گنجائش ہے۔

بہنوں اور بیٹیوں کو محروم کر کے اللہ تعالی کے مجرم نہ بنیں، اللہ نے بہنوں کو جو میراث میں حقوق دئے ہیں، وہ ان کے واجبی حقوق ہیں، وہ ان کو ضرور دیں، ورنہ یہ ایسا ظلم ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں پکڑ کا سبب بنے گا۔

قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں عوام وخواص سب برابر درجے کے شریک ہیں، پورا معاشرہ اور سماج برابر کا گنہ گار ہے، ننانوے فیصد اس مسئلے میں کوتاہی چل رہی ہے اور تعجب یہ ہے کہ اس کا احساس تک کسی کو نہیں ہے۔ لہٰذا اس طرف خصوصی توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے، مسلمانوں کے تمام طبقات کو اس کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کرایا جائے!

اللہ رب العزت اس سلسلے میں اب تک کی ہماری تمام کوتاہیوں، غفلتوں اور گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ تمام مسلمانوں کو شرعی اعتبار سے میراث تقسیم کرنے اور ہر ایک کو ان کے حصے بالخصوص عورتوں کو ان کے حصے دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر: (۲۰)

مستورات سے متعلق اسلامی ہدایات

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

اُستاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورت اللہ کی عظیم نعمت ہے

عورت اللہ جل شانہٗ کی عظیم نعمت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ساری دُنیا متاع یعنی فائدہ اٹھانے کا سامان ہے، اور بہترین متاعِ دُنیا یعنی بہترین فائدہ اٹھانے کی چیز نیک بخت عورت ہے''۔ (مشکاۃ، ص: ۲٦۷، کتاب النکاح)

لیکن اگر اِس نعمت کی ناقدری کی جائے تو پھر وہ مردوں کے لیے بہت زیادہ نقصان رساں اور ہلاکت خیز ثابت ہوتی ہے، اِس لیے خود کو اور معاشرے کو فتنہ وفساد سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ غیر محرم عورتوں سے پوری اِحتیاط کی جائے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان رساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے''۔

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۲٦۷، کِتَابُ النِّکَاح)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دُنیا بڑی شیریں اور سبز ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو دُنیا میں اپنا جانشین بنا کر بھیجا ہے تا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو، لہٰذا دُنیا سے بچو، اور (پرائی) عورتوں سے دور رہو، اِس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ جو رونما ہوا تھا وہ عورتوں کی وجہ سے تھا''۔ (حوالہ سابقہ)

عورت کا باہر نکلنا فتنے کا باعث ہے

جب کوئی عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیاطین اور خبیث الطبع لوگ اُس کو جھانکتے ہیں، اِس لیے عورتوں کو بے ضرورت تفریح کے لیے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عورت ستر (چھپانے کی چیز) ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اُس کو گھور کر دیکھتا ہے''۔ (مشکاۃ المصابیح ص:۲۶۹، کِتَابُ النّکاح)

بے پردہ عورت جہنم میں جائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دوزخیوں کے دو گروہ میں نے نہیں دیکھے، ایک وہ جن کے پاس گائے کی دُموں کے مانند کوڑے ہوں گے، جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے، دوسرا وہ عورتیں جو (بہ ظاہر) کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی اور (حقیقت میں) ننگی ہوں گی، (مردوں کو) جھکانے والی ہوں گی اور (مردوں کی طرف) جھکنے والی ہوں گی، اُن کے سر بختی اونٹوں کی جھکتی کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت (یعنی بہت دور) سے محسوس کی جاتی ہے''۔

(مشکاۃ المصابیح ص:۳۰۶، کِتَابُ الدِّیَات)

☑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے جس گروہ کو نہیں دیکھا تھا، آج ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پارکوں، تفریح گاہوں، میلوں اور بازاروں میں جا کر دیکھ لیجئے، عورتیں کس طرح کھلے سر گھومتی پھرتی ہیں، اور اپنے حسن کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت

جب کوئی مرد تنہائی میں کسی عورت سے ملتا ہے تو شیطان اُن کو معصیت میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، اِس لیے معاشرے کو پاکیزہ رکھنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں ہرگز نہ ملے، تاکہ شیطان کو اپنا کھیل کھیلنے کا موقع نہ ملے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: ’’کوئی مرد کسی (نامحرم) عورت سے تنہائی میں ہرگز نہ ملے، ورنہ اُن کا تیسرا شیطان ہوگا‘‘۔ (مشکاۃ المصابیح ص:۲۶۹، کِتَابُ النّکاح)

☑ شادی شدہ عورتیں جن کے شوہر لمبے سفر میں ہوں اُن سے نامحرم مردوں کا ملنا اور بھی زیادہ خطرناک ہے، رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایسی عورتوں کے گھروں میں جانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: ’’اُن عورتوں کے گھروں میں نہ جاؤ جن کے شوہر سفر میں ہوں، کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک میں خون کی طرح دوڑتا ہے‘‘۔ (حوالہ سابقہ)

نیز حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: ’’تم (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے اِحتراز کرو، کسی شخص نے پوچھا: حضور! جیٹھ دیور کے بارے میں کچھ رُخصت ہے؟ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ’’جیٹھ دیور تو موت (بڑا فتنہ) ہیں‘‘۔ (مشکاۃ ص:۲۶۸، کِتَابُ النّکاح)

☑ شوہر کے رشتہ داروں میں سے اُس کا لڑکا اور باپ تو بیوی کے لیے محرم ہیں، مگر دوسرے رشتہ دار نامحرم ہیں، اُن کا آزادانہ گھر میں آنا اور خلوت وجلوت میں بے تکلف اور بے پردہ ملنا اور باتیں کرنا؛ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اِس ارشاد کے مطابق اِنتہائی خطرناک اور پاک دامنی کے لیے زہرِ قاتل ہے۔

بدنظری کی وبا

بدنظری زنا کی پہلی سیڑھی ہے، اِس سے بڑے بڑے فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے، اس لیے اللہ جلّ شانہٗ نے بدکاری اور بے حیائی کا دروازہ بند کرنے کے لیے مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنے ناموس کی حفاظت کریں، ارشادِ ربّانی ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾(سورۂ نور، آیت:۳۰/۳۱)

ترجمہ:''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لیے زیادہ پاکیزہ بات ہے، بے شک اللہ جلّ شانہٗ خوب واقف ہیں اُن کاموں سے جو لوگ کیا کرتے ہیں، اور مسلمان خواتین سے بھی آپ کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنے ناموس کی حفاظت کریں''۔

☑ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اِس اِرشادِ ربانی پر عمل کرتے رہے، معاشرہ ہر قسم کی گندگیوں سے پاک صاف رہا، اور رحمتِ خداوندی اُن پر سایہ فگن رہی، اور آج مسلمان مردوں اور عورتوں نے اِس اِرشادِ ربانی کو پسِ پشت ڈال کر نہ صرف معاشرے کو گندہ کردیا، بلکہ رحمتِ خداوندی سے بھی محروم ہوگئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا:''خدا نے لعنت کی ہے دیکھنے والے پر، اور اُس پر بھی جس کو دیکھا گیا''۔(مشکاۃ المصابیح ص:۲۷۰، کِتَابُ النّکاح)

☑ اِس اِرشادِ نبوی سے معلوم ہوا کہ جو مرد کسی نامحرم عورت کو یا کسی کے ستر کو دیکھتا ہے، اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے اور وہ رحمتِ خداوندی سے محروم ہوجاتا ہے، اِسی طرح جو عورت چاہتی ہے کہ اُسے دیکھا جائے، یا بَن سنور کر نکلتی ہے اُس پر بھی خدا کی لعنت ہے، اور وہ بھی رحمتِ الٰہی سے محروم ہوجاتی ہے۔

اِتفاقی نظر معاف ہے

کسی نامحرم عورت کی طرف نگاہ اُٹھانے والا، یا کسی کے ستر کی طرف نظر کرنے والا لعنتِ الٰہی کا مستحق اُس وقت ہوتا ہے جب بالقصد دیکھے، یا بار بار دیکھے، اتفاقاً کسی عورت پر یا کسی کے ستر پر نظر پڑ جائے تو اِس میں کوئی مواخذہ نہیں ہے، لہٰذا اچانک کسی

نامحرم پر یا کسی کے ستر پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر پھیر لینی چاہیے، اگر پہلی نظر جمائی یا دوبارہ اُس کی طرف نگاہ اُٹھائی تو اب مواٰخذہ ہوگا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا۔(مشکاۃ ص:۲۶۸، کِتَابُ النِّکاح)

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ”علی! نظر کے بعد دوبارہ نظر نہ کرو، اِس لیے کہ پہلی (اتفاقی) نظر تمہارے لیے معاف ہے، دوسری نظر جائز نہیں“۔(مشکاۃ المصابیح ص:۲۶۹)

زنا اور بدکاری کی قسمیں

زنا صرف معروف گناہ ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا، یا اُس سے گفتگو کرنا، یا اُس کی باتوں کو مزے لے کر سننا، اُس کو چھونا، یا بُرے اِرادے سے اُس کی طرف چل کر جانا، یا کسی عورت کے بارے میں دماغ میں برے خیالات پکانا بھی زنا اور بدکاری ہے، اِس لیے ہر شخص کو ہر قسم کے زنا اور بدکاری سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر بدکاری اور زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جس میں وہ ضرور مبتلا ہوتا ہے، اِس طرح کہ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، دل تمنا اور خواہش کرتا ہے (اور یہ بھی زنا ہے) اور شرم گاہ اس کو سچا کر دیتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے“۔

(مشکاۃ المصابیح ص:۲۰، کِتَابُ الْإِیمَانِ)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ”زنا میں سے انسان کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جس میں وہ ضرور مبتلا ہوتا ہے، اِس طرح کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے، پاؤں کا زنا (بدکاری کے لیے) چلنا ہے، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اُس کو سچا کر دیتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے“۔(حوالہ سابقہ)

اجنبیوں کا اکٹھا لیٹنا

دو مردوں کا یا دو عورتوں کا کھلے جسم ایک دوسرے کے ساتھ لیٹنا ناجائز ہے، اِس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر کی طرف دیکھے، نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر کی طرف دیکھے، نہ دو مرد کھلے بدن ایک کپڑے میں اکٹھا لیٹیں، نہ دو عورتیں کھلے بدن ایک کپڑے میں اکٹھا لیٹیں''۔ (مشکاۃ المصابیح ص:۲۶۸، کِتابُ النّکاح)

دو مردوں یا دو عورتوں کا ایک کپڑے میں اکٹھا لیٹنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ دونوں ننگے ہوں، اُن کے بدن پر کوئی کپڑا نہ ہو، صرف ایک چادر یا لحاف اُن کے بدن پر ہو ——— دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں نے صرف تہبند یا اِزار وغیرہ پہن رکھا ہو، اور اوپر کا بدن کھلا ہوا ہو، ظاہر ہے کہ پہلی صورت انتہائی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اس لیے اِس طرح لیٹنا سخت ترین گناہ ہے، اور دوسری صورت میں ایک ساتھ اِس طرح لیٹنا فتنہ سے خالی نہیں ہے، اِس لیے اس طرح لیٹنے سے بھی اِحتراز کرنا چاہیے۔

ایک ساتھ لیٹنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں کے بدن پر پورے کپڑے ہوں، اور دونوں ایک بستر پر ایک لحاف میں لیٹیں اِس میں بھی فتنہ کا اندیشہ ہے، اِس لیے اِس سے بچنا چاہیے، چاہے وہ دونوں بھائی یا دونوں بہنیں ہی کیوں نہ ہوں، اور جب دونوں اجنبی ہوں، اُن کے درمیان خونی رشتہ نہ ہو تو فتنہ کا اندیشہ اور بڑھ جاتا ہے، اِس لیے دو مردوں کو اور دو عورتوں کو ایک ساتھ ہرگز نہیں لیٹنا چاہیے، چاہے دونوں دوست یا سہیلیاں ہی کیوں نہ ہوں۔

زنا کی حرمت وقباحت

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ

سَبِيْلًا﴾ (سورۂ بنی اسرئیل، آیت: ۳۲)

ترجمہ: ''زنا اور بدکاری کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے، اور بُری راہ ہے''۔

☑ اس آیت کریمہ میں زنا اور بدکاری کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بے حیائی کا کام ہے، اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بُری راہ ہے، یعنی یہ ایسا بُرا کام اور حرام فعل ہے کہ تمام عقلاء اور تمام اَدیان و مذاہب اِس کی بُرائی اور حرمت پر متفق ہیں، کوئی عقل مند یا کوئی مذہب اِس کو اچھا نہیں سمجھتا۔

ایک نوجوان کا قصہ

ایک حدیث پاک میں بہت اچھے انداز میں زنا کی قباحت وشناعت اور حرمت کو واضح کیا گیا ہے، نوجوان خاص طور پر اِس کو غور سے پڑھیں، اور اِس کی قباحت و شناعت اور حیا سوز ہونے کا اندازہ کریں۔

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے زنا اور بدکاری کی اجازت دے دیجئے، صحابۂ کرام نے اُس کو ڈانٹا اور کہا: خبردار! چپ رہو۔ (مگر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے (پیار ومحبت سے) کہا: قریب آؤ، وہ نوجوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل قریب آکر بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو یہ حرکت اپنی ماں کے ساتھ پسند کرتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا: ہرگز نہیں، خدائے پاک کی قسم! اللہ جل شانہٗ مجھے آپ پر قربان کریں۔ آپ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ یہ حرکت گوارہ نہیں کرتے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تو یہ کام اپنی بیٹی کے ساتھ پسند کرتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا: ہرگز نہیں، اللہ پاک کی قسم! میں آپ پر قربان ہوؤں۔ آپ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ کام پسند نہیں کرتے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تو اپنی بہن کے ساتھ یہ حرکت پسند کرتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا: ہرگز نہیں، اللہ جلّ شانہٗ کی قسم! میں آپ پر قربان ہوؤں۔ آپ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ یہ حرکت پسند نہیں کرتے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے پوچھا: کیا تو اپنی پھوپھی کے ساتھ یہ حرکت پسند کرتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا: ہرگز نہیں، خدائے پاک کی قسم! خدا مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے ساتھ اِس کو پسند نہیں کرتے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تو اپنی خالہ کے ساتھ یہ بات پسند کرتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا: ہرگز نہیں، اللہ جل جلالہ کی قسم! میں آپ پر قربان ہوؤں۔ آپ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی خالاؤں کے ساتھ یہ بات پسند نہیں کرتے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک اُس نوجوان پر رکھا، اور دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَ طَھِّرْ قَلْبَہٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَہٗ.

الٰہی! اِس کے گناہ کو معاف فرما! اِس کے دل کو پاک فرما! اور اِس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما! ——— حدیث کے راوی حضرت اَبواُمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اِس کے بعد وہ نوجوان کسی عورت کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتا تک نہیں تھا۔ (مسند احمد، ج:۵ ص:۲۵۷)

زنا کا وبال

جب معاشرے میں زنا اور حرام کاری پھیلتی ہے تو پوری قوم وبائی اَمراض میں مبتلا ہو جاتی ہے، اور بہ کثرت موتیں ہونے لگتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب کوئی قوم مالِ غنیمت میں خیانت کرنا شروع کر دیتی ہے تو اللہ جلّ شانہٗ اُن کے دلوں میں (دُشمن کا) رُعب اور خوف ڈال دیتے ہیں، جب کسی قوم میں زنا اور حرام کاری پھیلتی ہے تو اُن میں بہ کثرت موتیں ہونے لگتی ہیں، جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنا اپنا مشغلہ بنا لیتی ہے تو اُن کی روزی

(میں سے برکت) موقوف کردی جاتی ہے، جب کوئی قوم ناحق فیصلہ کرنے کو اپنا شیوا بنالیتی ہے تو اُن میں خون ریزی عام ہوجاتی ہے، اور جب کوئی قوم عہد شکنی کی عادی بن جاتی ہے تو اُن پر دُشمن مسلّط کردیا جاتا ہے‘‘۔(مشکاۃ،ص:۴۵۹، کِتَابُ الْآدَابِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ’’اے گروہ مہاجرین ! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہوجاؤ گے (توطرح طرح کی آفتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہوجاؤ گے) اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں اِس بات سے کہ تم اُن چیزوں میں مبتلا ہوجاؤ:

(۱) جب بھی کسی قوم میں بدکاری اتنی آشکارا ہوجاتی ہے کہ لوگ اُس کو کھلم کھلا کرنے لگتے ہیں تو اُن میں طاعون اور ایسی تکلیف دِہ بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو اُن کے گذرے ہوئے اَسلاف کے زمانے میں نہیں تھیں (جیسے ایڈز کی بیماری)

(۲) جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں تو قحط سالی، شدّتِ مشقّت اور حاکم کے جوروظلم میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔

(۳) اور جب بھی اپنے مالوں کی زکاۃ روکتے ہیں تو بارش کے قطرے اُن سے روک لیے جاتے ہیں، حتی کہ اگر بہائم اور چوپائے نہ ہوں تو اُن پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرایا جائے۔

(۴) جب بھی اللہ اور اُس کے رسول کی عہد شکنی کرتے ہیں تو اللہ جل شانہٗ اُن پر ایسا دُشمن مسلّط فرمادیتے ہیں جو غیر قوم سے ہوتا ہے، پھر وہ اُن کے قبضے میں جو مال و دولت ہوتی ہے اُس میں سے کچھ لے لیتا ہے۔

(۵) جب بھی اُن کے ائمہ اور پیشوا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ کے نازل کردہ اَحکام کو اِختیار نہیں کرتے تب اللہ تعالیٰ اُن کو باہمی جنگ و جدال میں گرفتار فرمادیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ،ص:۳۰۰، کِتَاب الْفِتَنِ، باب العُقوبات)

☑ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن پانچ چیزوں میں مبتلا ہونے سے پناہ مانگی تھی، آج اُمتِ مسلمہ اُن میں مبتلا ہوچکی ہے، اور اُن کے نتائج بد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، پھر بھی لوگ اِس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے ، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اِن چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آفتوں اور بلاؤں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔آمین!

زنا کی اُخروی سزا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد اپنا ایک طویل خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''گذشتہ رات میرے پاس دو شخص آئے اور میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر مجھے لے چلے؛ یہاں تک کہ ہم تنور جیسے ایک سوراخ پر پہنچے، جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا، اُس کے نیچے آگ جل رہی تھی، اور اُس میں بہت سے ننگے مرد اور عورتیں تھیں، جب آگ کے شعلے بھڑکتے تھے تو وہ لوگ اوپر آجاتے تھے؛ یہاں تک کہ تنور سے نکلنے کے قریب ہوجاتے تھے، اور جب آگ کے شعلے ماند پڑتے تھے تو وہ لوگ تنور میں بیٹھ جاتے تھے، میں نے اُن دو آدمیوں سے دریافت کیا: یہ کیا ماجرا ہے؟ اُن دونوں صاحبان نے جواب دیا: یہ زنا کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں ——— میں جبرئیل ہوں، اور یہ میکائیل ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح ص: ۳۹۵/۳۹۶، کِتَابُ الرُّؤْیَا، الفصل الأوّل)

غیر فطری عمل پر خدا کی پھٹکار

جانور اور چوپائے جو عقل و تمیز سے محروم ہیں وہ بھی خلافِ فطرت طریقے سے شہوت پوری نہیں کرتے، جو انسان ایسا کرتے ہیں وہ جانوروں سے بھی بدتر اور بدبخت ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کی طرف قطعاً نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مرد اپنی بیوی سے غیر فطری عمل کرے وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے''۔

(مشکاۃ المصابیح ص: ۲۷۶، کِتَابُ النِّکَاحِ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مرد کسی مرد یا عورت کے ساتھ غیر فطری حرکت کرے اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نظرِ کرم نہیں فرماتے''۔ (حوالہ بالا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے اپنی اُمت کے بارے میں سب سے زیادہ جس چیز کا ڈر ہے وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی حرکت ہے“۔ (مشکاۃ المصابیح ص: ۳۱۲، کِتَابُ الحُدُود)

جلد نکاح کرو

اَولیاء اور سرپرستوں پر لازم ہے کہ جب اولاد کا مناسب رشتہ مل جائے تو فوراً شادی کر دیں، مال دار گھرانے کے چکر میں، یا جہیز کی فکر میں تاخیر نہ کریں، ورنہ پورا معاشرہ فتنہ وفساد کی آماج گاہ بن جائے گا، اور تاخیر کرنے کی صورت میں اولاد سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو سرپرستوں کو اِس کا وبال بھگتنا پڑے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کی دین داری اور اَخلاق سے تم مطمئن ہو تو شادی کر دو، ورنہ زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہوگا“۔

(مشکاۃ المصابیح ص: ۲۶۷، کِتَابُ النِّکَاح)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جس کو اولاد سے نوازیں اُس کو چاہیے کہ بچہ کا اچھا نام رکھے، اُس کو سلیقہ سکھائے، پھر جب بالغ ہو جائے تو اُس کی شادی کر دے، اگر شادی کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی اُس کی شادی نہ کی، اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اُس کا باپ اُس گناہ کا ذمہ دار ہوگا۔ (مشکاۃ ص: ۲۷۱)

☑ آج ہمارے معاشرے میں بہت سی بُرائیاں اور خرابیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِن ارشادات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو گئیں ہیں، زنا اور بدکاری کے اکثر واقعات اس لیے پیش آتے ہیں کہ اولاد شادی کی عمر کو پہنچ جاتی ہے، مگر اولیاء اور سرپرست جہیز کے چکر میں اولاد کا نکاح نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

بابرکت نکاح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ نکاح بہت بابرکت ہے جو خرچ کے اعتبار سے ہلکا پھلکا ہو۔(مشکاۃ،ص: ۲۶۸)

☑ اس ارشادِ نبوی کا مقصد صرف ایک بات بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اِس میں اُمت کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ شادی بیاہ میں زیادہ خرچ نہ کرو، اگر شادیاں ہلکی پھلکی ہوں گی تو اِن میں بڑی برکتیں ہوں گی۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر زردی کا اثر دیکھا تو اُن سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کرلیا ہے، کھجور کی گٹھلی کے بہ قدر سونے کے عوض میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں! ولیمہ کرواگرچہ ایک بکری کا ہو۔(مشکاۃ المصابیح،ص:۲۷۷و۲۷۸، کِتَابُ النِّکاح)

☑ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص اَصحاب میں سے ہیں، اِس کے باوجود اپنی شادی کی تقریب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرکت کی زحمت نہیں دی، بلکہ اِطلاع کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا، جب اُن کے کپڑوں پر عورتوں کی خوشبو کا اثر دیکھا تو آپ نے خود پوچھا: یہ زردی کیسی ہے؟ تب حضرت عبد الرحمن بن عوف نے بتایا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کرلی ہے؟ اُس کی خوشبو میرے کپڑوں پر لگ گئی ہے ——— کاش! ہماری شادیاں ایسی ہوتیں تو آج ہزاروں الجھنوں سے ہمیں نجات مل جاتی، شریعت نے نکاح کو جتنا آسان کیا تھا، ہم نے غلط رسموں کے ذریعہ اُس کو اتنا ہی مشکل بنادیا ہے، جس کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ لڑکیاں گھروں میں بیٹھی ہیں، ماں باپ کے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی ہیں، اِس لیے کہ باپ کے پاس جہیز مہیا کرنے کے لیے دولت نہیں ہے، عالی شان تقریب کرنے اور تمام رشتہ داروں کی دعوت کرنے کے لیے رقم نہیں ہے۔

جہیز کی لعنت

آج جہیز کو شادی کا ایک لازمی حصہ سمجھ لیا گیا ہے، گھریلو ساز و سامان کا بند و بست کرنا جو شوہر کے ذمے واجب تھا، آج وہ لڑکی کے باپ کے ذمے واجب ہو گیا ہے، گویا باپ اپنی بیٹی اور اپنے جگر کا ٹکڑا بھی داماد کو دے، اور اُس کے ساتھ ہزاروں لاکھوں کا ساز و سامان بھی مہیا کرے، اِس طرح وہ اپنا گھر برباد کر کے دوسرے کا گھر آباد کرے، شریعت میں اِس ظلم و زیادتی اور جبر و تشدّد کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے؟ اِس لیے تمام مسلمانوں کا مشترک فریضہ ہے کہ وہ اُمتِ مسلمہ کو اِس لعنت سے نجات دلانے کی پوری کوشش کریں، خصوصاً مال داروں کو اِس لعنت کے دور کرنے کی بہت زیادہ فکر کرنی چاہیے، اِن ہی کی بہ دولت یہ لعنت اور نحوست پروان چڑھ رہی ہے، اور شادی کرنے والے نوجوانوں کو چاہیے کہ اِس لعنت کو اپنے گھر میں ہرگز ہرگز گھسنے نہ دیں، اگر نوجوانوں نے جہیز کی لعنت ختم کرنے کی اِس وقت فکر نہیں کی تو یاد رکھیں جب اِن کی بچیوں کی شادی کا نمبر آئے گا تو اُس وقت جتنا جہیز لیا ہے اِس سے کئی گنا زیادہ دینا پڑے گا، اُس وقت خون کے آنسو روئیں گے، اور کوئی آنسو پوچھنے والا نہ ہوگا۔

جہیز فاطمی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک روئیں دار چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ دیا تھا جس میں اِذْخِر گھاس بھری ہوئی تھی۔

(نسائی شریف، ص:۵۰ ۱۳، کِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ جِهَازُ الرَّجُلِ ابْنَتَهٗ، مطبوعہ: بیروت)

☑ اِس حدیث کا مطلب بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چیزیں اپنی صاحب زادی کو نکاح کے موقع پر جہیز کے طور پر دی تھیں، لہٰذا ہم اگر اپنی حیثیت کے مطابق تھوڑا بہت جہیز دے دیں تو کیا حرج ہے؟! ——— اور بعض دین

دار حضرات اِس سنتِ نبوی کو زندہ رکھنے کے لیے مذکورہ چیزوں کو جہیز کے طور پر دینے کا التزام کرتے ہیں، اِس لیے اِس حدیث کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہیے تاکہ آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ معارف الحدیث میں اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اِرقام فرماتے ہیں:

ہمارے ملک کے اکثر اہلِ علم اِس حدیث کا مطلب یہی سمجھتے اور بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چیزیں (چادر، مشکیزہ اور تکیہ) اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر 'جہیز' کے طور پر دی تھیں —— لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں عرب میں نکاح شادی کے موقع پر لڑکی کو 'جہیز' کے طور پر کچھ سامان دینے کا رواج بلکہ تصور تک نہیں تھا، اور 'جہیز' کا لفظ بھی اِستعمال نہیں ہوتا تھا، اُس زمانے کی شادیوں کے سلسلے میں کہیں اِس کا ذکر نہیں آتا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحب زادیوں کے نکاح کے سلسلے میں بھی کہیں کسی قسم کے 'جہیز' کا ذِکر نہیں آتا، حدیث کے لفظ جَهَّزَ کے معنی اِصطلاحی جہیز دینے کے نہیں ہیں، بلکہ ضروریات کا انتظام اور بند و بست کرنے کے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن چیزوں کا اِنتظام حضرت علی کے سر پرست ہونے کی وجہ سے کیا تھا، کیونکہ یہ ضروری چیزیں اُن کے گھر میں نہیں تھیں، روایات سے اِس کی پوری تفصیل معلوم ہوجاتی ہے۔ (معارف الحدیث ج:۷ ص:۲۹/۳۰)

جہیز اور تلک دینا اور عورتوں کو میراث سے محروم کرنا حرام ہے

یہاں یہ بات جان لینی چاہیے کہ تمدُّن و معاشرت کا ایک فطری اُصول ہے کہ جب مختلف تہذیبوں کا اِمتزاج ہوتا ہے تو غیر شعوری طور پر ایک تہذیب دوسری تہذیب کو متاثر کرتی ہے، ایسے حالات میں جو قوم اپنے تہذیبی خصائص کے تحفُّظ کا اِہتمام نہیں کرتی وہ اپنے بہت سے اِمتیازی اَوصاف کھو بیٹھتی ہے، خصوصًا جو تہذیب مفتوح اور مغلوب ہوتی ہے وہ فاتح قوم کی تہذیب کے سامنے سِپر ڈال دیتی ہے، مسلمان بھی جب تک غالب و فاتح

رہے اور اُن میں اپنے تہذیبی خصائص کے تحفُّظ کی طاقت رہی، اُس وقت تک وہ دوسری تہذیبوں پر اثر انداز ہوتے رہے، لیکن جب اُن کے اَحوال بگڑ گئے، اور اُن میں من حیث القوم اپنے خصائص کے تحفُّظ کا حوصلہ نہ رہا تو وہ دوسری تہذیبوں سے متأثر ہونے لگے، اِس زمانے میں مسلمانوں کا مغربی تہذیب سے متأثر ہونا اِس بات کی کافی شہادت ہے۔

اسی اجنبی اثر پذیری کا نتیجہ ہے کہ آج شادی بیاہ کی بہت سی رسمیں جو ہندو معاشرہ میں رائج تھیں، مسلمانوں کے درمیان گھس آئی ہیں، مثلاً جہیز کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ہندو معاشرہ کی لعنت ہے، ہندو مذہب میں چونکہ عورتوں کا میراث میں کوئی حق نہیں ہوتا، اس لیے باپ اپنی بیٹی کو یا بھائی اپنی بہن کو شادی بیاہ کے موقع پر کچھ دے کر اُن کی اَشک شوئی کر لیتا ہے اور چند ٹکوں پر اُن کو راضی کر لیتا ہے، پھر جب یہ لعنت بڑھی تو اتنا بھاری جہیز دینا ضروری ہو گیا کہ وبالِ جان بن گیا۔

اسی طرح ہندو معاشرہ میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، نہ اُس کے حقوق ہیں نہ وہ اپنا کوئی مقام رکھتی ہے، اِس لیے 'تلک' کے نام پر داماد کو رقم دی جاتی ہے تاکہ وہ اِس بلا کو اُٹھائے، مگر مذہبِ اسلام میں جو دینِ رحمت ہے اور تمام انسانوں کے حقوق کا پاسباں ہے، اِس قسم کے خرافات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام نے خاندان کے مردوں کی طرح عورتوں کا بھی میراث میں حصہ مقرر کیا ہے، اور عورت کو ایک قیمتی متاع قرار دیا ہے، اور شوہر پر لازم کیا ہے کہ وہ مہر دے کر اِعزاز کے ساتھ عورت کو لے جائے اور بسائے، اسلام میں داماد کو لالچ دینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

الغرض عورتوں کو میراث نہ دینا اور اس کے بدلے 'جہیز' دینا قطعاً حرام ہے، اور یہ اسلامی احکام میں صریح تحریف ہے، اسی طرح 'تلک' کا رواج عورت کی بے قدری ہے، اور اسلام نے عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا ہے اس کو پامال کرنا ہے، مسلمانوں کو یہ باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں، اور اسلامی تعلیمات کی حفاظت اور اس کو روبہ عمل لانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

اصلاح معاشرہ سلسلۂ اشاعت نمبر: (۲۱)

مال ودولت اور اسلامی ہدایات

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

اُستاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک خوش نما فتنہ

اس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا کہ مال و دولت کی فراوانی اکثر و بیشتر اِنسان کو بغاوت وسرکشی اور بہت سی بُرائیوں اور گناہوں پر اُبھارتی ہے، اور اصل مقصدِ زندگی سے غافل اور لاپروا کردیتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمت کے بارے میں اِس کا بہت زیادہ ڈر اور خطرہ تھا، اِس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو اِس خوشنما فتنہ سے آگاہ فرمایا، تاکہ اُمت اِس کے بُرے اَثرات اور خطرات سے بچنے کی کوشش کرے، اور مال و دولت کی ہوس میں اصل مقصدِ زندگی کو فراموش نہ کرے۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’خدائے پاک کی قسم! مجھے تمہارے بارے میں فقر و ناداری کا اندیشہ نہیں ہے، ہاں! مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دُنیا وسیع کردی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی، پھر تم اِس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جس طرح اُنہوں نے اِس کو بہت زیادہ چاہا تھا، پھر وہ تم کو برباد کردے جس طرح اُن کو برباد کردیا‘‘۔(مشکاۃ المصابیح ص:۴۴۰، کِتَابُ الرّقاق)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ’’ہر اُمت کے لیے کوئی آزمائش رہی ہے، اور میری اُمت کی آزمائش مال ہے‘‘۔(مشکاۃ المصابیح ،ص: ۴۴۲، کِتَابُ الرّقاق)

☑ بلاشبہ یہی اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، جس نے بے شمار بندوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی بغاوت و نافرمانی کے راستے پر ڈال کر اصل سعادت سے محروم کر دیا ہے۔

دولت کے پجاری

دولت کے پجاری وہ ہیں جو دُنیا طلبی اور دولت کی ہوس میں ایسے گرفتار ہیں کہ اَحکامِ خداوندی اور حلال و حرام کا پاس ولحاظ نہیں کرتے، نہ اُس کے حقوق (زکاۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے حق میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بددُعا فرمائی ہے کہ اُن پر خدا کی لعنت ہو، اور اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت سے وہ دور ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”دِینار کا پجاری خدا کی رحمت سے محروم کیا جائے، اور درہم کا پجاری بھی خدا کی رحمت سے دور کیا جائے“۔ (مشکاۃ المصابیح ص:۴۴۱، کِتابُ الرّقاق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا، اور اُس نے مال کی زکاۃ ادا نہیں کی، تو قیامت کے دن وہ مال اُس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا جس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں گے، اور اُس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے (جس سانپ میں یہ دو باتیں ہوتی ہیں وہ انتہائی زہریلا سمجھا تا ہے) پھر وہ ناگ اُس کے گلے میں لپٹ جائے گا، اور اُس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ (سورۂ آل عمران آیت:۱۸۰)

ترجمہ: ”اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں ایسے مال میں جو

اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے اُن کو دیا ہے کہ یہ بات اُن کے لیے کچھ اچھی ہے، بلکہ یہ بات اُن کے لیے بہت بُری ہے، وہ لوگ قیامت کے دن اس مال کا ہار پہنائے جائیں گے جس میں اُنہوں نے بخل کیا ہے''۔(مشکاۃ،ص:۱۵۵،الزّکاۃ)

ناحق کوئی چیز دبالینا

اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَ لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۸۸)

ترجمہ:''آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ''۔

قرآن کریم کی اِس آیت میں حرام اور ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے اور اس کو استعمال کرنے کی ممانعت بڑے جامع انداز میں بیان کی گئی ہے —— اِس سے چوری، ڈاکہ، رشوت خوری، سود، قمار وغیرہ ناجائز ذرائع آمدنی حرام اور ممنوع ہوجاتے ہیں، اِس لیے ہر مسلمان کو ناجائز طریقے پر مال حاصل کرنے سے بچنا چاہیے، جو لوگ اِس ارشادِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اُن کے لیے احادیث میں سخت ترین وعیدیں بیان کی گئیں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے دوسرے کی تھوڑی سی زمین ناحق دبالی تو قیامت کے دن اُس کی وجہ سے اُس شخص کو زمین کے ساتویں طبقہ تک دھنسا دیا جائے گا''۔

(مشکاۃ المصابیح،ص:۲۵۶، کِتَابُ البیوع)

حقوق تلفی معاشرے کے بگاڑ کا بڑا سبب ہے

آج بہت سے مسلمان اپنا حق وصول کرنے کی تو پوری کوشش کرتے ہیں، مگر دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی بالکل پروا نہیں کرتے، کسی سے قرضہ لے کر نہ دینا،

اُدھار مال خرید کر قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا، کاریگروں سے چیزیں بنوا کر اور مزدوروں سے کام لے کر اُجرت اور مزدوری نہ دینا، اور اُن کو چکر کٹوانا، لوگوں کی چیزیں عاریت پر لے کر واپس نہ کرنا، کرایہ وقت پر ادا نہ کرنا، اور موقع ملے تو دوسروں کی چیزیں ہڑپ کر جانا، وسعت کے باوجود ملازمین کو وقت پر تنخواہیں نہ دینا، اُن کو طرح طرح سے ستانا اور پریشان کرنا، وعدہ کر کے مُکر جانا، آج مسلمانوں کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی ہے، اور بہت سے نادان مسلمان اِسی کو کامیابی کی کنجی سمجھتے ہیں، حالانکہ انہی بداَخلاقیوں کی وجہ سے آج مسلمان ناکامیوں سے دوچار ہیں، اور جو لوگ مال دار اور خوش حال نظر آتے ہیں وہ ایسی ایسی مصیبتوں اور بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کوئی تدبیر اور علاج کارگر نہیں، اور کیسے کوئی تدبیر اور علاج کارگر ہو جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ: ''مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے''۔ (مشکاۃ، ص:۲۵۱)

اور ظلم کی ٹہنی کبھی پنپ نہیں سکتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے لوگوں کا مال (قرض) لیا، اور اُس کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جانب سے ادا فرما دیں گے (یعنی ادائیگی کی کوئی صورت پیدا فرما دیں گے) اور جس نے کسی کا مال اِس ارادہ سے لیا کہ اُس کو ہضم کر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تباہ فرما دیں گے''۔ (مشکاۃ المصابیح، ص:۲۵۲، کِتابُ البُیوع)

☑ اس ارشادِ نبوی سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو ایمان دار لوگ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا پورا خیال رکھتے ہیں وہ چاہے کتنے ہی پسماندہ کیوں نہ ہوں، مگر اللہ تعالیٰ اُن کے لیے ترقی کی راہیں ہموار فرماتے ہیں، اور آمدنی کے ذرائع پیدا فرماتے ہیں، لہٰذا مسلمان اگر پسماندگی کو دور کرنا چاہتے ہیں تو دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا پورا خیال رکھیں، ان شاء اللہ دُنیا و

آخرت کی کامیابیاں اور سعادتیں اُن کا استقبال کریں گی، اور ہر طرح کی ترقیوں سے اللہ تعالیٰ نوازیں گے۔

نیز اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ دوسروں کا مال ہضم کر جاتے ہیں اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی پروا نہیں کرتے، وہ چاہے کتنے ہی کامیاب اور خوش حال نظر آئیں، مگر بالآخر دُنیا ہی میں اُن پر تباہی آئے گی۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ظلم اور قطع رحمی سے زیادہ لائق کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والے کو دُنیا میں جلد سزا دیں اُس عذاب کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے“ (یعنی اللہ تعالیٰ اِن دو گناہوں پر دُنیا میں بھی جلد سزا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی سخت عذاب دیں گے) (مشکاۃ المصابیح،ص:۴۲۰)

حُسنِ سلوک سے رزق میں وسعت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت ہوتی ہے

قرآن و حدیث میں صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کی ازحد تاکید کی گئی ہے، اور اِس کے بے حد فضائل و فوائد بیان کیے گئے ہیں، اور قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے اور اُن کے ساتھ بد سلوکی کرنے پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اِس لیے دیگر اہلِ حقوق سے زیادہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا خیال رکھنا چاہیے، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ایسا مبارک عمل ہے کہ اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت اور اِضافہ فرماتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد

فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کے رزق میں وسعت ہو، اور دُنیا میں اُس کا اثر تادیر رہے (یعنی اُس کی عمر دراز ہو اور اُس کے کاموں میں برکت ہو) تو اُس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ کو جوڑے'' (یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرے) (مشکاۃ المصابیح، ص:۴۱۹، کِتَابُ الْآدَابِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے نسبوں میں سے وہ نسب اچھی طرح سیکھ لو جس کی وجہ سے تم اپنے رشتوں کو جوڑ سکو، اس لیے کہ صلہ رحمی خاندان میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں ڈھیل کا سبب ہے''۔ (مشکاۃ، ص:۴۲۰، کِتَابُ الْآدَابِ، بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ)

☑ اس کے برعکس قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا، اور اُن کے ساتھ بدسلوکی کرنا ایسا منحوس عمل ہے کہ اِس کی وجہ سے پورا معاشرہ رحمتِ خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن اَبی اَوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''اُس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔ (مشکاۃ المصابیح، ص:۴۲۰، کِتَابُ الْآدَابِ)

☑ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرتے رہے، اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہر طرح کی ترقیوں سے نوازا، اور دُنیا و آخرت کی کامیابیاں اور سعادتیں بڑھ کر اُن کا قدم چومتی رہیں، اور آج مسلمان دوسروں کے حقوق تلف کر کے، اور رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کر کے ہر طرح کی ترقیوں سے محروم ہو گئے، اور دُنیا و آخرت کی کامیابیوں اور سعادتوں نے اُن سے مُنہ موڑ لیا، اگر مسلمان ترقیوں سے ہم کنار اور کامیابیوں اور عزتوں سے سرفراز ہونا چاہتے ہیں تو دو باتوں کا پورا خیال رکھیں:

۱) دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

۲) اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

ظلم کا بدلہ ضرور لیا جائے گا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَعمال نامے تین ہیں:

ایک اَعمال نامہ وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ بخشش نہیں فرمائیں گے، اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، خود اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ﴾: ''اللہ تعالیٰ شرک کی بخشش نہیں فرمائیں گے''۔ (سورۂ نساء، آیت: ۴۸)

اور دوسرا اَعمال نامہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑیں گے ــــــ اور وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے ــــــ یہاں تک کہ ہر ایک دوسرے سے (ظلم کا) بدلہ لے لے۔

اور تیسرا اَعمال نامہ وہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرتے، اور وہ بندوں کا اللہ کے حقوق میں کوتاہی کرنا ہے، یہ (اعمال نامہ) اللہ کے سپرد ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اُن کو سزا دیں اور اگر چاہیں تو اُن سے درگزر فرمائیں۔ (مشکاۃ المصابیح ص: ۴۳۵)

☑ اس ارشادِ نبوی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کفر وشرک کی بخشش نہیں ہوگی، اور اس پر اللہ تعالیٰ ضرور سزا دیں گے، اسی طرح بندوں نے آپس میں ایک دوسرے پر جو ظلم وزیادتیاں کی ہیں اُن کی بھی بخشش نہیں ہوگی، اور اُن کا بدلہ ضرور لیا جائے گا، لہٰذا دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، اور خدا کے بندوں پر ظلم وزیادتی کرنے سے بچنا چاہیے۔

ظلم کا بدلہ کس طرح لیا جائے گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''

جس کے پاس اپنے بھائی کا کوئی حق ہو؛ یعنی اُس کی آبروریزی کی ہو، یا کوئی اور حق تلفی کی ہو تو اِس کو چاہیے کہ آج ہی وہ اُس سے معاف کروالے، اِس سے پہلے کہ نہ کوئی دِینار ہو گا نہ کوئی دِرہم، اگر اِس کے پاس کوئی نیک عمل ہو گا تو حق تلفی کے بہ قدر اِس سے لیا جائے گا (اور اُس شخص کو دیا جائے گا جس کی اِس نے حق تلفی کی ہے) اور اِس کے پاس اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو اِس کے ساتھی کی بُرائیاں لے کر اُس پر ڈال دی جائیں گی" (پھر اِس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا) (مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۳۵)

مفلس کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہو مفلس (نادار) کون ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم (روپیہ، پیسہ) ہو، نہ ساز وسامان —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکاۃ لے کر حاضر ہو، اور آئے اِس حال میں کہ کسی کو گالی دی ہے، کسی پر تہمت لگائی ہے، کسی کا مال کھا رکھا ہے، کسی کا خون بہایا ہے، اور کسی کو مارا پیٹا ہے، پس اِس کی کچھ نیکیاں اُس کو دے دی جائیں، اور کچھ نیکیاں اُس کو دے دی جائیں اور اگر اِس کی نیکیاں اُن حقوق کی ادائیگی سے پہلے ختم ہو جائیں جو اِس کے ذمہ واجب الاداء تھے تو اہلِ حقوق کی خطائیں لے کر اِس پر ڈال دی جائیں، پھر اِس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے۔ (حوالہ سابقہ)

رشوت خوری کی مذمّت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لعنت بھیجی ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اور رشوت کی دلاّلی

کرنے والے پر‘‘۔(مشکاۃ المصابیح ص:۳۲۶، کِتَابُ الْإِمَارَةِ وَ الْقَضَاءِ)

☑ جس نے دشمنوں کے حق میں بھی دُعا کی ہو، اُس کا کسی شخص پر لعنت بھیجنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، آخرت میں تو اِس لعنت کا اثر ظاہر ہوگا ہی، دُنیا میں بھی وہ لوگ اِس لعنت کی نحوست سے بچ نہیں سکیں گے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی قوم میں زنا اور بدکاری عام نہیں ہوتی مگر اُن پر قحط سالی مسلط کر دی جاتی ہے، اور کسی قوم میں رشوت عام نہیں ہوتی مگر اُن پر دشمن کا رُعب مسلّط کر دیا جاتا ہے۔(مشکاۃ ص: ۳۱۳، کِتَابُ الحدود)

دھوکا دہی کی قباحت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گذرے اور اپنا ہاتھ اُس میں گھسایا تو آپ کی اُنگلیاں تر ہوگئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے غلہ والے! یہ کیا ہے؟ غلہ والے نے جواب دیا: حضور! یہ غلہ بارش میں بھیگ گیا تھا (یعنی میں نے بالقصد نہیں بھگایا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اُس کو دیکھ لیں! پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا: ’’جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے‘‘۔

(جامع الترمذی، ۱/۱۵۷، کِتَابُ الْبُيُوعِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْغِشِّ فِي الْبُيُوعِ)

جس شخص کو سرکار دو عالم، خَاتَمُ النَّبِيِّين، رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِين، شَفِيعُ الْمُذْنِبِين صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اَدنیٰ محبت ہے، اُس کے لیے یہ وعید انتہائی سخت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جماعت سے خارج کر دیا وہ بڑا محروم اور بد بخت ہے۔

مالِ حرام کی نحوست

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی بندہ حرام مال کمائے اور اُس میں سے صدقہ کرے تو اُس کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا، اور اُس میں سے خرچ کرے تو اُس میں برکت نہیں ہوتی اور اُس کو (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑے تو وہ اُس کے لیے جہنم تک پہنچنے کا توشہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتے، بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتے ہیں، اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ گندگی گندگی کو دور نہیں کرتی“۔(مشکاۃ المصابیح ص: ۲۴۲)

☑ حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ حرام مال سے کیا ہوا صدقہ مقبول نہیں اور حرام کمائی میں برکت نہیں ہوتی، اور جو شخص حرام اور ناجائز طریقے سے کمایا ہوا مال مرنے کے بعد وارثوں کے لیے چھوڑتا ہے وہ جہنم میں جائے گا، آخر میں اِس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ حرام مال ناپاک اور گندا ہے، اِس گندے اور ناپاک مال سے گناہوں کی گندگی دور نہیں ہوتی، جس طرح ناپاک اور گندے پانی سے ناپاک کپڑا پاک صاف نہیں ہوتا، لہٰذا گناہوں کی گندگی دور کرنے کے لیے پاک اور حلال کمائی سے صدقہ کرنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی نشو ونما حرام مال سے ہوئی ہو، اور ہر ایسا گوشت جو حرام مال سے پلا بڑھا ہو دوزخ اُس کی زیادہ حق دار ہے“۔(حوالہ سابقہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کو اِس کی پروا نہیں ہوگی کہ اُس کی آمدنی کیسی ہے؟ حلال ہے یا حرام؟!“۔(مشکاۃ المصابیح ص: ۲۴۱، کِتَابُ البیوع)

☑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس زمانے کی اِس حدیث میں پیشین گوئی فرمائی

ہے، بلا شبہ وہ زمانہ آچکا ہے، آج کتنے مسلمان یہ تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اُن کی آمدنی کیسی ہے؟ حلال ہے یا حرام؟ —— حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنا روحِ ایمانی کی موت ہے۔

سود کی وباء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آنے والا ہے کہ ہر شخص سود کھائے گا (کوئی بھی اُس سے محفوظ نہ رہ سکے گا) پس اگر سود نہیں کھائے گا تو اُس کا دھواں اُس کو ضرور پہنچے گا''۔(مشکاۃ المصابیح ص:۲۴۵، کِتَابُ البیوع)

☑ اس ارشادِ نبوی کا مقصد اُمت کو خبر دار کرنا ہے کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ جب سود کی وبا عام ہو جائے گی، اور اُس سے بچنا بہت مشکل ہو جائے گا، اِس وقت بھی لوگوں کو چاہیے کہ سود سے بچنے کا پورا اہتمام کریں، آج لادینی نظام میں یہی صورت حال لوگوں کو درپیش ہے، کاروبار کرنے والے جانتے ہیں کہ سود کی لعنت سے بچنا کس قدر مشکل کام ہے، لہٰذا ہر صاحبِ ایمان کو اِس لعنت سے بچنے کی پوری کرشش کرنی چاہیے۔

سود دینے کا گناہ سود لینے کے برابر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سود کھانے والے پر یعنی لینے والے پر، اور سود کھلانے والے پر یعنی سود دینے والے پر، اور سودی معاملہ لکھنے والے پر، اور سودی معاملہ کے دو گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''وہ سب گناہ میں برابر ہیں''۔(مشکاۃ،ص:۲۴۴،البیوع)

☑ اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سود دینے

میں بھی گناہ ہے جیسے سود لینے میں گناہ ہے، آج کل جو لوگ کاروبار بڑھانے کے لیے یا بغیر کسی شدید مجبوری کے بینک سے لون لیتے ہیں، اور بینک کو سود دیتے ہیں وہ بھی سودخوروں کی طرح سود کے گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔

سود کا انجامِ بد

سود سے کمائی ہوئی دولت میں کبھی برکت نہیں ہوتی، اور دیر سویر اُس پر ضرور تباہی اور بربادی آتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا﴾: ''اللہ جل شانہٗ سود کو مٹاتے ہیں''۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سود اگر چہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اُس کا انجام کمی (تباہی) ہے''۔

(مشکاۃ المصابیح، ص:۲۴۶، کِتَابُ البیوع، بَابُ الرِّبَا)

سودخوروں سے اِعلانِ جنگ

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۷۸/۲۷۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اُس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو، اگر تم اِس پر عمل نہیں کرو گے تو جنگ کا اِعلان سن لو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے''۔

اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اِعلانِ جنگ کی دھمکی سودی لین دین کے سوا زنا، شراب نوشی، خونِ ناحق وغیرہ کسی بھی گناہ کے بارے میں قرآن کریم میں وارد نہیں ہوئی ہے، اِس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ اور اُس کے

رسول کے نزدیک یہ گناہ دوسرے تمام گناہوں سے زیادہ سنگین اور بھاری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سود میں ستر (۷۰) گناہ ہیں، اُن میں سے ادنی اور ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے بدکاری کرنا''۔(مشکاۃ،ص:۲۴۶، کِتَابُ البیوع، بَابُ الرِّبَا)

سود خوری کا عذاب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں شبِ معراج میں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جن کے پیٹ حُجروں اور کمروں کے مانند (بڑے بڑے) تھے، اُن میں سانپ تھے، جو اُن کے پیٹوں کے باہر سے نظر آرہے تھے، میں نے پوچھا: جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود خور ہیں''۔(حوالہ سابقہ)

بدکاروں کی خوش حالی پر رشک نہ کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم کسی بدکار پر کسی نعمت اور خوش حالی کی وجہ سے کبھی رشک نہ کرو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد اُس پر کیسی مصیبتیں آنے والی ہیں! اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کے لیے ایک ایسی ہلاکت خیز آگ ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگی''۔(مشکاۃ،ص:۴۴۷)

☑ مطلب یہ ہے کہ بدکاروں کی خوش حالی وقتی اور عارضی ہے، اُخروی انجام دوزخ کا دائمی عذاب ہے، لہٰذا اُن کی چند روزہ خوش حالی اور راحت پر رشک کرنا حماقت اور نادانی ہے، اُن کی خوش حالی اور راحت بالکل ایسی ہے جیسے پھانسی کے مجرم کو پھانسی دینے سے دو چار دن پہلے ہر قسم کی سہولتیں دی جاتی ہیں، اور اُس کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نیک مقاصد کے لیے دولت حاصل کرنے کی فضیلت

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام کی نظر میں دولت صرف وہی بُری ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل اور بے پروا کرے، اچھی نیت سے اور نیک مقاصد کے لیے حلال ذریعہ سے دولت حاصل کرنے کی کوشش کرنا، نہ صرف یہ کہ جائز اور مباح ہے، بلکہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ قیامت کے دن ایسا شخص جب بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا، تو اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہوگا، جس کے نتیجے میں اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوگا، اور اُس کا حشر انبیائے کرام اور شہدائے عظام کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص دُنیا کی دولت حلال طریقہ سے حاصل کرتا ہے، تاکہ اُس کو دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، اور اپنے اہل وعیال کے لیے روزی مہیا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اِحسان وسلوک کر سکے تو قیامت کے دن اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں اِس شان کے ساتھ حاضر ہوگا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے مانند روشن اور چمکتا ہوگا ——— اور جو شخص دُنیا کی دولت حلال ہی ذریعہ سے اِس مقصد کے لیے حاصل کرتا ہے کہ وہ بہت بڑا مال دار ہو جائے، دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی دکھا سکے، اور لوگوں کی نظروں میں معزّز بننے کے لیے داد ودہش کر سکے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ جلّ شانہٗ اُس پر سخت غضب ناک ہوں گے“۔

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۴۴، کِتَابُ الرّقاق)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سچ بولنے والا امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیائے کرام،

صدیقین اور شہدائے عظام کے ساتھ ہوگا''۔(مشکاۃ،ص:۲۴۳، کِتَابُ الْبُیُوعِ)

☑ اس ارشاد نبوی میں اُن تاجروں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے جو صداقت و امانت کے ساتھ تجارت کرتے ہیں، نیز اِس میں اِس بات کی طرف بھی اِشارہ ہے کہ جو شخص اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہے اُس کو چاہیے کہ صداقت و اَمانت کا پورا خیال رکھے اور خیانت و کذب بیانی سے دور رہے، نہ ناپ تول میں کمی کرے، نہ کسی کو دھوکا دے، نہ گاہک سے عیب چھپائے نہ ملاوٹ کرے، کاش! مسلمان تاجر اِس ارشاد نبوی پر عمل کر کے دُنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کرتے، اور معاشرے کو اونچا اُٹھانے کی فکر کرتے۔

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۲۲

نکاح

شریعت کے مطابق کیجیے اور خرافات سے بچیے !

جناب مولانا ومفتی اشرف عباس صاحب قاسمی دامت برکاتہم

استاذ ادب دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً امابعد! اسلام دین فطرت ہے، اس میں انسان کی جائز ضروریات ،فطری تقاضے اور خواہشات کی تکمیل کے صحیح اور آسان راستے بتائے گئے ہیں، چنانچہ جنسی خواہش بھی انسان کی فطرت میں موجود ہے، اسلام نے اس ضرورت کو پورا کرنے کا جائز طریقہ نکاح کو قرار دیا ہے اور عام ضرورت کے پیش نظر نکاح کو انتہائی آسان اور سہل بنا دیا ہے کہ دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے دو لفظوں کے ذریعے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پیغام دینے اور پیش کش کرنے کو ایجاب کہتے ہیں ،خواہ لڑکے کی طرف سے ہو یا لڑکی طرف سے ،اور دوسرے کی طرف سے منظور کر لینے کو قبول کہا جاتا ہے۔

نکاح کی اہمیت وفضیلت

سماج اور معاشرہ مختلف خاندانوں سے مل کر بنتا ہے اور خاندان کی بنیاد ازدواجی زندگی پر ہے ،اس لیے اسلام نے خاندانی نظام کی بقا اور فحاشی سے پاک مہذب معاشرے کی تشکیل کے لیے نکاح کا نظام قائم کیا ہے، ورنہ جہاں نکاح کے نظام کو نظر انداز کر کے لوگ بے لگام ہو کر خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں، وہاں خاندان کا وجود مٹ جاتا ہے ،نسب برباد ہو جاتا ہے اور نظام زندگی درہم برہم ہو جاتا ہے، نکاح کا مقصد محض جنسی لذت اور مال ودولت کا حصول نہیں ہے؛ بلکہ اسلام نے اس کو عفت و پاک دامنی کا ذریعہ قرار دیا ہے، نکاح کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی نکاح کیے قرآن کریم میں ہے :﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾(سورۂ رعد آیت: ۳۸) ’’اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے‘‘ قرآن وحدیث میں اہل ایمان کو باقاعدہ نکاح کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾(سورۃ النور:۳۲) ’’اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو‘‘ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں

کومخاطب کرتے ہوئے ارشادفرمایا:﴿"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ الصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"﴾ (صحيح البخاري، حديث نمبر: ٥٠٦٦) ''اے نوجوانوں کی جماعت! جوشخص بھی تم میں سے نکاح (اس کے موجبات ولوازمات یعنی مہر اور نان ونفقہ وغیرہ) کی طاقت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہیے؛ کیوں کہ یہ نکاح اجنبی عورت پر نظر پڑنے سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اور شرم گاہ کو بھی محفوظ رکھتا ہے، اور جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو روزہ رکھنا چاہئے کیوں کہ یہ اس کے لیے جوشِ شہوت میں کمی کا ذریعہ ہے''۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہماری سنت نکاح کرنا ہے، تم میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کنوارے ہیں اور گھٹیا ترین موت مرنے والے بھی وہ ہیں جو کنوارے ہیں، شیطان کے پاس نیک آدمیوں کے لیے عورتوں سے زیادہ کارگر ہتھیار کوئی نہیں، ہاں اگر وہ نیک لوگ شادی شدہ ہوں'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۱۵۰)

نکاح کے احکام

مختلف حالات کے اعتبار سے نکاح کے احکام بھی مختلف ہیں، چناں چہ عام حالت میں جسمانی صحت درست ہونے اور مہر ونفقہ کی ادائیگی پر قادر ہونے کی صورت میں نکاح کر لینا سنت مؤکدہ ہے، اگر نکاح نہ کرنے کی وجہ سے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا واجب ہے اور اگر گناہ میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے اور اگر وہ ایسا تنگ دست ہے یا کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہے جس سے ڈر ہے کہ وہ بیوی کا حق نہیں ادا کر سکے گا تو نکاح مکروہ تحریمی ہے اور اگر حق نہ ادا کر پانے کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے۔ (البحر الرائق: ۸۴/۳)

حق مہر

نکاح کی وجہ سے بیوی کا مہر واجب ہو جاتا ہے، اتنا مہر مقرر کیا جائے جو شوہر ادا کر سکے، مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی یا اس کی

قیمت ہے، اگر اس سے کم مثلاً ۷۸۶ روپے پر نکاح ہوا تو بھی دس درہم کی مقدار ادا کرنا ضروری ہے، متوسط طبقے کے لیے مہر فاطمی یعنی ایک کلو پانچ سوتیس گرام، نوسوملی گرام چاندی متعین کرنا مستحب ہے، نکاح کے فوراً بعد مہر ادا کر دینا بہتر ہے، تاخیر مناسب نہیں ہے۔

ولیمہ

شادی کی تقریبات میں ولیمہ ایک ایسا عمل ہے جو مسنون ہے، رسول اکرمؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور خود بھی اپنی شادیوں کا ولیمہ کیا ہے اور اس کا مقصد نعمت زواج پر شکر الٰہی بجالانا ہے، اور اسلام میں شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ کھانا کھلانا بھی ہے، ولیمہ کا مسنون وقت شب زفاف / خلوت صحیحہ کے بعد ہے، تاہم اگر کسی وجہ سے عقد نکاح کے بعد خلوت صحیحہ سے پہلے ولیمہ کر لیا جائے تو ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، نکاح سے پہلے اگر دعوت کی جائے تو اس کو ولیمہ شمار نہیں کیا جائے گا'' ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو جائے اپنے خاص لوگوں کو کھلا دے، دعوت ولیمہ کے لیے جانور ذبح کرنا یا کوئی خاص انتظام کرنا ضروری نہیں ہے، بس شرط یہ ہے کہ خالصاً لوجہ اللہ ہو، اس میں غریبوں کو بھی مدعو کیا جائے، صرف امیروں ہی کو دعوت دینے پر اکتفا نہ کیا جائے، نیز حسب طاقت ہو، اس کے لیے لون یا سودی قرض نہ لیا جائے''۔

(اسلامی شادی، افادات حضرت تھانویؒ، ص:۲۳۶)

مسجد میں نکاح کا انعقاد اور مبارک باد دینا

نکاح کے لیے بہتر مقام مسجد ہے، جہاں مسجد کی برکت بھی حاصل ہوتی ہے اور بہت ساری خرافات سے حفاظت بھی ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے: ﴿أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (ترمذی: ۱۰۸۹) ''یعنی کھلے عام نکاح کرو اور اس کو مسجدوں میں منعقد کرو'' نکاح کے بعد میاں بیوی کو دعا اور مبارک باد دینا سنت ہے، مبارک بادی کے الفاظ ایک حدیث میں اس طرح آئے ہیں: ﴿بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَ جَمَعَ

بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ﴾(سنن ابوداؤد:۲/۲۴۱) ''اللہ تعالیٰ اس نکاح میں برکت دے،تم پر اپنی برکتوں کا نزول فرمائے اور تم دونوں کو بہترین طریقے پر جمع رکھے''

بلاوجہ تنگی کے خوف سے نکاح میں تاخیر مت کیجیے

یہ فتنوں کا دور ہے، گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لیے بلوغ کے بعد بلاوجہ شرعی شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، والدین کو اس سلسلے میں مکمل ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہئے، ورنہ گناہ کا وبال ان پر بھی ہوگا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿فان بَلَغَ وَ لَمْ یُزَوِّ جْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فِاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰی اَبِیْهِ﴾(شعب الایمان ۶/۴۰۱ حدیث نمبر: ۸۶۶۶) ''یعنی اگر بالغ ہونے کے بعد باپ نے بیٹے کا نکاح نہیں کیا اور بیٹا گناہ کر بیٹھا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر بھی ہوگا''

تنگ دستی کے محض وسوسے اور اخراجات میں اضافے کے تصور سے بھی شادی کو مؤخر کرنا غلط ہے، اللہ پاک رزق دینے والے ہیں، اور شادی کی برکات میں سے ہے کہ اس سے رزق میں وسعت اور فراخی کی راہیں کھلتی ہیں، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنْ یَکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾(سورۃ النور:۳۲) ''اگر وہ لوگ (جن کا نکاح ہونا ہے) مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خواتین سے نکاح کرو، اس لیے کہ وہ تمہارے پاس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور) مال لائیں گی'' (ابن ابی شیبہ ۳/۲۱۷)

رسم ورواج اور خلاف شرع کام سے بچیے!

نکاح کو عام انسانی ضرورت ہونے کی وجہ سے شریعت نے انتہائی آسان کر دیا ہے اور لہو ولعب اور فضول اخراجات سے بچتے ہوئے سادگی کے ساتھ منعقد کرنے کا حکم دیا ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَةً أَیْسَرُهُ مُؤْنَةً﴾

(مسند احمد: ۲۴۵۲۵) ''سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو'' لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے غلط رسم ورواج اور فضول خرچی کی وجہ سے نکاح جیسی آسان اور اہم عبادت کو انتہائی مشکل بنا دیا ہے، اور اس ایک سنت کی ادائیگی کے لیے نہ جانے کتنے محرمات ومنکرات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، اس لیے ہم سب کو خرافات سے پاک صحیح اور مسنون طریقے پر نکاح کا ماحول بنانے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

مروجہ جہیز کی لعنت

رخصتی کے موقع پر دولہن کو اس کے والد یا دیگر رشتہ دار، لڑکے والے کی طرف سے مطالبے یا سماجی جبر کے بغیر اپنی مرضی اور خوشی سے صلہ رحمی یا حسن سلوک کی نیت سے بہ طور تحفہ کچھ دینا چاہیں تو یقیناً اس کی گنجائش ہے، بلکہ مستحسن ہے اور اس پورے مال کی مالک دولہن ہوگی، لیکن باقاعدہ جہیز کی لالچ میں شادی کرنا یا اس کا مطالبہ کرنا اور خود باپ کا بھی زبردستی اور محض برادری اور سماج کے خوف سے نام ونمود کی خاطر اپنی حیثیت سے زیادہ قرض لے کر سامان جہیز کا انتظام کرنا ناجائز اور گھناؤنا عمل ہے، شریعت نے نکاح اور اس کے بعد کی تمام مالی ذمہ داری مرد پا عائد کی ہے، عورت پر نہیں، اس لیے مرد کے لیے گاڑی یا خاص مال کا مطالبہ کرنا خواہ صراحۃً ہو یا اشارۃً، بہ راہ راست ہو یا بالواسطہ، خلاف شریعت اور حرام ہونے کے ساتھ مرد کی غیرت وشرافت کے بھی خلاف ہے، جہیز اور تلک جیسے غیر شرعی اور ہندوانہ رواج کی وجہ سے کتنی ہی غریب ونادار لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہو پا رہی ہیں، لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو جو کہ ایک نعمت ہے؛ بوجھ سمجھنے لگے ہیں، کتنی ہی لڑکیاں جہیز کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے شادی سے پہلے اور کتنی ہی شادی کے بعد سسرال والوں کی طرف سے کم جہیز لانے کے طعنے برداشت نہ کر پانے کے سبب خودکشی کر لیتی ہیں، اور بعض مرتبہ لڑکی کی شادی میں زیادہ خرچ کی وجہ سے یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ اب اسے میراث سے حصہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، حالاں کہ میراث اس کا واجبی حق ہے اس سے وہ ختم نہیں ہوتا ہے۔

معاشرے کے اس ناسور کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کے ہر طبقے کو آگے آنا چاہیے، اور ہمارے نوجوانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسی شادی جو محض مال وجاہ کے حصول کے لیے ہوتی ہے وہ خانہ آبادی نہیں بلکہ خانہ بربادی کا ذریعہ بنتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص کسی عورت سے محض اس کی دنیوی عزت وشہرت کی وجہ سے شادی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اور اضافہ کردے گا، اور جو شخص کسی عورت سے محض اس کے مال ودولت کی وجہ سے شادی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر اور محتاجی کو مزید بڑھا دے گا، اور جو شخص کسی عورت سے محض اس کی خاندانی برتری کی وجہ سے شادی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اور بے حیثیت کردے گا، لیکن جو شخص اس نیت سے کسی عورت سے نکاح کرے کہ اس کی نگاہیں نیچی رہیں، یا شرم گاہ محفوظ رہے یا وہ صلہ رحمی کر سکے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک دوسرے کے لیے خیر وبرکت کا ذریعہ بنادے گا'' (معجم اوسط طبرانی ۱۷۸/۳)

منگنی کی رسم

منگنی یعنی نکاح کا پیغام دینا اور وعدہ ومعاہدہ کرلینا اچھی بات ہے، خود رسول اکرمؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تھا، لیکن منگنی کے نام پر جو خرافات درآئی ہیں، شریعت میں ان کی اجازت نہیں ہے، مثلاً لڑکی کا تنہائی میں لڑکے کے پاس کچھ لے کر جانا، لڑکے لڑکی کا ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنانا، کیوں کہ ابھی تک دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں، نیز اس موقع پر بڑی تقریب منعقد کرکے کھلے عام ویڈیو گرافی اور ناچنے گانے سے اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے۔

بارات کی شرعی حیثیت

بارات کی شرعاً کوئی اصل نہیں، اور نہ سنت سے اس کا ثبوت ہے، آج کل بارات کے نام پر ایک بڑی تعداد دلہن کے گھر جاتی ہے اور تعداد کی کمی ذلت ورسوائی سمجھی جاتی

ہے، یہ طریقہ شرعاً قابل مذمت اور ناپسندیدہ ہے، نام ونمود اور اسراف سے بچتے ہوئے چند لوگ لڑکے کے ساتھ چلے جائیں اور نکاح میں شریک ہوجائیں، اور پھر لڑکی کو رخصت کراکے ساتھ میں سب لوگ آجائیں تو اس میں مضائقہ نہیں، لڑکے والوں کو بارات کی مروجہ شکل پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، جو بارات مروجہ رسومات پر مشتمل ہو اس میں شرکت نہ کرنی چاہیے، لڑکی والے اگر مجبوری میں بارات والوں کے لیے کھانے پینے کا نظم کریں تو ان کے لیے گناہ نہیں۔ (آنلائن فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جواب نمبر ۱۵۷۴۶۲)

ویڈیوگرافی اور دوسرے غیر شرعی احکام

ان کے علاوہ بھی دسیوں رسمیں الگ الگ علاقوں میں نکاح کے موقع پر مسلم سماج میں رائج ہیں، مثلاً مانجھا، تیل مہندی، سہرابندی، جوتا چھپائی، دودھ پلائی، گودبھرائی اور آتش بازی وغیرہ، ظاہر ہے یہ سب غیر شرعی اور خالص ہندوانہ رسوم ہیں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جب کہ شادی کی تقریبات میں بے پردگی اور ویڈیوگرافی کی وبا تو تقریباً ہر جگہ عام ہوچکی ہے، جو کہ اللہ اور رسول کو ناراض کرنے اور آخرت کو تباہ کرنے والا خطرناک عمل ہے جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

آخری گزارش

نکاح ایک مبارک عمل ہے اس کو سادگی کے ساتھ سنت کے مطابق انجام دیجیے۔
یادرکھیے! نکاح محض برادری کی روایت اور سماجی عمل نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک عبادت اور شرعی حکم ہے، اور ہم سب شریعت کے پابند اور اس کے غلام ہیں، اس لیے آئیے سابقہ غلطیوں سے توبہ کریں اور عہد کریں کہ آئندہ ہمارے یہاں کوئی شادی رسم ورواج کے مطابق نہیں بلکہ شریعت اور سنت کے مطابق ہوگی، ہم سب مل کر اپنے سماج کو جہیز، تلک اور غلط رسوم وخرافات سے پاک کرکے شادی کے عمل کو آسان بنائیں گے، اور اپنے خالق ومالک کو راضی رکھنے کی کوشش کریں گے، اللہ پاک ہم سب کو شریعت پر استقامت عطا کریں۔ آمین

اصلاح معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر ۲۳

اولاد کی تربیت کے رہنما اصول

(حضرت مولانا) شوکت علی قاسمی بستوی (صاحب)

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند و ناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دارالعلوم دیوبند

نحمدهٗ ونُصَلِّی علی رسوله الکریم أمابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ﴾ الآیة. (التحریم:۶)

وقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”مانحل والدٌ وَلَدَہ من نَحُلٍ أفضلَ من أدبٍ حَسنٍ“. (جامع ترمذی: ۱۹۵۲)

ہمارا معاشرہ دن بدن انحطاط اور زوال کا شکار ہے، اسلامی قدریں مٹ رہی ہیں، خاندانی روایات دم توڑ رہی ہے، گھروں میں فسق وفجور، بے حیائی وبے غیرتی عام ہے، والدین اور بڑوں کا احترام اٹھ رہا ہے، صوم وصلات کی پابندی میں کمی آرہی ہے، مسلم بچے اور بچیاں مغربی تہذیب اور غیر دینی عادات واطوار کے دل دادہ ہورہے ہیں، بداخلاقی، عریانیت، بے پردگی عروج پر ہے، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور اسمارٹ موبائل نے حیاء وشرم کا جنازہ نکال دیا ہے، اسلامی معاشرت، دینی تشخص کو باقی رکھنے پر کوئی توجہ نہیں ہے، غیبت، چغلی، حرام خوری، بدکرداری، شراب نوشی سودخوری، جواوسٹہ کی لت بڑھتی جارہی ہے۔

اس کے جہاں بہت سے اسباب ہیں اُن میں ایک اہم اور بنیادی سبب والدین کی اولاد کی طرف سے بے توجہی اور لاپرواہی ہے، ان کو اپنے اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی کوئی فکر نہیں، ساری توجہ اس بات پر ہے کہ ہمارے لڑکے، لڑکیاں دنیاوی تعلیم میں آگے بڑھیں؛ تاکہ دنیا میں ترقی کریں اور عیش وآرام میں زندگی گذاریں۔

اولاد کی دینی تعلیم وتربیت، معاشرے کی اصلاح اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتی ہے، اولاد کی تربیت میں اولین ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے، بچے گھریلو ماحول اور مسلم معاشرے سے بھی بہت متاثر ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ہے:

”ہر بچہ دین فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنادیتے ہیں یا عیسائی بنادیتے ہیں یا مجوسی (آتش پرست) بنادیتے ہیں“۔ (متفق علیہ)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر بچہ کو دین فطرت پر پیدا کرتا ہے، لیکن ماں باپ اسے جیسی تربیت دے، بچہ اسی مذہب کا ہوجاتا ہے۔

اس مختصر رسالے میں بچوں کی اسلامی تربیت کی اہمیت اوراس کے رہ نما اصول اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے مفیداور نافع بنائے۔آمین

اولاد اللہ کا بڑا انعام ہے

اولاد، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے،اس لیے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی قدر کرنی چاہیے، اس پراللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے اوراولاد کی تربیت کی ذمہ داری ماں باپ کو بخوبی نبھانی چاہیے؛ تاکہ اولاد کے دینی اور دنیاوی فائدے حاصل ہوں، اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے، خاندان کا نام روشن کرے،اوراسلام کی خدمت کرسکے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اولاد زندگی میں بھی سب سے بڑھ کر خدمت گزار، مددگار،فرمان برداراور خیرخواہ ہوتے ہیں،مرنے کے بعدان کے لیے دعا(ایصال ثواب) کرتے ہیں اورآگے نسل چلی تو مدتوں تک ان کے راستہ پر چلنے والے بھی رہتے ہیں اور برابر ماں باں باپ کوثواب ملتا رہتا ہے۔

اسی طرح جو بچے مرگئے وہ قیامت میں بخشوائیں گے، جو بالغ ہوکر نیک ہوئے وہ بھی اپنے والدین کی سفارش کریں گےاورسب سے بڑی بات یہ کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے،جس سے دنیامیں بھی قوت بڑھتی ہےاورقیامت میں ہمارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوکرفخر فرمائیں گے۔''

(حیات المسلمین،ص:۱۵۱)

نیز اولاد ماں باپ کی خوبیوں کی امین، ان کے خوابوں کی تعبیر، درازی نسل کی بنیاد، ان کی آنکھوں کا نوراوردل کا سرور ہوتی ہیں، یہ ساری خوبیاں اور محاسن اولاد میں اچھی تربیت سے پیدا ہوتے ہیں،اچھی تربیت سے ہی اولاد دنیا میں بھی سرخ رو رہتی ہے اور وہ آخرت میں جہنم کے آگ سے بچ سکتی ہے،ارشادربانی ہے:

﴿یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾. (التحریم:٦)

ترجمہ: اے ایمان والوتم اپنے آپ کواوراپنے گھر والوں کو(دوزخ کی) آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنے کو بچانا، اطاعت کرنا، اور گھر والوں کو بچانا، ان کو احکام الٰہیہ سکھلانا اور ان پر عمل کرانے کے لیے زبان سے ہاتھ سے بہ قدر امکان کوشش کرنا''۔ (بیان القرآن، جلد:۲۔سورۂ تحریم)

علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت علیؓ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ: ''اپنے آپ اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ''۔ یعنی: ''ان کو ادب سکھاؤ، ان کو تعلیم دو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''تم اللہ کی اطاعت کے کام کرو اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے رہو اور اپنے اہل وعیال کو ذکر کی تعلیم دو تو اللہ تعالیٰ تم کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

حضرت ضحاکؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل قرابت اور رشتہ داروں، باندیوں اور غلاموں (اور خدام اور نوکروں) کو فرائض وواجباب اور محرمات ومنکرات کی تعلیم دیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد رابع۔سورۂ تحریم)

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! ہم اپنے آپ کو تو آگ سے بچانا جانتے ہیں کہ (شریعت کے احکام پر پابندی سے عمل کیا جائے اور معاصی سے اجتناب برتا جائے) لیکن اپنے اہل کو بچانے کا کیا مطلب ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ان کو ان تمام گناہوں سے روکو جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور جن نیکیوں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم ان نیکیوں پر عمل کی ان کو تاکید کرو۔ (تفسیر قرطبی، سورۂ تحریم)

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

''جو شخص کسی نیک کام کی کسی کو رہ نمائی کرے تو اس کو وہی ثواب ملے گا جو اس نیک کام کرنے والے کو ملتا ہے، اور عمل کرنے والوں کا ثواب کچھ کم نہیں ہو جاتا، اسی طرح جو کسی گم راہی کی دعوت دے تو اس کی بات پر عمل کرنے والوں کو جو گناہ ہوتا ہے وہی گناہ بتانے والے کو بھی ہوتا ہے''۔

اولاد کے بارے میں والدین سے باز پرس ہوگی

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے دن والد سے اولاد کے بارے میں سوال کرے گا، اس سے پہلے کہ اولاد سے والد کے بارے میں پوچھا جائے؛ کیوں کہ جس طرح بیٹے پر ماں باپ کا حق ہے،

اسی طرح ماں باپ پر بھی اولاد کا حق ہوتا ہے"۔ (منہج التربیۃ النبویۃ للطفل)

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بیٹے کی شکایت لے کر آئے کہ ان کا بیٹا ان کی حق تلفی اور نافرمانی کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹے کو بلوایا اور اس سے باز پرس کی تو بیٹے نے کہا: امیر المومنین! کیا اولاد کا باپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ لڑکے نے دریافت کیا اولاد کا باپ پر کیا حق ہے؟ حضرت امیر المومنینؓ فرمایا: لڑکے کا حق باپ پر یہ ہے کہ باپ اپنی نکاح کے لیے نیک صالح خاتون کا انتخاب کرے، بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے قرآن کریم کی تعلیم دے، لڑکے نے کہا: امیر المومنین! میرے باپ نے ان میں سے کوئی بھی حق ادا نہیں کیا، میری ماں ایک سیاہ فام عورت ہے جو ایک آتش پرست کی باندی ہے، جب میں پیدا ہوا تو میرا نام "جُعل" یعنی "سیاہ کیڑا یا سیاہ فام، بدصورت اور جھگڑالو آدمی" رکھا اور قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں پڑھایا، حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنے لڑکے کی نافرمانی کی شکایت کرنے تو آ گئے، جب کہ پہلے خود تم نے اس کی حق تلفی کی ہے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ کیا ہے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام، ج:۱ص:۱۲۸)

تربیت کے رہنما اصول

اولاد کے لیے نیک ماں کا انتخاب

پہلا اصول یہ ہے کہ اولاد کی اچھی نشو ونما اور تربیت کے لیے ضروری ہے کہ بچے کے لیے صالح ماں کا انتخاب کیا جائے۔ المیہ یہ ہے کہ آج کل زیادہ تر شادی کے لیے بڑے بڑے جہیز کو بنیاد بنایا جاتا ہے، دین داری، شرافت اور دینی تعلیم پر توجہ نہیں دی جاتی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنا پر کیا جاتا ہے، عورت کی مال داری، یا خاندانی وجاہت، اس کے حسن و جمال اور دین داری کی بنیاد پر، تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کام یابی حاصل کرو۔ (متفق علیہ)

معلوم ہوا کہ کامیابی کا دار و مدار دین دار عورت سے نکاح کرنے میں ہیں، دین داری کے ساتھ وہ مال دار بھی ہے تو بہت خوب اور دین داری کے ساتھ باوجاہت یا حسن و جمال کا پیکر بھی ہے تو زہے نصیب؛ لیکن وجہ ترجیح دین داری ہی ہونی چاہیے۔

ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ

تعلیم وتربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے، پیدائش سے لے کر چار پانچ سال تک بچے کی ساری چلت پھرت گھر کی چہار دیواری تک محدود رہتی ہے، گھر کے افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ بہت ہی دور رس اور اہم ہوتا ہے، یہیں سے وہ اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا غرض سب کچھ سیکھتا ہے، یہیں اُسے وہ حقیقی محبت، شفقت وہمدردی اور تعاون وآسائش نصیب ہوتی ہے جو اس کی پرورش اور تربیت کے لیے بہت ضروری ہے، ماں باپ، بھائی بہن اور دادا، دادی اور دوسرے اعزہ واقارب مختلف حیثیتوں سے اس کے معلم کا کام انجام دیتے ہیں، اُن کے عادات واطوار، حرکات وسکنات کی تقلید کر کے بچہ اپنے کو مختلف اوصاف سے متصف کرتا ہے، بچوں کے سادہ ذہن ودماغ پر گھریلو زندگی کے جو گہرے نقوش ثبت ہوجاتے ہیں وہ زندگی بھر نہیں مٹتے۔ (فن تعلیم وتربیت، ص:۴۱)

گھر کے افراد میں ماں کا کردار تعلیم وتربیت اور پرورش کے حوالہ سے بڑا اہم ہوتا ہے، اگر ماں دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ اور اخلاق وکردار کی حامل ہے تو بچے بھی اخلاق حسنہ کا پیکر اور تعلیم وتربیت سے مزین ہوں گے، عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

الأمُّ مدرسةٌ اذا أعـدتَها　　　أعدتَ شَعبًا طَيِّبَ الأعراقِ

ترجمہ: ماں مدرسے کے مانند ہوتی ہے، جب آپ ماں کی اچھی تربیت کر کے اس کو تیار کردیں تو آپ اچھی خصوصیات کی حامل پوری ایک نسل تیار کردیں گے۔ (حافظ ابراہیم)

لیکن اگر ماں ناکارہ اور غیر تربیت یافتہ ہے اور دین اور تعلیمات دین سے نابلد ہے تو اس کا حال وہی ہوگا جو شاعر نے کہا ہے

جس سے آنچل بھی نہیں سرکا سنبھالا جاتا
اس سے کیا خاک ترے گھر کی حفاظت ہوگی

بچوں کے حقوق ادا کیئے جائیں

دوسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ بچوں کے حقوق ادا کیئے جائیں۔

پہلا حق، بچے کے کان میں اذان واقامت

نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی جائے۔

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنے نواسے) حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ان کی ولادت ہوئی۔ (ترمذی وابوداؤد)

یہاں صرف اذان کا ذکر ہے، دوسری روایتوں میں دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنے کا تذکرہ ہے، اس کی وجہ سے بچہ ''اُمّ الصِّبیان'' بیماری کی ضرر سے محفوظ رہے گا، نیز اس کے کانوں کے ذریعہ اس کے دل و دماغ کو توحید، ایمان اور نماز کی دعوت و پکار سے آشنا کریں، تاکہ یہ بتادیا جائے کہ اذان و اقامت پڑھ دی گئی ہے، نماز جنازہ مرنے کے بعد ہوگی، گویا کہ زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے۔ (معارف الحدیث، ج:٦رص:٢٠۔١٩)

اذان و اقامت کا عمل گھر کا کوئی بھی فرد کرسکتا ہے؛ لیکن کسی نیک آدمی سے کرانا بہتر ہے۔

دوسرا حق، تحنیک

حضرات صحابہ کرام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عقیدت و محبت تھی، چناں چہ نومولود بچے آپ کی خدمت میں لائے جاتے؛ تاکہ آپ ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائیں اور کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر بچے کے تالو پر مل دیں اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیں جو خیر و برکت کا باعث ہو، اسے ''تحنیک'' کہتے ہیں، اور یہ سنت ہے، بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی نیک صالح آدمی کے پاس بچے کو لے جانا چاہیے؛ تاکہ وہ خیر و برکت کی دعا اور تحنیک فرمادیں۔ (معارف الحدیث، ج:٦رص:٢٠)

تیسرا حق، عقیقہ

بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں دن، پیدائش کی خوشی میں بطور شکرانہ عقیقہ کرنا سنت ہے، اگر ساتویں دن نہ ہوپائے تو چودھویں دن یا پھر بعد میں لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا ذبح کیا جائے، لڑکے کے لیے دو بکرے وسعت ہونے پر ہیں ورنہ ایک بکرا بھی کافی ہے۔

اس موقع پر دو کام اور ہوتے ہیں، وہ یہ کہ لڑکا ہو یا لڑکی سر مونڈ کر سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی جائے، اور بال زمین میں دبا دئے جائیں اور بچے کا اچھا نام بھی رکھا جائے، نام پیدائش کے دن بھی رکھا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر پہلے نہیں رکھا گیا ہے تو ساتویں دن رکھ دیا جائے۔

(معارف الحدیث، جلد ششم)

چوتھا حق، اچھا نام رکھا جائے

نومولود بچے کا ایک حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھا جائے، حدیث میں ہے:
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے اچھا ادب سکھائے۔ (مشکات شریف، ص:۲۷۱)
آج کل نئے نئے نام رکھنے کا شوق ہوتا ہے، چاہتے ہیں کہ ایسا نام رکھا جائے، جو کسی کا نہ ہو، اور اس شوق میں الٹے سیدھے نام رکھ لیتے ہیں، بسا اوقات نام ور روساء، دنیا دار، فلمی ہیرو اور ہیروئنوں، کرکٹ کے کھلاڑیوں کے ناموں پر نام رکھ لیتے ہیں، انبیاء علیہم السلام، صحابہ، صحابیات اور نیک بندوں اور بندیوں کے ناموں میں جو برکت ہے وہ نئے نئے ناموں میں کہاں، نام کا بھی اثر ہوتا ہے؛ اس لیے کسی عالم اور بزرگ سے نام معلوم کرکے نام رکھا جائے، ان شاء اللہ اولاد نیک ہوگی، دین دار ہوگی، خراب اور ناپسندیدہ نام نہ رکھیں، اور اگر رکھ لیا ہے تو اس کو تبدیل کردیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بچوں کے نام تبدیل بھی فرمائے ہیں۔

پانچواں حق، بچے کا ختنہ کیا جائے

ختنہ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، رسول اکرم ﷺ نے ختنے کا تاکیدی حکم دیا ہے، بہت سے علماء نے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب بتایا ہے، اس کا بہترین وقت پیدائش کا پہلا ہفتہ ہے، ورنہ دس سال سے پہلے تو ضرور ختنہ کرا دینا چاہیے۔

اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے

اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے، اس کو بار نہ سمجھا جائے، اولاد کی ضروریات کا بندوبست کیا جائے، اولاد کی تربیت میں بڑا ثواب ہے، خاص طور پر بچیوں کی پرورش اور تربیت میں زیادہ ثواب ہے، اس لیے لڑکیوں کے ساتھ بطور خاص حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، انھیں باعث خیر وبرکت سمجھا جائے، انھیں احساس کمتری میں مبتلا نہ کیا جائے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے کوئی ایذاء پہونچائے نہ اس کی توہین اور ناقدری کرے اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دے (یعنی لڑکیوں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہے

جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔

(رواہ احمد، معارف الحدیث، ج:۶ رص:۳۵)

اولاد ماں باپ کے پاس اللہ کی بڑی نعمت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی امانت بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں بے پناہ محبت بھی ڈال دی ہے، جس سے اولاد کی پرورش میں پیش آنے والی تکالیف میں اسے مزہ آتا ہے، تربیت کے مراحل میں پہلا مرحلہ عہد طفولیت کا ہے، جو پیدائش سے پانچ سال تک ہے، ان پانچ سالوں میں ماں بچے کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے، اور بچے کا گھر ساری چلت پھرت کا مرکز ہوتا ہے، ماں باپ، گھر کے دیگر افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ نہایت دور رس اور اہم ہوتا ہے، یہیں وہ اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا اور بات چیت کرنا وغیرہ سیکھتا ہے، بچوں کے سادہ دماغ پر گھریلو زندگی کے جو اثرات اور نقوش ثبت ہوجاتے ہیں وہ زندگی بھر نہیں مٹتے، اس مرحلہ میں ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے میں جسمانی تربیت، صحت وصفائی کی دیکھ بھال رکھیں، کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا مناسب بندوبست کریں، جسم اورلباس کی صفائی، پابندی سے نہانے دھونے، کپڑے دھونے، ناخن اور بال ترشوانے وغیرہ کا اہتمام کریں، بچے کو کھیل کود کا موقع دیں، حفظان صحت کا خیال رکھیں، شفقت ومحبت سے تربیت کریں، رفتہ رفتہ پسندیدہ عادات واطوار اور معمولات کا پابند بنائیں، گھریلو زندگی کو پاکیزہ بنائیں، ہم جولیوں کے ساتھ کھیل کود کے مواقع دیں۔ (فن تعلیم وتربیت)

تربیت میں کن امور کا خیال رکھا جائے؟

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بچوں کی تربیت، اہم امور اور اولین ذمہ داریوں میں سے ہے، بچہ والدین کے پاس امانت ہوتا ہے، اس کا پاکیزہ دل قیمتی موتی کی طرح ہوتا ہے جو ہر نقش ونگار سے خالی ہوتا ہے، اس پر آپ جو چاہیں نقش کرسکتے ہیں، اور جس طرف چاہیں اسے پھیر سکتے ہیں، چناں چہ اگر اسے خیر کی عادت ڈالی گئی اور اس کی تعلیم دی جائے تو وہ خیر کے ساتھ پروان چڑھتا ہے اور دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے، اس کی تعلیم وتربیت کے ثواب میں والدین اور معلم ومربی شریک ہوتے ہیں، اور اگر اسے شر کا عادی بنایا گیا اور چوپایوں کی طرح اسے مہمل چھوڑ دیا گیا تو اس اس کا گناہ اس کے نگراں اور ذمہ دار کی گردن پر ہوتا ہے''۔

اولاد کی تربیت اور تادیب ضروری ہے کہ بچہ جوں جوں سمجھ دار اور بڑا ہوجاتا ہے دائیں ہاتھ

سے کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے اور کھانا اپنے سامنے سے کھائے، دوسروں سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، کھانے میں جلدی نہ کرے؛ بلکہ اچھی طرح چبا کر کھائے، کھانے والوں کو نظر جما کر نہ دیکھے، لقمہ جلدی جلدی نہ لے، اپنے ہاتھ اور کپڑوں کو آلودہ نہ کرے، زیادہ کھانے کی اس کے سامنے قباحت بیان کرے، اور بتائے کہ یہ جانوروں کا طریقہ ہے، کھانے میں ایثار کی تعلیم دے اور قناعت سکھائے، لڑکے کو سفید رنگ کے کپڑے پہنائے، اس کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے، تہذیب اور آداب سکھائے، برے ساتھیوں سے بچے کو دور رکھا جائے جو زیادہ ناز ونعمت والے ہوں، عمدہ لباس اور تعیش کے عادی ہوں، آزاد چھوڑ دینے سے بچہ برے اخلاق کا عادی ہوجاتا ہے، جھوٹ، حسد، چوری، چغل خوری، فریب وغیرہ برے خیالات کا دل دادہ ہوجاتا ہے، ضروری ہے کہ بچے کو مجلس کے آداب سکھائے اور بتائے جائیں کہ مجلس میں نہ تھوکے، ناک صاف نہ کرے، دوسرے کے سامنے جمائی نہ لے، دوسرے کی طرف پشت نہ کرے، ایک پیر دوسرے پیر پر رکھ کر نہ بیٹھے، زیادہ بولنا بدتہذیبی ہے، بات بات پر قسم نہ کھائے، دوسرے کی بات غور سے سنے، لغو بات، فحش کلامی، گالم گلوچ، لعن طعن سے بچے، مکتب یا اسکول سے واپس آنے کے بعد اس کو کھیلنے کی بھی اجازت دی جائے، نہ کھیلنے اور مسلسل پڑھنے سے بچہ اکتا جاتا ہے، اس کی جسمانی اور دماغی صحت پر اثر پڑتا ہے، ذکاوت متاثر ہوتی ہے اور زندگی بے کیف ہوجاتی ہے، اساتذہ، معلمین اور بڑوں کے ادب واحترام کی بچوں کو تعلیم دی جائے، اچھے اخلاق سکھائے جائیں، بری باتوں پر نرمی اور شفقت کے ساتھ نکیر کی جائے، سامنے بچے کی ہمت افزائی کی جائے، شکایت نہ کی جائے۔ (احیاء العلوم، ج:۳)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہوجاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی؛ اس لیے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے:

نیک بخت، دین دار عورت کا دودھ پلاویں، دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ عورت کی عادت ہے کہ وہ بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں، کہیں اور ڈراؤنی چیزوں سے، سو یہ بری بات ہے، اس سے بچے کا دل کم زور ہوجاتا ہے۔ اس کے دودھ پلانے کے لیے اور کھانا کھلانے کے لیے وقت مقرر رکھو کہ وہ تن درست رہے۔ اس کو صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے۔ اس کا بہت بناؤ سنگھار مت کرو۔ اگر لڑکا ہو تو اس کے سر پر بال مت بڑھاؤ۔ اگر لڑکی ہے تو اس کو جب تک

پردے میں بیٹھنے کے لائق نہ ہوجائے زیور مت پہناؤ، اس سے ایک تو اس کی جان کا خطرہ ہے، دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں ۔ بچوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کھانا، کپڑا، پیسہ اور ایسی چیزیں دلوایا کرو، اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں ان کے بھائی بہنوں کو یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو؛ تاکہ ان کو سخاوت کی عادت ہو۔ اس کی سب ضدیں پوری نہ کرو کہ اس سے مزاج بگڑتا ہے۔ چلّا کر بولنے سے روکو، خاص کر اگر لڑکی ہو چلّانے پر خوب ڈانٹو، ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جائے گی۔ جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے اور کپڑے کے عادی ہیں ان کے پاس بیٹھنے سے، ان کے ساتھ کھیلنے سے ان کو بچاؤ۔ ان باتوں سے بچے کو نفرت دلاتی رہو، غصہ، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا، یا حرص کرنا، چغلی کھانا، اپنی بات کی پچ کرنا، خواہ مخواہ اس کو بنانا، بے فائدہ باتیں کرنا، بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ دینا، بھلی بری بات نہ سوچنا، اور جب ان باتوں میں سے کوئی ہو جاوے فوراً اس کو روکو، اس پر تنبیہ کرو۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: بہشتی زیور حصہ چہارم، ص: ۱۹۵-۱۹۶)

لڑکیوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے

حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ تحریر فرماتی ہیں کہ:

لڑکیوں کے پردے کا بہت لحاظ ضروری ہے، جس وقت سے ان کو سمجھ آئے ہم عمر لڑکوں سے ان کو علاحدہ رکھو، ان سے بات کرنے کا موقع نہ دو، بلکہ لڑکیوں کے پاس بھی تنہا نہ رہنے دو، اپنے ساتھ بھی ہر جگہ لے جانا مناسب نہیں، اگر چہ چچا اور ماموں کا گھر ہی کیوں نہ ہو، بچیوں کے پردے کا خاص خیال رکھو، ہر بری بات میں روک ٹوک کرتی رہو، ان میں کسی قسم کی آزادی پیدا نہ ہو سکے، کپڑے اور زیور اپنی خوشی کے مطابق پہناؤ، ان کی رائے پر نہ چھوڑو، بے جا کتابیں پڑھنے نہ دو، نماز پڑھنے اور قرآن وحدیث پڑھنے کی تاکید کرو، ادب ولحاظ سکھاؤ، زیادہ باتیں کرنے سے روکو، بچیاں کم سخن اور شرمیلی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ (حسن معاشرت: ٦٠)

شفقت اور نرمی سے تربیت کریں

تربیت میں نرمی اور ملاطفت کا خیال رکھیں، سخت لب ولہجہ میں بچے سے بات نہ کریں، بلکہ محبت اور شفقت پیش نظر رہے، بہت زیادہ ڈانٹ ڈپٹ سے بچہ ضدی ہو جاتا ہے۔

میاں بیوی آپسی نزاع سے بچیں

ضروری ہے کہ گھر کا ماحول خوش گوار رہے، گھر کے افراد خصوصاً میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ونااتفاقی نہ ہو پائے، دونوں اولاد کے سامنے پرسکون رہیں اوراچھے تعلقات رکھیں، باہمی نزاع اور روز روز کے جھگڑے سے بچیں، کہ اس کے نہایت برے اور منفی اثرات بچوں پر پڑتے ہیں۔

والدین بچوں کے لیے نمونہ بنیں

ماں باپ بچے کے لیے بہترین نمونہ ہونے چاہئیں، اگر آپ بچے سے کہیں کہ جھوٹ مت بولنا اور بچہ کے سامنے ماں باپ یا گھر کا کوئی فرد جھوٹ بولے، یہ سخت برا ہے، مثلاً دروازے پر کوئی مہمان آیا، دستک دی، آپ گھر میں ہیں، لیکن اس وقت ملاقات نہیں کرنا چاہتے تو اگر آپ بچے سے کہہ دیتے ہیں کہ بیٹے جاؤ کہہ دو ابو گھر میں نہیں ہیں تو بچہ باہر آتا ہے اور آپ کے جھوٹ کی پول یہ کہہ کر کھول دیتا ہے کہ ابّو کہہ رہے ہیں کہ ابّو نہیں ہیں، یہ رویہ نہایت برا ہے۔

اولاد کو بددعا نہ دی جائے

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بچہ بات نہیں مانتا تو ماں سخت ناراض ہوجاتی ہے اور بچے کو بددعا کردیتی ہے، اور بسا اوقات قبولیت کا وقت ہوتا ہے، دعا قبول ہوجاتی ہے، اور جس پیار سے پال پوس کر بڑا کیا اور جس کے سپنے سجائے ہوتے ہیں وہ عین اس وقت داغ مفارقت دے جاتا ہے، جب کہ والدین کو اس کی سخت ضرورت ہے، اور پھر مائیں روتی دھوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خواہ مخواہ کوستی رہتی ہیں۔

ہمت افزائی کی جائے:

بچہ کوئی اچھا کام کرے تو خوشی کا اظہار کریں اور ہمت افزائی کے کلمات کہیں، خود عمل کریں، اور بچہ کو سکھائیں کہ کوئی آپ کو کچھ دے تو آپ دائیں ہاتھ سے لیں، اور **جزاک اللہ** کہیں، بچے کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ پیار سے مانتا ہے اور زبردستی کرنے سے اس میں ضد پیدا ہوجاتی ہے، لہذا پیار و محبت سے ہی بچوں سے پیش آئیں، ہاں اگر کوئی نامناسب کام کرلے تو تنبیہ بھی کریں، یہ نہ کہیں کہ ابھی تو بچہ ہے، بڑا ہوکر خود سیکھ لے گا۔

نامناسب بات پر تنبیہ کی جائے

امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت حسین بن علیؓ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منھ میں رکھ لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کَخْ کَخْ''، یعنی تھوکو، تھوکو؛ تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں، پھر ارشاد فرمایا کہ تم جانتے نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح بخاری:۱۴۹۱)

حالاں کہ حضرت حسینؓ اس وقت بہت چھوٹے اور کم عمر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت وہ صرف آٹھ سال کے تھے۔

اچھی باتوں کی عادت ڈالنے اور بری بات چھڑانے کے لیے حضرت لقمان علیہ السلام کی وہ نصیحتیں سامنے رکھنی چاہئیں جو انھوں نے اپنے فرزند سے کی ہیں، سورہ لقمان میں ان کا ذکر ہے۔

ماں کا دودھ

یہ بات بڑی اہم ہے کہ بچے کے لیے ماں کا دودھ سب سے زیادہ بہتر ہے، اس لیے بچے کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ماں اسے اپنا دودھ پلائے، ماں کا دودھ بچے کے منھ میں براہِ راست پہونچتا ہے، اس میں نہ مضر اثرات داخل ہو سکتے ہیں اور نہ جراثیم وغیرہ، ماں کے دودھ میں قدرتی حرارت اور ذائقہ کی عمدگی ہوتی ہے، ماں کا دودھ ہی سب سے زیادہ بچے کے لیے موزوں ہوتا ہے، ماں کا دودھ بچے کی پرورش اور اس کے اخلاق وکردار پر اثر انداز ہوتا ہے، دودھ کے ذریعہ ماں کے جذبات واخلاق اور خاندانی خصوصیات وروایات بھی بچے میں منتقل ہوتی ہے۔

اگر ماں کو دودھ اتر رہا ہے تو اسے خود دودھ پلانا چاہیے ورنہ کسی دودھ پلانے والی خاتون کا انتخاب کرنا چاہیے، جو بااخلاق وکردار ہو، دودھ پلانے میں صفائی ستھرائی ملحوظ رہنی چاہیے، بہتر ہے کہ ماں باوضو دودھ پلائے، اس کے بڑے اچھے اثرات ہوتے ہیں۔

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی (اکبر)

تعلیم کا آغاز

بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے ''اللہ'' اور ''کلمۂ طیبہ'' اور قرآن سکھائیں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی والدہ محترمہ خواتین کو نصیحت فرماتی ہیں:

''بچوں کی تعلیم کی ابتداء اللہ کے نام سے کرو، کوئی اور لفظ نہ کہنے پائیں، ایسی باتیں نہ سکھاؤ جو آج کل رائج ہیں کہ بچے کو انگریزی، ہندی الفاظ سکھائے جاتے ہیں، ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالو، بچہ جلد سیکھ لیتا ہے، ان باتوں سے خوش نہ ہو، بلکہ افسوس کرو، ان کی زبان پر اللہ کا نام اور رسول اللہ ﷺ کا نام رواں کرو، جو چیز مانگے کہو اللہ سے مانگو اور جو چیز دو کہو اللہ نے دی ہے، ان کے دل میں ایمان کی قوت پیدا کرتی رہو، ان کے ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرو، ان کو کلمہ سکھاؤ کہ اللہ اور رسول ﷺ کو پہچانیں، جب ان کو سمجھ آجائے تو ان کو کلام مجید کی چھوٹی چھوٹی سورتیں، سورۂ اخلاص، سورۂ کوثر وغیرہ کا ایک ایک لفظ سکھاتی رہو، ساتھ میں ترجمہ میں سکھاتی رہو، رفتہ رفتہ بڑی سورتیں یونہی آگے چل کر سیکھ جائیں گے۔'' (حسن معاشرت:۵۸)

ایمانی تربیت

بچوں کی جسمانی تربیت کے ساتھ ایمانی تربیت بھی ضروری ہے، کہ بچوں کو ہوش سنبھالنے کے ساتھ ایمان کے اصول وارکان اور شریعت کے مبادی، ضروری احکام ومسائل بتائے جائیں۔ ایمان کے اصول سے مراد اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، عذاب قبر، بعث بعد الموت، جنت اور جہنم کے بارے میں بتایا جائے۔ ارکان اسلام سے مراد بدنی ومالی عبادات، یعنی نماز، روزہ، حج وزکات اور حج وغیرہ کی ضروری معلومات جستہ جستہ بچے کو دی جائیں۔ اور شریعت کے مبادی سے مراد اسلام کی تعلیمات، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت کی تعلیم دی جائے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام، ج:۱ص:۱۵۰)

نیز سرکارِ دوعالم ﷺ نے بچے کے نشو ونما کے ابتدائی مرحلے میں اصول ایمان، ارکانِ اسلام اور شریعت کے احکام کی تلقین کی ہے، اور بچے کی تربیت اس طرح کرنے کی تاکید فرمائی ہے جس سے رسول اکرم ﷺ کی محبت اور اہل بیت کی محبت، صحابہ کرامؓ کی محبت اور فاتحین اور غازیوں کی محبت دل میں پیوستہ ہوجائے اور قرآن کریم کی تلاوت کی عادت ہوجائے۔ (ایضاً)

اخلاقی تربیت

اخلاقی تربیت کا مطلب ہے کہ بچوں کو آہستہ آہستہ قرآن وحدیث میں بیان کیے گئے

اخلاق حسنہ کا عادی بنایا جائے اور اخلاق قبیحہ سے دور رکھا جائے، اخلاق حسنہ اور قبیحہ کے لیے دیکھئے معارف الحدیث۔

فکری تربیت

فکری تربیت کا مطلب یہ ہے کہ نفع بخش علوم شرعیہ اور علوم عصریہ اور عقلی وفکری تربیت سے اولاد کو آراستہ کیا جائے، تاکہ بچہ فکری، تعلیمی اور ثقافتی اعتبار سے پختہ ہو، لہذا اولاد کو دینی اور عصری تعلیم کا اہتمام کرنا چاہیے، عصری تعلیم سے دنیا میں باعزت زندگی گذارنے اور دینی تعلیم وتربیت سے بچہ کے مسلمان بن کر رہ سکنے کے لیے ضروری ہے۔ آج کل صرف عصری تعلیم پر توجہ زیادہ رہتی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ بچہ ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بن جاتا ہے، لیکن اسے اسلامی عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت کا کچھ شعور نہیں ہوتا۔ علماء کرام نے عصری تعلیم سے نہیں روکا ہے، البتہ مغربی تہذیب اور اس کے نقصانات سے روکا گیا ہے

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں کھیلو
جائز ہے غباروں میں اُڑو چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو (اکبرالہ آبادی)

معاشرتی تربیت

بچے کی اسلامی نشو ونما میں معاشرتی تربیت کا بڑا دخل ہے، معاشرتی تربیت یہ ہے کہ بچوں کو ان اسلامی اقدار وروایات اور خصوصیات سے آراستہ کرنا چاہیے اور معاشرے میں ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں انھیں ادا کیا جائے، تاکہ اولاد معاشرہ میں اچھا انسان اور مثالی مسلمان بن کر باعزت زندگی گذار سکے۔

معاشرتی خوبیوں میں تقویٰ، طہارت، نظافت، انسانی اخوت، دینی مساوات، عفوودرگذر، جرأت وبہادری ہے، حقوق میں والدین کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، استاذ کے حقوق، رفیق کے حقوق، بڑوں کے حقوق ہیں۔

معاشرتی آداب میں کھانے پینے کا ادب، سلام کرنے کا ادب، اجازت لینے کا طریقہ،

آداب مجلس میں بات چیت کا ادب، مزاج کا طریقہ، مبارکبادی کا طریقہ، عیادت کا اور تعزیت کے آداب، چھینک اور جمائی لینے کا ادب ہے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام)

جنسی تربیت

اسی طرح جنسی تربیت بھی ضروری ہے، یعنی بچوں اور بچیوں کو حیاء و پاک دامنی کی تعلیم دی جائے، پردے کا اہتمام سکھایا جائے، دوسروں کو دیکھنے کے آداب اور حدود بتائے جائیں، بدنظری کی قباحت بیان کی جائے، اجنبی مرد اور اجنبی عورت سے اختلاط سے بچایا جائے، مخلوط تعلیم کے خطرات اور نقصانات سے آگاہ کیا جائے بچوں کی سرگرمیوں اور ایک دوسرے سے اختلاط اور میل جول پر نظر رکھی جائے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام)

حرف آخر

اولاد کو دین سے آراستہ کرنے کے لیے جہاں گھریلو پرورش اور دینی تعلیم و تربیت ضروری ہے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کو بری صحبت سے بچایا جائے، ان کو قرآن وحدیث کے عبرت انگیز واقعات سنائیں، اسلامی غزوات کی تفصیل بتائی جائے، علماء و مشائخ کے بیانات سننے اور سنانے کا اہتمام کیا جائے، گھر میں معارف القرآن، معارف الحدیث، بہشتی زیور، تبلیغی نصاب، قصص القرآن، تعلیم الدین، حیاۃ المسلمین، حیات الصحابہ، اسلام کیا ہے؟ قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ اسوۂ رسول اکرمؐ وغیرہ کی تعلیم کا التزام کیا جائے، بچوں کو موبائل، انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن وغیرہ سے دور رکھا جائے کہ یہ مخرب اخلاق آلات لہوولعب ہیں جو بچوں کے لیے بے حد ضرررساں ہیں۔

اسی طرح گندے اور فحش میگزین، رسائل اور لٹریچر سے بھی بچوں کو دور رکھا جائے، بقول اکبر الٰہ آبادی مرحوم ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

اِجْتَنِبُوا الخَمْرَ فَاِ نَّهَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ (الحدیث)
شراب سے بچو، بے شک شراب ہر گناہ کے دروازہ کو کھولنے والی ہے۔

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۴

اسلام اور شراب نوشی

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شراب پینا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

قرآن کہتا ہے :

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ○﴾

(المائدۃ: ٩٠ – ٩١)

(اے ایمان والوں شراب اور جوا اور بت اور پانسے (قرعہ کے تیر) سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تم میں

دشمنی اور بیر ڈالے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے
روکے تو کیا باز آؤ گے؟)۔

اس سے پہلے بھی شراب کے حرام ہونے کے بارے میں آیتیں اتر چکی تھیں حکم آچکا تھا لیکن چونکہ بالکل صاف طور پر شراب کو چھوڑ دینے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ شراب کے بارے میں کھلا ہوا واضح حکم فرما دیجئے؛ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں صاف طور پر بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے باز رہنے کی ہدایت تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطمئن ہو گئے اور چلّا اٹھے کہ اللہ ہم نے شراب کو چھوڑ دیا اور ہم شراب سے باز آ گئے، لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے شراب خانے برباد کر دئے گئے مدینہ کے گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی، سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت واطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور اور مست ہو گیا، تمام گندگیوں کی جڑ شراب کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جہاد ایسا کارگر ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں حتی کہ نشہ اترنے کے بعد بھی کبھی کبھی لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور دشمنیاں قائم ہو جاتی ہیں۔

اسی لئے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اِجْتَنِبُوْا الْخَمرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ﴾

''شراب سے بچو بے شک شراب ہر گناہ کے دروازہ کوکھولنے والی ہے''۔

قرآن کی اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینے والا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے اور عذاب کا مستحق ہے اور قرآن نے اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾(النساء : ١٤)

''جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا اور اسلام کی قائم کی ہوئی حدود سے بڑھ جائیگا اللہ اس کو آگ میں ڈالدیگا ہمیشہ اس میں رہیگا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے''۔

لیکن افسوس کی بات ہے ہمارے معاشرہ میں شراب کی لعنت نا قابل بیان حد تک بڑھ گئی ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو دنیا میں شراب پیتا ہے قیامت کے دن اس کو اللہ ''طِيْنَةُ الْخَبَالِ'' پلائیگا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ''طِيْنَةُ الْخَبَالِ'' کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جہنمیوں کے زخموں سے بہنے والی

پیپ: مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ میں شرابی کو جب پیاس لگے گی تو پانی کی جگہ اس کو جہنم میں جلنے والوں کے جسم سے جو پیپ نکلے گی وہ پلائی جائیگی، شرابی کو اپنے برے انجام سے بچنے کے لئے توبہ کرنی چاہئے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

﴿لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ﴾

”یعنی شراب کی لت والا جنت میں نہیں جائے گا“

شراب ایسی بری چیز ہے کہ اللہ کی لعنت صرف شرابی پر ہی نہیں ہے بلکہ جو ذرا بھی شراب کے لئے ذریعہ بنتا ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت بتائی گئی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَبَائِعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ وَآكِلَ ثَمَنِهَا﴾

”اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت شراب پر ہے اور شرابی پر بھی اور شراب پلانے والے پر بھی اور خریدنے والے پر بھی اور بیچنے والے پر بھی، بنانے والے پر بھی اور بنوانے والے پر بھی اٹھا کر لے جانے والے پر بھی اور جس کے پاس اٹھا کر لے

جائی جارہی ہے اس پر بھی اور شراب کا پیسہ کھانے
والے پر بھی''۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس گناہ میں جو شخص بھی شریک ہے وہ شراب اور شرابی ہی کی طرح اللہ کی لعنت کا مستحق ہے اور اللہ کی رحمت سے محروم ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شراب پینے والے بیمار ہوں تو ان کی عیادت یعنی مزاج پرسی کے لئے مت جاؤ، امام بخاری حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بیان فرماتے ہیں کہ شراب پینے والوں کو سلام بھی مت کرو، عیادت اور سلام کرنے کی ممانعت کیوجہ علماء کے نزدیک شرابی کا فاسق اور ملعون ہونا ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے، کچھ حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ شرابیوں کے ساتھ نہ اٹھو نہ بیٹھو اور بیمار ہوں تو عیادت بھی نہ کرو، وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو اور شراب پینے والا قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا اور اس کی زبان سینہ تک لٹکی ہوئی ہوگی اور اس کی رال بہہ رہی ہوگی ہر دیکھنے والا اس سے گھن کریگا، دیکھ کر پہچان جائیگا کہ یہ دنیا میں شرابی تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شراب نوشی بہت بڑا گناہ ہے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

رضی اللہ عنہما اور کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بیٹھے تھے وہاں تذکرہ ہوا کہ بڑے سے بڑا گناہ کیا ہے جب کوئی حتمی رائے نہیں بن سکی تو مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ (مؤمن کا) شراب نوشی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے پاس آکر بتایا تو ان لوگوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی اس بات کو نہ مانا اور اٹھ کر خود ان کے پاس گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنو اسرئیل کے ایک بادشاہ نے ایک آدمی سے کہا کہ اگر زندگی چاہتا ہے تو شراب پی یا کسی کو قتل کر یا کسی عورت سے بدکاری کر یا سور کا گوشت کھا نہیں تو تجھے قتل کر دیا جائیگا اس نے سب سے چھوٹا گناہ سمجھ کر شراب پی لی تو جب شراب پی کر عقل ہی کھو گئی تو پھر بادشاہ کے کہنے کے مطابق سارے ہی گناہ کرتا چلا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ شراب پینے کے بعد چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوگی اور شرابی کے مثانہ میں اگر شراب کا ایک قطرہ بھی موت کے وقت ہوگا تو جنت اس پر حرام ہے۔

بالخصوص علماء کرام اور ہر جگہ کے ذمہ دار لوگوں کا یہ فرض ہے کہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے شراب نوشی کی لت میں پڑے ہوئے لوگوں کے ہاتھ کو پکڑیں ان کو عذاب آخرت سے ڈرائیں اور توبہ کرائیں، کیونکہ

توبہ اور استغفار کا دروازہ کھلا ہوا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي﴾

''اے آدمی اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہونچ گئے ''یعنی گناہوں کا پہاڑ بن گیا'' پھر بھی اگر تو مجھ سے معافی مانگے گا تو میں معاف کردوں گا''۔

لیکن توبہ صرف زبان سے توبہ کہہ لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ توبہ نام ہے اپنی زندگی کو اس گناہ سے پاک کر لینے کا جس سے توبہ کر رہا ہے اور اللہ سے سچا اور پکا عہد کرنے کا کہ اب یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا۔

اب دین سے دوری کی وجہ سے ہمارے جوانوں میں بالخصوص شراب کی عادت بڑھتی جارہی ہے اس لئے اس مضمون کو ذہن نشین کر کے عام مجمع میں بھی بیان کیا جائے کیونکہ جمعہ کے دن مسجد میں تو عام طور پر بری عادتوں سے دور رہنے والے لوگ ہی آتے ہیں اس لئے عام لوگوں تک زیادہ سے زیادہ اس مضمون کو پہنچانے کے لئے ایسے اجتماعات کا اہتمام کرنا چاہئے جس میں ہر طرح کے لوگ شریک رہیں۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۔ (الاحزاب:۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (قرآن)

اسلام اور عدل وانصاف

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۵

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور عدل وانصاف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اسلام ایک آسمانی مذہب ہے، جس کو زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اللہ نے روئے زمین پر بسنے والی سبھی مخلوق کے ساتھ عادلانہ ومنصفانہ برتاؤ کو پیش کرنے کے لئے بھیجا ہے، چنانچہ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن کریم میں اللہ کے سچّے نبی حضرت محمد ﷺ کے احکام میں جگہ جگہ اس کی تلقین ملتی ہے:

﴿وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾.
(سورۃ النساء:۵۸)

”اور جب لوگوں کا (خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں) تصفیہ (فیصلہ) کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو“۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ”بَیْنَ النَّاس“ فرمایا ہے، ”بَیْنَ الْمُسْلِمِیْن“ یا ”بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْن“ نہیں فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں، مسلم ہوں یا غیر مسلم، دوست ہوں یا دشمن، فیصلہ کرنے والوں پر فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے الگ ہوکر جو بھی حق وانصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں۔

(معارف القرآن: ج۲، ص:۴۴۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو فیصلے حق وانصاف کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنے اور پرائے کی بنیاد پر مبنی ہوں گے وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف اور ظلم ہوں گے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَايَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰىٓ أَنْ لَّاتَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾. (سورۃ المائدۃ: آیت:۸)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص قوم کی عداوت تمھارے لیے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو، (ہر ایک کے ساتھ) کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے''۔

مذکورہ آیت میں واضح طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا حکومت اور عدالت ہی کا فریضہ نہیں، بلکہ ہر انسان اس کا مکلّف و مخاطب ہے کہ وہ خود بھی انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی انصاف پر قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ (معارف القرآن: ج۲،ص۵۷۲)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾. (سورۃ النحل: آیت: ۹۰)

''بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہلِ قرابت (رشتہ داروں) کو دینے کا حکم فرماتے ہیں، اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم (خواہ کسی مذہب کے ماننے والے بلکہ کسی بھی مخلوق پر ہو) کرنے سے منع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو''۔

یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل، احسان اور اہلِ قرابت (رشتہ داروں) کو بخشش کا حکم دیا ہے اور فحش و بے حیائی اور ہر برے کام اور ظلم و تعدی سے منع فرمایا ہے، عدل کی حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی و ہمدردی کا معاملہ کرے اور کسی

چھوٹے بڑے معاملے میں کسی سے خیانت نہ کرے، سب لوگوں کے لیے اپنے نفس سے انصاف کا مطالبہ کرے، کسی انسان کو اس کے کسی قول و فعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ (معارف القرآن)

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾. (سورۃ الحدید: ۲۵)

”ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اعتدال پر قائم رہیں“۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے اُتارنے کا سارا نظام عدل و انصاف ہی کے لیے کھڑا کیا گیا ہے، رسولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا اسی مقصد کے لیے عمل میں آیا ہے، پھر کیسے ممکن ہے کہ کسی سچّے نبی اور اس کے لائے ہوئے دین کی کوئی تعلیم عدل و انصاف کے خلاف ظلم و تعدی پر مبنی ہو۔

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾. (سورۃ المائدۃ: ۴۲)

”اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجیے، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں“۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عدل و انصاف کرنا اور بنا کسی بھید بھاؤ کے کرنا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے، اللہ ایسے بندے کو محبوب رکھتا ہے جس کا برتاؤ اس کے بندوں کے ساتھ انسانیت کی بنیاد پر عدل و انصاف کے مطابق ہوتا ہے اور جو آدمی عدل و انصاف نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں ہوگا۔

عدل وانصاف کے سلسلے میں حضرت محمد ﷺ کے کچھ ارشادات

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ - وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ - الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا﴾.

(رواه مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ کے داہنی جانب یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ معاملات میں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح آدمی کو دوسروں کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید ہے اسی طرح اس پر اپنے اہل خانہ اور آل واولاد کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید ہے، ظلم ہر جگہ ظلم ہے، خواہ بیوی اور اولاد ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

﴿عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ وَ إِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَابًا إِمَامٌ جَائِرٌ﴾.

(جامع الترمذی، باب ماجاء في إمام عادل)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والا حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرے سب بندوں سے زیادہ محبوب اور پیارا ہوگا، اس کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ظلم کرنے والا حاکم ہوگا''۔

چونکہ حاکم کے پاس قوت اور طاقت ہوتی ہے، اس لیے قدم قدم پر اس سے ظلم وتعدی کا عمل ظاہر ہوسکتا ہے، اللہ کے نبی کا یہ ارشاد اس کو آگاہ کرتا ہے کہ قیامت کے دن تجھ کو بھی بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اس کی عدالت میں ہمیشہ فیصلہ مظلوم کے حق میں ہوگا، اس لیے یہاں ظلم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو، تاکہ قیامت میں اللہ کے محبوب بن سکو۔

﴿عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ وَمُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ﴾.

(رواہ مسلم)

''حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی تین لوگ ہیں: ایک وہ بادشاہ جو عدل وانصاف اور صدقہ وخیرات کرنے والا ہے، دوسرا ایسا شخص جو ہر رشتہ دار اور اللہ کی اطاعت کرنے والے پر رحم کرنے والا نرم دل ہو، تیسرا صاحبِ اولاد جو پاک دامن اور پاک دامنی کی کوشش کرنے والا ہو''۔

﴿عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ قَسْمًا أَقْبَلَ رَجُلٌ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ فَطَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِعُرْجُوْنٍ كَانَ مَعَهُ فَجُرِحَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: (تَعَالَ فَاسْتَقِدْ) قَالَ: بَلْ عَفَوْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!﴾.

(رواہ ابوداؤد)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں مال تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص (مال لینے والا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اوندھا ہوکر آگرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے اس سے کچوکا لگایا جس سے اس کے چہرے پر کچھ خراش آگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لے لو (گویا محض معافی نہیں چاہی، بلکہ انتقام لینے کی پیشکش فرمادی) تو اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ میں نے معاف کردیا''۔

اللہ کا نبی عام انسانوں کی طرح کا کردار نہیں رکھتے تھے جو دوسروں کو حکم تو دیتے ہیں، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے، بلکہ اگر آپ سے نادانستہ کوئی ایسا کام ہوگیا جو دوسرے کے لیے تکلیف دہ ہے تو بدلہ لینے کی پیشکش فرماتے ہیں۔

﴿عَنْ أَبِي فِرَاسٍ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوْا أَبْشَارَكُمْ وَلَا لِيَأْخُذُوْا أَمْوَالَكُمْ فَمَنْ فُعِلَ بِهِ ذٰلِکَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ أَقُصُّهُ مِنْهُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ لَوْأَنَّ رَجُلاً أَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ أَتَقُصُّهُ مِنْهُ؟، قَالَ: إِي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَقُصُّهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَقَصَّ مِنْ نَفْسِهِ﴾.

(رواہ ابوداؤد)

''حضرت ابوفراس کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں عام رعایا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں نے حکام اور عمال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ تم پر سختی کریں ماریں، اور تمھارے مال چھین لیں (بلکہ وہ صرف ضابطہ کے مطابق اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے ہیں) اگر کوئی ایسی زیادتی کرے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ معاملہ میرے روبرو پیش کریں، تاکہ میں ان سے بدلہ لوں، اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی حاکم تنبیہ و تادیب کے لیے رعیت کے کسی آدمی پر ہاتھ اٹھائے تو کیا آپ اس سے بھی قصاص لیں گے؟ فرمایا: بے شک میں اس سے بھی قصاص لوں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نفس تک کے بارے میں دوسروں کو بدلہ لینے کی پیشکش فرمائی''۔

(جیسا کہ اوپر واقعہ گزرا)

یہی عدل وانصاف کا کامل نمونہ تھا جس سے اسلام چند ہی دنوں میں مشرق سے مغرب تک پھیل گیا اور دنیا کی قومیں صدیوں پرانے اپنے مذہبی رشتے توڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئیں، اسلام نے ہی سارے انسانوں اور ساری قوموں میں قانونی اور اخلاقی یکسانی پیدا کر کے عالم گیر اخوت کی بنیاد ڈالی اور یہ محض اس لیے کہ اس نے ہر چیز کا معیار قومی حد بندیوں کو قرار دینے کے بجائے قانونِ خداوندی اور اصول پسندی کو قرار دیا۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ (الاحزاب:۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (قرآن)

اسلام اور مہمان نوازی

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۶

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور مہمان نوازی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

اسلام کے مزاج میں اخوت و ہمدردی ہے، اور ساری دنیا کے لئے پیغام محبت ہے، چنانچہ اس کی تعلیمات میں سے ایک اہم اور مثالی تعلیم یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو تمام انسانوں کے ساتھ حسنِ اخلاق، پیار ومحبت، خاطر ومدارات، انسانی ہمدردی، ایک دوسرے کی خبر گیری، ان کی مہمان نوازی، اور خود ان کی دعوت قبول کرنے کی تاکید کرتا ہے، مال خرچ کرنے اور ہر ایک کے ساتھ ایثار کی ترغیب دیتا ہے۔

مال خرچ کرنا بھی عبادت ہے

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾. ’’اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق ہے‘‘۔

(سورة الذاريات: ١٩)

’’سائل‘‘ سے مراد وہ غریب حاجت مند ہے جو اپنی حاجت لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے، اور لوگ اس کی مدد کرتے ہیں، اور ’محروم‘ سے مراد وہ شخص ہے جو فقیر ومفلس اور حاجت مند ہونے کے باوجود شرافت نفس

کے سبب اپنی حاجت کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہے، اس لیے لوگوں کی امداد سے محروم رہتا ہے، سوالی اور غیر سوالی میں یہ قید نہیں ہے کہ وہ ایمان والے اور مسلمان ہوں، اس میں کوئی قید نہ لگانا یہ بتا تا ہے کہ مانگنے والے اور محتاج کا کوئی بھی دھرم ہو اس کی مدد کی جائے گی، یہ اللہ کا حکم ہے اور مطلقاً ہر محتاج غریب کی امداد کرنا جنتی ہونے کی نشانی ہے۔

قابلِ غور ہے کہ اس مالی عبادت کا ذکر قرآن کریم نے اس عنوان سے فرمایا کہ ''وَفِیۡ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ'' یعنی یہ لوگ جن فقراء مساکین پر خرچ کرتے ہیں ان پر کوئی احسان نہیں ہوگا، بلکہ خدا کے دیئے ہوئے مال میں ان کا بھی حق ہے، اور حقدار کا حق اس کو پہنچا دینا کوئی احسان نہیں ہوا کرتا، بلکہ ایک حق اور ذمہ داری سے سبک دوشی ہوتی ہے۔

کھانا کھلانا جنتی ہونے کی علامت

ارشاد باری ہے:

﴿وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا﴾. ''اور وہ لوگ خدا کی محبت سے غریب یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔

(سورة الدهر: ۸)

اس آیت میں بھی مسکین یتیم اور قیدی کا لفظ عام ہے، یعنی کسی بھی بے سہارا اور محتاج کی مدد کرنا اسلام کی نظر میں اچھے اور نیک ہونے کی ایک شرط ہے جس کے دل میں رحم نہیں ہے اور یتیم اور بے سہارا انسان پر انسانیت کے رشتہ سے رحم نہیں کرتا وہ درحقیقت سچا پکا اور نیک مسلمان نہیں ہے، یعنی

اچھے اور نیک لوگ وہ ہیں جو دنیا میں مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اس لیے قیدی چاہے کافر بھی ہو اس کو کھانا کھلانا ثواب ہے۔

مہمان کا اکرام، علامتِ ایمان

﴿عَنْ أَبِيْ شُرَيْحِ الْكَعْبِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ﴾.

(البخاری:۲/۹۰۶)

''حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم وخاطر داری کرے''۔

اکرامِ ضیف یعنی مہمان کی خاطر داری کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آئے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو اس کے ساتھ کشادہ پیشانی، خوش خلقی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ پیش آئے، اس کے ساتھ خوش گفتاری، نرم گوئی اور مہربانی کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کہ پہلے دن تو اپنی استطاعت وحیثیت کے مطابق کچھ پُرتکلف میزبانی کرے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے متعلقین ولواحقین کی حق تلفی نہ ہو، اور بعد کے دو دِنوں میں بلا تکلف جو کچھ حاضر ہو اس کے سامنے پیش کردے تاکہ دونوں (مہمان اور میزبان) کو کوئی گرانی نہ ہو اور پھر تین دن کے بعد (بھی اگر مہمان ٹھہرا رہے تو) اس کو کھلانا پلانا

صدقے کے حکم میں ہوگا، جس کے اوپر اَجر وثواب کا تحقق ہوگا، اللہ کے نبی ﷺ کا حکم یہ ہے کہ مسلمان ہر مہمان کا احترام کرے چاہے اس کا کچھ بھی مذہب ہو، اللہ کے نبی کے پاس مسلمان بھی مہمان آتے تھے، اور غیر مسلم بھی اور آپ دونوں کے احترام میں جو کر سکتے تھے وہ کرتے تھے، اور اُمت کو اسی کا حکم دیا ہے، بلکہ مہمان نوازی کو اچھے اور پکّے مسلمان ہونے کی علامت بتایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے پاس کثرت سے غیر مسلم مہمان آیا کرتے تھے، اور آپ ﷺ ہر آنے والے کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے، اور اس کی شایانِ شان بلکہ اس کے انداز سے کہیں بڑھ کر حسن معاملہ فرماتے۔

☆ ☆ ☆

غیر مسلم کی مہمان نوازی

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَافَهُ ضَيْفٌ كَافِرٌ فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أُخْرىٰ فَشَرِبَهُ، ثُمَّ أُخْرىٰ فَشَرِبَهُ، حَتّٰى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ أَصْبَحَ مِنَ الْغَدِ فَأَسْلَمَ﴾.

(الترمذي: ۴/۲)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ کے یہاں ایک غیر مسلم مہمان آیا، آپ ﷺ نے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، پھر دوسری بکری کے بارے میں حکم دیا، اس نے وہ دودھ بھی پی لیا، پھر ایک اور کے بارے میں حکم دیا وہ اس کو بھی پی گیا، حتیٰ کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا، صبح کو اس نے اسلام قبول کرلیا‘‘۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا دسترخوان سب کے لیے کھلا رہتا تھا، مؤمن اور غیر مومن کی کوئی تخصیص نہ تھی، سب کے لیے عام تھا، اور آپ سب کی شایانِ شان معاملہ فرماتے تھے اور جو غیر مسلم آپ ﷺ کے قریب آتا وہ آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، کچھ لوگ آپ ﷺ کے حسن اخلاق کو دیکھ کر اسلام بھی قبول کر لیتے تھے۔

غیر مسلم مہمانوں کا مسجدِ نبوی میں قیام

۹ھ میں اہلِ طائف کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے امیر الوفد ’عبد یالیل‘ کو جو بت پرست تھے، پورے

وفد کے ساتھ عین مسجدِ نبوی میں قیام کی اجازت دی اوران لوگوں کے لئے مسجد کے صحن میں خیمے نصب کرادیئے، نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ موجود رہتے تھے، حضور اکرم ﷺ نمازِ عشاء کے بعد ان کے پاس تشریف لاتے اور بہت دیر تک ان سے باتیں کرتے رہتے، مکہ میں سالہا سال جو جو تکالیف حضور ﷺ نے اٹھائی تھیں اُن کا ذکر کرتے، غزوات و سرایا کا تذکرہ کرتے، غرض نہایت اخلاق و مروّت سے ان کے ساتھ پیش آتے رہے، حالانکہ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے پتھر مار مار کر خدا کے اِس رسول کو اپنے شہر سے نکالا تھا، جب وہ ان کو خدا کا پیغام سنانے گئے تھے۔

عیسائی مہمانوں کے ساتھ رواداری کی انتہا

سنہ ۹ ھ میں نجران کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا، نجران مکہ معظّمہ اور یمن کے درمیان ایک علاقہ ہے جو عیسائیوں سے آباد تھا، یہ علاقہ اپنے ایک عظیم الشان کلیسا کی وجہ سے تمام عرب میں مشہور تھا، جس کو عیسائی حرم مکہ کا مدمقابل سمجھتے تھے، یہ وفد ساٹھ بڑے بڑے پادریوں پر مشتمل تھا، حضور ﷺ نے ان کو صحنِ مسجد میں اُتارا، ان کی نماز کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے مسجدِ نبوی ہی میں ان کو عیسائی مذہب کے مطابق ''بیت المقدس'' کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی اجازت دی، اور انھوں نے پورے اطمینان وسکون کے ساتھ نماز ادا کی۔

آج دنیا جو بھی کہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی پوری تاریخ میں اسلام سے زیادہ انسانیت نواز، نوعِ انسانی کا ہمدرد اور انسانی حقوق کا ضامن نہ کوئی مذہب ہے اور نہ کسی نظریئے میں اتنی جامعیت ہے جو ساری دنیا کی

انسانی ضرورتوں کی تکمیل کر سکے، اسلام اور اسلامی تعلیمات ہمیشہ سے روشن ہیں اور روشن رہیں گی، زمانے کی گردش سے اس کی تابنا کی میں نہ کوئی فرق آیا ہے، نہ آ سکتا ہے، مسلمانوں کو اپنی زندگی حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ڈھالنا چاہیے، اور ہر انسان کے ساتھ انسانیت کے رشتہ کی قدر دانی کرتے ہوئے حسن اخلاق کا معاملہ ہر سطح پر کرنا چاہیے تاکہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جا سکے اور مخالفین اسلام کے غلط پروپیگنڈے کا توڑ ہو سکے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ (الاحزاب:۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ (قرآن)

اسلام اور سچائی

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۷

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور سچائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أجْمَعِیْنَ.

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

﴿یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾. ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو“۔

(سورۃ التوبہ: ۱۱۹)

اس آیت میں عام لوگوں کو تقویٰ کی ہدایت دی گئی ہے اور ﴿کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ اور ذریعہ نیک اور سچوں کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے، اس جگہ قرآن حکیم نے علماء وصلحاء کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر عالم و صالح اور نیک آدمی کی پہچان بھی بتادی ہے کہ نیک اور صالح صرف وہی شخص ہوسکتا ہے، جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت وارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو، کیونکہ سچائی زبان، دل اور عمل تینوں کی سچائی پر بولا جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

”اور سچوں کے ساتھ رہو“ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تم تقوے کو اپنی زندگی میں اتارنا چاہتے ہو تا کہ موت کے وقت تک تمہاری زندگی تقوے کی پابند رہے تو سچوں کی صحبت اور دوستی کو اپناؤ، کیونکہ دنیا کا مانا ہوا اصول یہی ہے

کہ اچھوں کا ساتھ آدمی کو اچھا اور بروں کا ساتھ آدمی کو برا بنا دیتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً﴾. ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی (سچائی) کی بات کہو“۔

(سورة الأحزاب: ۷)

اس آیت میں اصل حکم سب مسلمانوں کو یہ دیا گیا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، جس کی حقیقت اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کو مکمل طور پر ماننا ہے، اور تمام ان چیزوں سے بچنا ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے روکا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ کام انسان کے لیے آسان نہیں، اس لیے ”اِتَّقُوا اللّٰه“ کے بعد ایک خاص عمل کی ہدایت ہے، یعنی اپنے کلام (زبان) کی درستی و اصلاح، یہ بھی اگرچہ تقویٰ کا ہی ایک جزء ہے مگر ایسا اہم جزء ہے کہ اگر اس پر قابو پا لیا جائے تو باقی تقویٰ کے حصے خود بہ خود حاصل ہوتے چلے جائیں گے۔

(معارف القرآن: ج ۷، ص: ۲۴۱)

﴿اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾. ”جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو“۔

(سورة الحج: ۳)

قولِ زور سے مراد جھوٹ ہے، حق کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل اور جھوٹ میں داخل ہے، خواہ وہ عقائد میں ہو یا معاملات میں اور گواہی میں جھوٹ بولنا ہو، رسول اللہ ﷺ نے، فرمایا کہ سب کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ شہادت اور گواہی میں جھوٹ بولنا ہے اور اس کو آپ نے بار بار دہرایا۔ (معارف القرآن: ج ٦، ص: ٦٦٢)

جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ عام طور پر جھوٹی گواہی دے کر آدمی کسی صاحبِ حق کو اپنے حق سے محروم کر دیتا ہے اور کسی دوسرے کو دلوا دیتا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں دشمنی، جنگ وجدال اور تنازع کا ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، زمینیں بک جاتی ہیں، کاروبار غارت ہو جاتے ہیں، اور بسا اوقات قتل وقتال کی نوبت بھی آ جاتی ہے، جو فریقین کو اوران کے خاندانوں کو تباہ وبرباد کر ڈالتی ہے۔ **(نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِک)**

﴿**وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ**﴾. ''اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں''۔

(سورة الأحزاب: ۳۵)

باتوں کی سچائی خدا کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح اچھی ہے، صحابہ کرامؓ میں تو ایسے بزرگ بھی تھے جنھوں نے اسلام سے پیشتر بھی کوئی جھوٹ نہ بولا تھا، سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے، سچا نجات پاتا ہے اور جھوٹا ذلیل وخوار ہوتا ہے، سچائی اچھے کاموں کی رہبری کرتی ہے، انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت سچا لکھ لیا جاتا ہے۔ (ابن کثیر: ۲۲، سورہ احزاب)

﴿**وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً**﴾. ''اور سچائی کی بات کہیں''۔

(سورة النساء: ۹)

قولِ سدیدٗ وہ قول ہے جو سچا ہو جھوٹ کا اس میں شائبہ نہ ہو، صواب ہو جس میں خطاء کا شائبہ نہ ہو، ٹھیک بات ہو، ہزل یعنی مذاق ودل لگی نہ ہو، نرم کلام ہو دل خراش نہ ہو۔ (معارف القرآن: ج ۷، ص: ۲۴۱)

اسلام اور سچائی سے متعلق
جناب رسول اللہ ﷺ کی کچھ ہدایات

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰـهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰـهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ : عَلَيْكُمْ بَالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقاً﴾.

(رواه الترمذي)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر سچائی کو اپنانا ضروری ہے، کیونکہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی جب ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے اور سچائی ہی کو اختیار کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت سچا لکھ لیا جاتا ہے‘‘۔

اس سے معلوم ہوا کہ سچائی ایسی بنیادی خوبی ہے، جس کو اپنانے سے دوسری اچھائیوں کا راستہ کھل جاتا ہے اور آدمی بہ سہولت جنت کے راستے پر پڑ جاتا ہے۔

﴿عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ قُرَادٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُّحِبَّ اللّٰـهَ وَرَسُوْلَهُ أَوْ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهُ إِذَا حَدَّثَ، وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا أُوْتُمِنَ، وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ﴾.

(رواه البيهقي في شعب الإيمان)

’’حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے لیے یہ بات خوش کن ہو کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہو، یا یہ کہ اللہ و رسول اس سے محبت کریں، تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے، اور جب اس کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو (معمولی خیانت کیے بغیر) اس کو ادا کرے، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے‘‘۔

﴿عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ﷛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: أَضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ، اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَغَضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ﴾.

(رواه أحمد)

''حضرت عبادہ بن صامت ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تم چھ باتوں کی ذمہ داری اپنے آپ میں لے لوتو میں تمھارے لیے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔(۱) جب بات کروتو ہمیشہ سچ بولو، (۲) جب کسی سے وعدہ کروتو اس کو پورا کرو، (۳) جب کوئی امانت تم کو سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو، (۴) حرام کاری سے شرمگاہوں کی حفاظت کرو، (۵) اور اپنی نگاہیں نیچی رکھا کرو (جس پر نظر ڈالنا حرام ہے اس پر نظر نہ ڈالو)، (٦) (جن موقعوں پر ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا ہے) وہاں ہاتھ روکو'' (ظلم نہ کرو)۔

اس حدیث شریف میں جتنی چیزوں کی تعلیمات اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے دی ہیں وہ سب اہل عقلِ وفراست کے نزدیک بہترین اور اچھی ہیں، اور ہر شریف اور عقل مند آدمی چاہے وہ کسی بھی مذہب کو مانتا ہے ایسی چیزوں کی اچھائی کو دل وجان سے مانتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مذہب اپنے ماننے والوں کو اچھے اور پاکیزہ اخلاق کو اپنانے والا ایسا انسان بنانا چاہتا ہے جو اللہ کے تمام بندوں کے ساتھ اچھے سلوک کو اپنائیں، خاص طور پر ہمیشہ سچ بولنے کی حضرت محمد ﷺ نے بڑی تاکید کی ہے کیونکہ جھوٹ بول کر آدمی سامنے والے کو دھوکا دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے تو وہ یہ کہہ رہا ہے کہ کسی کو دھوکا نہ دینا

چاہئے، تیرے سامنے مسلم ہو یا غیر مسلم اس لئے کہ دھوکا دینا ہر مذہب کے اندر بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

﴿عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: التَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ﴾.

(رواه الترمذي)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا امانت دار سوداگر (قیامت کے دن) انبیاء صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا''۔

اسلام صرف نماز، روزے اور حج ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ دوسروں کے ساتھ سچائی اور اچھا سلوک اپنانا بھی اسلام کی بہترین تعلیمات میں داخل ہے۔

﴿عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَكِيمِ بْنَ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا﴾. (متفق عليه)

''حضرت ابوخالد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بائع و مشتری (خرید وفروخت کرنے والے) کو جدا ہونے تک اختیار ہے، اگر وہ دونوں سچ بولے اور سامان کے متعلق حقیقت بیان کردی تو ان دونوں کے لیے خرید و فروخت میں برکت عطا کی جاتی ہے اور اگر مال کے عیب کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان دونوں کی خرید وفروخت سے برکت ختم کردی جاتی ہے''۔

اس حدیث میں یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ کاروباری زندگی میں اللہ کی طرف سے برکت کا حاصل ہونا کاروبار کرنے والوں کی سچائی پر منحصر ہے، اگر انھوں نے خدائی تعلیمات کو چھوڑ کر صرف دنیا کی دولت کو زندگی کا مقصد بنالیا، جھوٹ بولا، سامان کے عیب کو چھپایا اور دھوکہ دیا تو ہوسکتا ہے کہ عارضی طور پر کچھ مالِ حرام مل جائے؛ لیکن خیر و برکت اطمینان وسکون اور صحت وسلامتی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اُخروی فلاح کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (الإسراء: ٢٣)

اور تیرے رب نے حکم کردیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ (قرآن)

اسلام اور ماں باپ

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۸

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور ماں باپ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

ماں باپ کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا قرآن شریف میں بار بار ذکر کیا گیا ہے بلکہ اللہ کے حق کے بعد مختلف آیتوں میں ماں باپ کے حق کو بیان کیا گیا ہے اس ترتیب میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگرچہ اصل حقیقت کو دیکھتے ہوئے تو تمام انعام واحسان اللہ ہی کی طرف سے ہیں لیکن دنیا میں دیکھتے ہوئے اللہ کے بعد سب سے زیادہ انسان پر احسانات ماں باپ کے ہیں کیونکہ وہی دونوں بظاہر دنیا میں اس کی پیدائش کا سبب بنے اور بچپن سے جوانی تک تمام سخت سے سخت مراحل میں ماں باپ ہی اس کی ہر قسم کی ترقی اور بقاء کا سبب بنتے رہے اسی لئے مختلف آیتوں میں پہلے اللہ کے حق کی ادائیگی اور پھر اس سے ملا کر ماں باپ کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

سورہ نمبر ۲/آیت نمبر ۸۳ :

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً﴾

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں کرو گے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو گے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ایسی اہمیت ہے کہ صرف اسلام مذہب ہی میں نہیں بلکہ پہلے آسمانی مذاہب میں بھی اللہ نے یہ حکم اتارا تھا اور مذہب کے ماننے والوں کو اس کا پابند بنایا تھا۔

سورہ نمبر۴/آیت نمبر۳۶/میں پھر اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

اور تم لوگ ایک اللہ کی عبادت کرو اسکا کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

اس آیت میں ۹/طرح کے لوگوں سے حسن سلوک اور اچھا معاملہ کرنے کا حکم ہے لیکن چونکہ ماں باپ کا مرتبہ اللہ کے حق کے بعد سب سے بلند ہے اس لئے ان دونوں کے ساتھ حسن سلوک کو سب سے مقدم رکھا ہے لیکن اسی مضمون کو سورہ نمبر ۱۷/آیت نمبر۲۳/۲۴/میں زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ○ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ○ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ﴾

اور تیرے رب نے حکم کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، اور تم لوگ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اور اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی ''ہوں'' بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے عاجزی کر کے نیازمندی سے کندھے جھکا دینا اور دعا کرنا کہ ''اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جیسا ان دونوں نے پالا مجھ کو چھوٹا سا، تمہارا رب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔

بڑھاپے میں ماں باپ کو خدمت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے جس سے کبھی کبھی اولاد اور گھر والے اکتانے لگتے ہیں عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو کبھی کبھی

ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے مزاج چڑ چڑا ہو جاتا ہے بالخصوص ایسے وقت میں اولاد کا امتحان ہوتا ہے یہ آیت شریفہ اسی حالت میں اولاد کو آ گاہ کر رہی ہے، بڑی سعادتمند اولاد کا کام ہے کہ ایسے وقت میں بوڑھے والدین کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری سے رتی برابر بھی دل برداشتہ نہ ہو، اس آیت میں قرآن نے تنبیہ کی ہے کہ ماں باپ کو ایسی حالت میں جھڑکنا اور ڈانٹنا تو دور کی بات ہے زبان سے ''ہوں'' کہنا بھی اللہ کو پسند نہیں ہے ایسی حالت میں بھی تجھ پر واجب ہے کہ ان سے بات کرتے وقت پورے ادب اور تعظیم کا خیال رکھ اس طرح بات کرو جیسے ایک خطا کار غلام اپنے سخت مزاج مالک اور آقا سے بات کرتا ہے۔

''اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے پالا مجھ کو چھوٹا سا'' کا مطلب ہے کہ جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا انھوں نے میرے پالن پوسن میں خون پسینہ ایک کر دیا رات اور دن میرے راحت و آرام کی ایسی فکر کی کہ اپنے راحت و آرام کو بھول گئے، اور ہر آفت سے بچانیکی کوشش کرتے رہے، بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی اب ان کے بڑھاپے اور ضعیفی کا وقت آیا ہے تو جو کچھ میرے بس میں ہے ان کی خدمت اور تعظیم کرتا ہوں لیکن ان کی خدمت کا پورا حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں بلکہ موت کے بعد بھی ان پر رحمت کی نظر فرمایئے۔

''تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دل میں ہے'' یعنی ماں باپ کی تعظیم و تکریم اور ان کے سامنے تواضع اور عاجزی دل کی گہرائی سے ہونی چاہئے، اللہ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے اگر تم سچے دل سے اخلاص کے ساتھ اپنے اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ماں باپ کی خدمت کرو گے تو وہ تمہاری غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرمائیگا اور بخش دے گا۔ (تفسیر عثمانی)

یہاں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے معاملہ کی تلقین کی جارہی ہے وہ ان کے احسانات کیوجہ سے ہے جن سے کوئی بھی آدمی منہ نہیں موڑ سکتا نہ انکار کرسکتا ہے اور یہ احسانات مذہب سے متعلق نہیں ہیں...... بلکہ ماں باپ کو چاہے ان کا مذہب کچھ بھی ہو اپنی اولاد سے ایسی محبت ہوتی ہے جو ان کے سواء کہیں اور نہیں مل سکتی اسی لئے قرآن میں جگہ جگہ صرف ماں باپ کے حق ہی کو بنیاد بنا کر ان کے ساتھ اچھے معاملہ کا حکم دیا گیا ہے لیکن اللہ جس نے سارے جہان کو پیدا کیا ہے اور انسان کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے جن کا شمار کرنا اور شکر ادا کرنا بھی اس کے بس سے باہر ہے اس کا حق ماں باپ کے حق سے بہت اہم اور بلند ہے اس لئے ہر جگہ ماں باپ کے حق کو اولیت دی جائیگی لیکن جہاں تمام جہان کے پیدا کرنے والے اللہ اور ماں باپ کے حق آمنے سامنے ہو جائیں گے تو اللہ کے حق کو ہی ماں باپ کے حق پر ترجیح دی جائے گی۔

چنانچہ سورہ نمبر ۲۹/آیت نمبر ۸/اور سورہ نمبر ۳۱/آیت نمبر ۱۵/میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمان ''اگر ماں باپ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو کسی کو میرا شریک اور ساجھی بنا، تو تو ان کی تابعداری نہ کر'' کیونکہ اللہ کا حق ماں باپ کے حق پر بھی بھاری ہے، یہ آیت حضرت ''سعد بن اُبی وقاص رضی اللہ عنہ '' کے بارے میں اتری ہے یہ اپنی ماں کی بہت خدمت کرتے تھے اور ان کے بہت فرمانبردار تھے ماں کا نام ''حمنہ'' تھا جو ''ابوسفیان'' کی بیٹی تھیں جب ''سعد'' ایمان لے آئے اور ماں کو پتہ چلا تو قسم کھالی کہ جب تک تم اپنے باپ دادا کے دین پر واپس نہیں آجاؤ گے میں کھانا نہیں کھاؤں گی اور بھوک پیاس میں مرجاؤں گی اس کے باوجود بھی اس آیت کے حکم کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایمان کو مضبوط پکڑا اور ماں کی اطاعت میں کسی کو اللہ کا ساجھی نہیں مانا۔

لیکن سورہ نمبر ۳۱/آیت نمبر ۱۵/میں اللہ کے حق کو ماں باپ کے حق پر ترجیح دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے "صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا" "دنیا میں ان کے ساتھ اچھائی سے بسر کرنا"، یعنی دین میں تو تم اللہ کے حکم کے مقابلہ میں ان کا کہنا نہ مانو مگر دنیا کے کاموں میں جیسے ان کی جسمانی خدمت یا مالی اخراجات جیسے دوا علاج وغیرہ اس میں کمی نہ ہونے دو، بلکہ دنیا کے معاملات میں عام دستور کے مطابق معاملہ کرو ان کی بے ادبی نہ کرو اور ان کی بات کا جواب اس طرح نہ دو جس سے ماں باپ کا دل دکھے۔

اس سے پتہ چلا کہ قرآن ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کا حکم مذہب کی بنیاد پر نہیں دے رہا ہے بلکہ اس کی بنیاد وہ عظیم الشان ان کے احسانات ہیں جن پر تیری پوری زندگی اور زندگی کی بہاریں موقوف ہیں حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسماء نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں جو بتوں کی پوجا کرتی ہے اور وہ اسلام کو نہیں چاہتی مجھ سے ملنے کے لئے آئی ہے کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں اس کی خاطر مدارات اور خدمت کروں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں اس کی خاطر مدارات کرو، یعنی ماں ہونے کی حیثیت سے اس کے حق کو ادا کرو، اگر چہ وہ مسلمان نہیں ہے، اور یہی حکم آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیا کرتے تھے، حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ایمان نہیں لائی تھی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ماں کو ایمان لانے کی تلقین کرتے رہتے تھے لیکن مانتی نہیں تھیں ایک دن بیٹے نے ایمان لانے کو کہا تو غصہ آ گیا اور ماں نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی برا بھلا کہا، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہونچے اور روتے ہوئے عرض کیا کہ میری ماں کے لئے ہدایت کی دعاء کر دیجئے آپ ﷺ نے فوراً دعا فرمائی کہ اے اللہ

ابوھریرہ کی ماں کو ہدایت دیدیجئے، آپ خوشی سے روتے ہوئے گھر پھونچے تو ماں نے ان کے پیروں کی آہٹ سنی تو اندر ہی سے کہا کہ اندر نہ آنا انتظار کرو، ماں غسل کر رہی تھی فارغ ہونے کے بعد کپڑے لپیٹ کر جلدی سے آکر دروازے کھولے اور کہا کہ ''میں دل سے گواہی دیتی ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں'' اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ماں باپ اگر چہ مسلمان نہ ہوں پھر بھی ان کی ہر کڑوی سے کڑوی بات برداشت کی جائے گی، کیونکہ اللہ کے رسول کی شان میں کوئی بری بات ابوھریرہ برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ کے رسول کا حکم بھی تھا اور تعلیم بھی دی گئی تھی اس لئے برداشت کر گئے اور روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت محمد ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے اب تجھے اختیار ہے کہ (اس کی نافرمانی کر کے) اس کو کھوڈالو یا (باپ کی اطاعت کر کے) اس کی حفاظت کرو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

عمرو بن مرّہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے آکر حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں پانچ نمازیں بھی پڑھتا ہوں اپنے مال کی زکوۃ بھی دیتا ہوں، رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں، یہ بتائیے کہ یہ سب کام تو اللہ کے لئے ہیں مجھے کیا ملے گا آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جو آدمی یہ کرتا ہوا مریگا قیامت کے دن وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ اس طرح ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں، مگر شرط یہ ہے کہ وہ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرتا ہو۔

آپ کے فرمانے کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دنیا میں کوئی ایمان والا نماز روزہ زکوٰۃ ادا کرتا ہو لیکن ان اچھے کاموں کے ساتھ ماں باپ کی نافرمانی کا گناہ کرتے کرتے مرگیا تو ایمان، نماز، روزہ اور زکوٰۃ اعمال صالحہ تو اس کو جنت کی طرف لے جانا چاہیں لیکن ماں باپ کی نافرمانی اتنا بڑا گناہ ہے جو دیوار بن کر سامنے آجائیگا کہ جب تک اس گناہ کی سزا نہیں بھگتیگا جنت میں نہیں جاسکے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ماں بالکل معذور ہے جو کچھ بچپن میں وہ میری خدمت کرتی تھی اب میں اسی طرح اس کی خدمت کررہا ہوں تو کیا اس کا حق ادا ہوجائیگا......آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں......مطلب یہ ہے کہ جب وہ تیری خدمت کرتی تھی تو اس کے دل میں تیری محبت اور خیرخواہی کا سمندر راترا ہوا تھا وہ ہر وقت تیری تندرستی خوش نصیبی اور درازئ عمر کی دعا کرتی تھی اور تو اس وقت اس کی خدمت کرتا ہے تو تیرے دل کا داعیہ ہے کہ اے اللہ ایمان کے ساتھ اس کی مشکل کو آسان فرمادے، تو دونوں برابر نہیں ہوسکتے اور نہ ادھار ادا ہوسکتا ہے۔

اس لئے ہر وہ آدمی جس کے سر پر ماں باپ کا سایہ ہے یا دونوں میں سے ایک زندہ ہیں تو اس کے وجود کو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر قدر دانی کرنی چاہیے اور ہر قیمت پر ان کے دل کو خوش رکھنا چاہیے اور دعائیں لیتے رہنا چاہیے۔

الَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡيَتٰمٰى ظُلۡمًا اِنَّمَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا

جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھا رہے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں۔

یتیم کا پالن پوسن اور پرورش

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۲۹

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یتیم کا پالن پوسن اور پرورش

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

قرآن شریف میں کم وبیش ۱۰/۱۱/آیتوں میں یتیم کا ذکر آیا ہے۔

یتیم اسلامی اصطلاح میں اس نابالغ بچہ کو کہا جاتا ہے جس کے سر پر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو جس کا مطلب ہے کہ اگر ماں نہیں ہے لیکن باپ ہے تو اس کو یتیم نہیں کہا جائے گا اسی طرح جوان ہونے کے بعد کوئی مرد یا عورت یتیم نہیں ہے چونکہ خاص طور پر باپ اپنے بچوں کا زندگی کے ہر شعبہ میں مددگار ہوتا ہے اس لئے باپ کے نہ ہونے کی شکل میں بچہ بے سہارا اور ہر طرح سے محتاج ہو کر رہ جاتا ہے چنانچہ قرآن نے جس طرح جگہ جگہ فقیروں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ایک بے سہارا اور محتاج ہونے کی بنیاد پر یتیم کے ساتھ بھی حسن سلوک اور اپنی اولاد کی طرح اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے: مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے خراب گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ خراب برتاؤ کیا جاتا ہو، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ گھر میں اپنے بچوں میں اور یتیم میں کھانے کپڑے اور پہننے میں اور رہن سہن میں ایسا طریقہ اپنائے جس سے کبھی یتیم کے دل میں یہ خیال بھی نہ آئے پائے کہ اگر میرا باپ ہوتا تو میں بھی یہ کام کرتا اور ایسا کپڑا پہنتا اور ایسی زندگی گزارتا اسی لئے بیکس اور بے سہارا یتیم کی دیکھ ریکھ ٹھیک ڈھنگ سے کرنے والے کے بارے میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں اور وہ جنت میں اس طرح قریب رہیں گے جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

پھر یہ بات غور کرنے کے لائق ہے کہ قرآن شریف میں کسی جگہ یتیم کے ساتھ اچھے برتاؤ کے معاملہ میں یتیم کے مذہب سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے جس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ مذہب پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کی بے کسی اور بے چارگی پر مبنی ہے، یتیم چاہے ہندو ہے یا یہودی اور عیسائی اور مسلم ہے بچہ ہے یا بچی ہے فقیر ہے یا ان کے پاس مال ہے دنیا میں جو بھی اس کے پالن پوسن کی ذمہ داری لے گا اور پھر اچھا برتاؤ کرے گا اپنی اولاد کی طرح رکھے گا تو وہ کل اللہ کی جنت میں اللہ کے رسول کی قربت کا مستحق ہوگا۔

چنانچہ سورہ نمبر۴/آیت نمبر۲/میں کہا ہے: کہ جن بچوں کے باپ مر جائیں ان کے مال انھی کو پہونچاؤ اور (ان کی) اچھی چیز (اپنی) بری چیز سے مت بدلو اور اپنے مال کے رہنے تک ان کے مال کو مت کھاؤ............یعنی یہ خیال کر کے کہ بڑا ہو کر یہ اپنے مال کا مطالبہ کریگا تو یتیم کے بچپن اور نادانی کے زمانہ میں اس کی اچھی زمین یا اچھے مکان کو مثلاً اپنی خراب زمین یا مکان سے تبدیل نہ کرو اور اگر تمہارے پاس کچھ نہ رہے تو امانت داری سے ان کی خدمت گزاری کا حق ان کے مال سے لینا درست ہے، مطلب یہ ہے کہ یتیم کا باپ اگر کچھ مال یا زمین جائداد چھوڑ کر دنیا سے چلا گیا اور تم اس یتیم کے ذمہ دار ہو خاندانی اعتبار سے یا حکومت نے تم کو ذمہ دار بنا دیا تو تم پر جس طرح اس یتیم کی دیکھ ریکھ فرض ہے اسی طرح اس کے مال کی دیکھ ریکھ اور حفاظت بھی ضروری ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یتیم کی ناسمجھی کی وجہ سے اس کے اچھے مال یا اچھی زمین کو اپنے خراب مال یا خراب زمین سے بدل لو، اگر تم کو اللہ نے دولت دی ہے تو تم نہایت احتیاط کے ساتھ یتیموں کے مال کو یتیموں پر خرچ کرو اور اپنی ضروریات زندگی پر اپنا مال خرچ کرو، تمہارا مال تو ان پر خرچ ہو سکتا ہے لیکن ان کا مال تمہارے اوپر اور تمہاری اولاد پر خرچ نہ ہونا چاہئے اگر احتیاط نہ کی تو یتیموں کا مال تمہارا اپنے کام میں لانا تمہاری آخرت کی بربادی کا سبب بنے گا۔

اس مضمون کو چند آیتوں کے بعد آیت نمبر۱۰/میں بیان کیا گیا ہے کہ: ''جو

لوگ یتیموں کے مال کو ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور جلد ہی وہ لوگ آگ (جہنم) میں جائیں گے"...........اس آیت میں بھی مذہب کی بنیاد پر حکم نہیں ہے بلکہ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ درحقیقت آگ کھاتے ہیں چاہے وہ مال مسلمان یتیم کا ہے یا ہندو اور یہودی یا عیسائی یتیم کا ہو سب کا ایک ہی حکم ہے۔

اسی طرح ''یتیم کا مال انھی کو پہونچاؤ'': کے سلسلے میں بھی قرآن نے بڑی احتیاط برتی ہے جس کو دو آیتوں کے بعد آیت نمبر ۶/ میں کہا گیا ہے: ''یتیموں کو آزماؤ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کے مالوں کو ان کے حوالے کردو''......اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے مال کی حفاظت کی جائے گی تا کہ وہ برباد نہ ہو جائے یہ سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ یتیم کی بچپن ہی سے تربیت کرے بھلے برے کی سمجھ اس میں پیدا کرے مال کی کس طرح حفاظت ہو سکے گی اس کو بتائے جس طرح باپ اپنی اولاد میں شعور پیدا کرتا ہے یتیم کا سرپرست بھی اسلام میں اس کا پابند ہے کہ یتیم میں اس سمجھ کو پیدا کرے اس کی تربیت کرے اور جب تک اس پر اطمینان اور بھروسہ نہ ہو جائے اس کا مال اس کے حوالے نہ کرے اور بھروسہ ہو جائے تو اس وقت اس کا مال اس کے حوالے کردے اس کے بعد یہ شخص اپنی ذمہ داری سے ہلکا ہو جائے گا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ یہ سب ذمہ داریاں ایک دو روز میں پوری نہیں ہوں گی بلکہ اللہ یہ فرمارہا ہے کہ ۲۰/۱۵/سال تک سرپرست کو ہر اعتبار سے اپنی اولاد کی طرح یتیم کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری پوری کرنی ہے پھر یتیم اگر لڑکی ہے تو تربیت کے ساتھ ساتھ اپنی بچی کی طرح یتیم لڑکی کے لئے بہترین سے بہترین رشتہ تلاش کرنا اور شادی بیاہ کرانا سرپرست ہی کی ذمہ داری ہے قرآن کہتا ہے کہ نادار اور بے کسوں کی مدد کرتے ہوئے ہر شخص کو خیال رکھنا چاہئے کہ اگر کل کو تو اس یتیم کے باپ کی طرح اپنے بچوں کو بے سہارا چھوڑ کر چلا گیا تو تیری اولاد بھی اسی طرح دوسروں کی نظر و کرم کی محتاج ہو سکتی ہے اس لئے آج

دوسروں کے بے سہارا بچوں کے لئے سہارا بن تو اللہ تیرے بے سہارا بچوں کے لئے دوسروں کو سہارا بنا دے گا۔

ان تمام احکامات کو بھی بیان کرتے ہوئے قرآن مطلقاً یتیم کا ذکر کر رہا ہے آپ کو کہیں یتیم کے مذہب کی قید قرآن میں نہیں ملے گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور بہت سی چیزوں کی طرح غریب بے کس اور بے چارہ شخص کی مدد اپنے ماننے والوں پر مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ انسانیت اور بے چارگی کی بنیاد پر فرض کرتا ہے اور جو کوئی شخص یتیم کے اس حق کو نہیں مانتا اور اس کے ساتھ خراب برتاؤ کرتا ہے وہ اللہ کے عذاب کا مستحق بنتا ہے، اسی لئے سورہ نمبر ۸۹/آیت نمبر ۱۷/میں قرآن کہتا ہے کہ: تم پر اللہ کی طرف سے آزمائش اور مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے کے اسباب میں بڑا سبب یہ ہے کہ ''تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور ان کو عزت سے نہیں رکھتے'' اس میں اصل بتانا تو یہ ہے کہ یتیم کے حقوق ادا نہیں کرتے اس پر ضروری خرچ نہیں کرتے لیکن ''ان کو عزت نہیں دیتے اکرام نہیں کرتے'' کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے جو تم کو مال دیا ہے اس پر اللہ کے شکر کا تقاضا صرف یہی نہیں ہے کہ تم یتیم پر خرچ کرو اور اس کا حق دیدو بلکہ اس کو عزت بھی دو اور اپنے بچوں کے مقابلہ میں اس کو ذلیل اور حقیر نہ جانو۔

اسی لئے سورہ نمبر ۹۳/کی آیت نمبر ۶/میں فرمایا کہ: ''کیا اللہ نے تجھ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو یتیم نہیں پایا پھر تجھ کو ٹھکانا دیا؟'' یعنی حضرت محمد ﷺ ماں کے پیٹ میں تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا پھر اللہ نے آپ کے دادا سے آپ کا پالن پوسن کرایا، پھر جب حضرت محمد ﷺ ۸/سال کے ہوئے تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا تو پھر چچا ''ابو طالب'' نے آپ کا پالن پوسن کیا، اس آیت میں ''تجھ کو ٹھکانا دیا'' کا مطلب یہی ہے چنانچہ دو آیت کے بعد آیت نمبر ۹/میں قرآن کہتا ہے: ''تو آپ کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے'' یعنی اپنی یتیمی کے زمانہ پر غور کیجئے اور اپنے اوپر اللہ کے انعام پر نظر ڈالئے جس طرح اللہ نے یتیمی اور بے کسی پر آپ کو ٹھکانا اور سہارا دیا ہے آپ بھی یتیموں کے لئے سہارا بنئے اور یتیم پر ڈانٹ ڈپٹ اور

سختی نہ کیجئے کیونکہ یتیم کو تکلیف پہونچانا اور اس کو ذلیل کرنا مؤمن کا کام نہیں ہے۔

اسی کو سورہ نمبر ۱۰۷/آیت نمبر ۱/۲/میں اللہ نے فرمایا ہے: ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو بدلہ کے دن (قیامت کے دن) کو جھٹلاتا ہے؟، سو یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''، یعنی یتیم جیسے بے سہارا اور بے کس کو اپنے دروازے سے دھکے دیکر نکال دیتا ہے اور اس کا سہارا نہیں بنتا، جبکہ اس کو یتیم کی مدد کر کے اور اس کا اکرام اور عزت کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو بنانا چاہئے تھا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یتیم کے ذکر کے ساتھ اس کے مذہب کا ذکر نہیں کیا مذہب کا ذکر نہ کرنا بتا رہا ہے کہ یتیم کوئی بھی ہو اور کسی بھی مذہب کے گھرانے کا ہو سب کا حکم ایک ہی ہے، قرآن شریف اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ سے ہر یتیم کے ساتھ اچھے پالن پوسن اور رہن سہن کا حکم دیتا ہے۔

ذکر کی ہوئی تمام آیتوں میں جو چیز ملتی ہے وہ یہی ہے کہ کسی بھی یتیم کے ساتھ اچھا و ہار انسان کو اللہ کی رحمت کا مستحق بناتا ہے اور اس کی آخرت کو آباد کرتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے اچھا گھر وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ (اپنی اولاد کی طرح) اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا سب سے خراب گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ خراب سلوک ہوتا ہو اور اللہ کا سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو یتیم اور بیوہ کے ساتھ اچھا معاملہ کرے وہ آدمی بہت خوش بخت ہے جو کسی یتیم بچہ کی پرورش کی فکر کرتے ہوئے اس کی ہر طرح کی خبر گیری کرے اور اپنی اولاد کی طرح اس کی فکر کو اپنے اوپر اوڑھ لے''۔ جو شخص کسی اور کے یتیم بچوں کے ساتھ چاہے اس کا مذہب کچھ بھی ہو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا خدا کی ذات سے توقع ہے کہ اللہ اس کے بچوں کے ساتھ بھی رحمت و عنایت کا معاملہ فرمائیں گے کیونکہ آدمی جو بوتا ہے اسی کو کاٹتا ہے۔

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت محمد ﷺ سے شکایت کی کہ میرا دل بہت سخت ہے مطلب یہ ہے کہ نہ کسی پر رحم آتا ہے اور نہ آخرت کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور نہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے آنکھ میں آنسو بہتے ہیں تو حضرت محمد ﷺ نے جواب دیا کہ ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو'' یعنی یتیم سے محبت اور مہربانی چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم خاص طور پر مؤمن کے دل میں انقلاب لانے والی اور خوف خدا پیدا کرنے والی چیز ہے اس لئے ہر انسان کو قرآن شریف کی ان آیتوں اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی ان احادیث کی سچے دل سے اتباع کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو آباد کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

یتیم کے مال سے متعلق کچھ مسئلے جن کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے معارف القرآن میں ذکر کیا ہے یہاں پیش کئے جا رہے ہیں ان پر خود نظر رکھنی چاہئے اور لوگوں کو بھی بتانا چاہئے۔

مسئلہ : میّت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں ان کو حساب میں لگائے بغیر یوں ہی صدقہ کر دیتے ہیں بعض علاقوں میں تانبے پیتل کے برتن مال کو تقسیم کئے بغیر فقیروں کو دیدیتے ہیں حالانکہ ان سب میں نابالغوں اور غیر حاضر وارثوں کا بھی حق ہوتا ہے پہلے مال بانٹ لیں جس میں سے مرنے والے کی اولاد بیوی والدین بہنیں جس کو شرعاً حصہ پہنچتا ہو اس کو دیدیں اس کے بعد اپنی خوشی سے جو شخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کرے یا مل کر کریں تو صرف بالغین کریں نابالغ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں اور جو وارث غیر حاضر ہو اس کے حصہ میں اسکی اجازت کے بغیر بھی تصرف درست نہیں۔

مسئلہ : میّت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے اس کو میت کے مال سے خریدنا جائز نہیں کیونکہ وہ مال مشترک ہے کوئی شخص اپنی طرف سے خرچ کر دے تو جائز ہے۔ بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے لئے کفن ہی کے کپڑے میں سے مصلیٰ تیار کیا

جاتا ہے اور پھر یہ مصلیٰ امام کو دیدیا جاتا ہے یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے، ورثہ کے مشترک مال میں سے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

مسئلہ : بعض جگہ میت کے غسل کے لئے نئے برتن خریدے جاتے ہیں پھر ان کو توڑ دیا جاتا ہے۔اول تو نئے خریدنے کی ضرورت نہیں کیونکہ گھر کے موجودہ برتنوں سے غسل دیا جاسکتا ہے اور اگر خریدنے کی ضرورت پڑ جائے تو توڑنا جائز نہیں اول تو اس میں مال ضائع کرنا ہے اور پھر ان سے یتیموں کا اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔

مسئلہ : ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں اسی طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے اس لئے کہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں، اس مشترک مال میں سے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کردیا جائے۔ پہلے مال تقسیم کردیا جائے اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کرے تو ان کو اختیار ہے۔ تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لیکر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں اس لئے کہ جو ان میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں ہوسکتا ہے کہ وہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پر مجبور ہوں اور لوگوں کے طعنوں کے خوف سے کہ اپنے مردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کئے، اس عار سے بچنے کے لئے بادلِ ناخواستہ حامی بھر لے حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جس کو دینے والا خوش دلی سے دے رہا ہو جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْماً اِنَّمَا یَاکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا

جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھارہے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں۔

اصلاحِ معاشرہ سلسلہ اشاعت نمبر-۳۰

ناحق یتیم کا مال کھانا

حضرت مولانا **سیّد ارشد مدنی** صاحب دامت برکاتہم

صدر المدرسین

واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ:

دفتر اصلاح معاشرہ کمیٹی

دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناحق یتیم کا مال کھانا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ، وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾. (سورة النساء: آیت: ۱۰)

''بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا رہے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں، اور قریب ہی جلتی آگ میں داخل ہوں گے''۔

آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو شخص یتیم کا مال ناحق کھائے گا وہ درحقیقت جہنم کی آگ کھائے گا اگرچہ اس وقت اس کا آگ ہونا محسوس نہ ہو اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں مزید احتیاط کے لئے واضح ہدایات دی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أُحَرِّجُ مَالَ الضَّعِيْفَيْنِ: الْمَرْأَةِ وَالْيَتِيْمِ. میں خاص طریقہ پر دو ضعیفوں کے مال سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں ایک عورت اور دوسرے یتیم۔ (ابن کثیر)

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دنیا میں ناحق یتیم کا مال کھانیوالا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ آگ کی لپٹیں اس کے منہ اور آنکھ، ناک کان سے نکل رہی ہوگی اس کو جو دیکھے گا جان جائے گا کہ یہ دنیا میں

ناحق یتیم کا مال کھانیوالا ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا﴾ اور نہ کھا جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جائیں گے جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔

اس آیت میں یتیم کے سرپرستوں کو دو چیز سے روکا گیا ہے: (۱) ان کے مال میں اسراف یعنی ضرورت سے زائد خرچ کرنے سے۔(۲) ان کا مال ضرورت پیش آنے سے پہلے ہی جلدی جلدی خرچ کر ڈالنے سے اس خیال سے کہ عنقریب یہ بڑے ہو جائیں گے تو ان کا مال ان کو دینا پڑے گا اور ہمارا اختیار اس سے ختم ہو جائے گا۔

پھر آگے قرآن فرماتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ جس کو مالِ یتیم کی حاجت نہ ہو (یعنی خدا نے اس کو مال دیا ہے) تو وہ یتیم کے مال سے بچتا رہے اور جو (یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا) فقیر اور ضرورت مند ہو تو دستور کے موافق کھائے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں چند صورتیں دستور کے موافق کھانے کی بتائیں ہیں۔

(۱) یتیم کے مال میں سے بربناء ضرورت قرض لینا اور ضرورت پوری ہونے پر ادا کر دینا۔(۲) تنگدستی کی صورت میں بقدر ضرورت یتیم کے مال میں سے دیکھ بھال کر اپنی محنت اور خدمت کے مطابق لینا یا کھانا۔

اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے:

"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ أَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى

وَفَـرَّجَ بَيۡنَهُمَا“ اور دنیا میں یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا اس طرح قریب ہوں گے جیسے شہادت کی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی۔ (البتہ آپ نے فرق واضح کرنے کے لئے) دونوں کے درمیان تھوڑا خلا چھوڑ دیا، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا چاھے وہ یتیم اس کا قریبی ہو یا کسی اور خاندان کا جنت میں، میں اور وہ، ان انگلیوں کی طرح قریب قریب رہیں گے۔

یتیم کی کفالت کا مطلب اس کی خیر خواہی کرنا اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے جیسے اس کے پڑھنے لکھنے اور کھانے پینے پہننے کی نگہداشت رکھنا ہے اور اگر اس کے پاس مال ہے تو اس کی بڑھوتری اور زیادتی کے لئے اپنے مال کی طرح کاروبار میں لگانا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اپنے بچوں کی طرح اپنے مال سے اس کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا۔

فائدہ: یاد رکھئے یتیم کے ساتھ حسن معاملہ کے جہاں قرآن وحدیث میں عام طور پر حکم آئے ہیں وہاں ”مسلم“ کی قید نہیں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کی بنیاد پر یتیم کے ساتھ حسن معاملہ کیا جائے گا، مذہب کی بنیاپر نہیں، یتیم چاہے یہودی کا ہو یا نصرانی کا، ہندو یا مسلمان کا وہ اپنی بیچارگی کی بنیاد پر مدد کا مستحق ہے جو اپنی اولاد کی طرح اس کی پرورش کرے گا وہ خدا کی رحمت کا مستحق ہوگا اور میدانِ محشر میں نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی قربت کا حقدار ہوگا کیونکہ کسی محتاج اور مصیبت کے شکار کی مدد کرنے میں اسلام مذہب کی تخصیص نہیں کرتا، بلکہ حضرت محمد ﷺ کی

تعلیمات کے مطابق کسی جانور کے ساتھ حسن سلوک بھی آخرت میں اللہ کی رحمت کا حقدار بنانے والا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کے ہاتھ کو پکڑا کھلانے پلانے کے لئے (یعنی اس کی دیکھ بھال اور پرورش کے لئے) اللہ اس کو ضرور جنت میں داخل کردیں گے الا یہ کہ وہ مشرک مرا ہو کیونکہ مشرک کی مغفرت نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں سب سے پہلے جنت کے دروازہ کو کھولوں گا مگر میں دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے بھی آگے بڑھ رہی ہے تو میں اس سے کہوں گا کہ تو کون ہے تو وہ کہے گی کہ میں وہ عورت ہوں جو دنیا میں اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی خاطر (ہر طرف سے اپنی زندگی کو سمیٹ کر ان کی دیکھ بھال پر بیٹھ گئی تھی) (ابویعلی)

یہ اس عورت کے بارے میں فرمارہے ہیں جو جوانی میں بیوہ ہوگئی شوہر چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مرگیا اور اس عورت نے ان بچوں کی پرورش کی خاطر اپنی جوانی کو قربان کردیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنے دل کی قساوت اور سختی کی شکایت کی تو آپ نے اس کو بطور علاج فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے: کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے

اچھا گھر وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ (اپنی اولاد کی طرح) اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا سب سے خراب گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ خراب سلوک ہوتا ہو اور اللہ کا سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو یتیم اور بیوہ کے ساتھ اچھا معاملہ کرے وہ آدمی بہت خوش بخت ہے جو کسی یتیم بچہ کی پرورش کی فکر کرتے ہوئے اس کی ہر طرح کی خبر گیری کرے اور اپنی اولاد کی طرح اس کی فکر کو اپنے اوپر اوڑھ لے، جو شخص کسی اور کے یتیم بچوں کے ساتھ چاہے اس کا مذہب کچھ بھی ہو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا خدا کی ذات سے توقع ہے کہ اللہ اس کے بچوں کے ساتھ بھی رحمت وعنایت کا معاملہ فرمائیں گے کیونکہ آدمی جو بوتا ہے اسی کو کاٹتا ہے۔

یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف اتنی بری چیز ہے کہ اس کو آگ کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے تو انسان کو بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے، لیکن عام لوگ مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے غلطیاں کر جاتے ہیں، یتیم کے مال سے متعلق کچھ مسئلے جن کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے معارف القرآن میں ذکر کیا ہے یہاں پیش کئے جا رہے ہیں ان پر نظر رکھنی چاہئے اور لوگوں کو بتانا چاہئے۔

مسئلہ : میّت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں ان کو حساب میں لگائے بغیر یوں ہی صدقہ کر دیتے ہیں بعض علاقوں میں تانبے پیتل کے برتن مال کو تقسیم کئے بغیر فقیروں کو دیدیتے ہیں حالانکہ ان سب میں نابالغوں اور غیر حاضر وارثوں کا بھی حق ہوتا ہے پہلے مال

بانٹ لیں جس میں سے مرنے والے کی اولاد بیوی والدین بہنیں جس کو شرعا حصہ پہنچتا ہو اس کو دیدیں اس کے بعد اپنی خوشی سے جو شخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کرے یا مل کر کریں تو صرف بالغین کریں نابالغ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں اور جو وارث غیر حاضر ہو اس کے حصہ میں اسکی اجازت کے بغیر بھی تصرف درست نہیں۔

مسئلہ: میّت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے اس کو میت کے مال سے خریدنا جائز نہیں کیونکہ وہ مال مشترک ہے کوئی شخص اپنی طرف سے خرچ کردے تو جائز ہے، بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے لئے کفن ہی کے کپڑے میں سے مصلیٰ تیار کیا جاتا ہے اور پھر یہ مصلیٰ امام کو دیدیا جاتا ہے یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے، ورثہ کے مشترک مال میں سے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

مسئلہ: بعض جگہ میت کے غسل کے لئے نئے برتن خریدے جاتے ہیں پھر ان کو توڑ دیا جاتا ہے۔ اول تو نئے خریدنے کی ضرورت نہیں کیونکہ گھر کے موجودہ برتنوں سے غسل دیا جاسکتا ہے اور اگر خریدنے کی ضرورت پڑ جائے تو توڑنا جائز نہیں اول تو اس میں مال ضائع کرنا ہے اور پھر ان سے یتیموں کا اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔

مسئلہ: ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ و خیرات کچھ جائز نہیں اس طرح کے صدقہ و خیرات کرنے سے مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت

گناہ ہے اس لئے کہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں، اس مشترک مال میں سے صدقہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے۔ پہلے مال تقسیم کر دیا جائے اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کرے تو ان کو اختیار ہے، تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لیکر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں اس لئے کہ جو ان میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں ہوسکتا ہے کہ وہ لحاظ کی وجہ سے یا لوگوں کے طعنوں کے خوف سے (کہ اپنے مردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کئے) اجازت دینے پر مجبور ہوں، اس عار سے بچنے کے لئے بادلِ ناخواستہ حامی بھر لے حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جس کو دینے والا خوش دلی سے دے رہا ہو جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔